

رد شرک و بدعت کے موضوع پر لا جواب کتاب

حقائد اہل سنت

تصنیف

ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی ضوی

حجاز پبلی کیشنز لاہور

رد شرک و بدعت کے موضوع پر جواب کتاب

حقائق اسلام و سنت

تصنیف

ابوالفضل علامہ منور حسین عثمانی رضوی

حجاز پبلی کیشنز

داتا درہار مارکیٹ، لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب .. عقائد اہل سنت

تصنیف .. ابو الفضل علامہ نور حسین عثمانی رضویؒ

اشاعت .. طبع دوم محرم الحرام ۱۴۳۱ھ / جنوری 2010ء

صفحات .. 416

تعداد .. 1100

ناشر ۰ حجاز پبلی کیشنز و اماور بار مارکیٹ، لاہور

قیمت .. 260 روپے

محمد اسلم شہزاد

ایڈیٹر جنرل

ملک کیلئے

مکتبہ قادریہ

042- 37226193, 0300-4270964, 0321-7226193,

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
(۱)	تقریظ سعید: نیا ض قوم	۱۰	۱۴	غلط اندازِ فکر	۴۵
۲	تقدیم: علامہ تالش صاحب	۱۱	۱۵	صفات خالق و مخلوق	۴۹
۳	عرض مصنف	۱۲		حمد (تعریف)	"
۴	توحید کیا ہے؟	۱۴	۱۶	سب تعریفیں اللہ کے لیے	"
۵	توحید پر چھالیس آیات	۱۸	۱۷	مشرآن اوروں کی	۵۱
۶	ذکرِ جلیل و ذکرِ حبیب یکجا	۲۵		تعریف بھی کرتا ہے۔	
	(پینتالیس آیات)	۲۶	۱۸	مولیٰ	۵۳
۷	اللہ و رسولہ اعلم	۳۱		اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے	
	کے تقریباً سواد و سو حوالے	۳۲	۱۹	اس پر قرآنی آیات	۵۴
۸	شُرک	۳۶	۲۰	جبریل و صالحین بھی مولیٰ ہیں	۵۵
	کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۳۷	۲۱	عزیز	۵۷
۹	دونوں معنوں پر قرآنی شواہد	۳۸	۲۲	اللہ عزیز ہے ہر قسم کی عزت	
۱۰	شرک و کفر میں نسبت	۳۹		اُسی کے لیے ہے۔	۵۸
۱۱	اقسامِ نسبت	۴۰	۲۳	اس پر قرآنی آیات	
۱۲	شرک کی حقیقت	۴۱	۲۴	یہی مشرآن: رسول کریم اور	
۱۳	شرک کی ایک اور صورت	۴۳		ایمان والوں کے لیے عزت کا	۵۸
				اعلان کر رہا ہے۔	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵	وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ	۵۹	۳۷	موت و حیات کے بارے میں	۷۶
۲۶	شعائر اللہ کی تعظیم اور دلوں	۶۰		اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔	
	کی پرہیزگاری		۳۸	آپ چاہیں تو سونے کے پہاڑ	۷۶
۲۷	عزت و تکریم نبوی اور صحابہ کرام	۶۲		ساتھ ساتھ چلیں۔	
۲۸	حضرت بلال اور سرکارِ دو عالم	۶۴	۳۹	عطائی قدرت اور غیبی نصرت	۷۷
	کے وضو والا پانی			حضرت موسیٰ و حضرت خضر	
۲۹	صحابہ کرام اور حضور صلی اللہ			کی ملاقات۔	
	علیہ وسلم کے بال مبارک	۶۵	۴۰	فوت شدگان کی مدد	۷۹
۳۰	حضرت ابو عبیدہ کیا فرماتے ہیں؟	۶۶	۴۱	ایک نستعین کا مفہوم اور	۸۰
۳۱	نصیر	۶۸		شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	
	اللہ قدوس کا صفاتی نام ہے		۴۲	عمر بن سالم کی پکار اور حضور	۸۵
۳۲	تشرآنی آیات	۶۸		صلی اللہ علیہ وسلم کا نصرت	
۳۳	مخلوق کی نصرت و اعانت	۶۹		کہہ کر مدد فرمانا۔	
۳۴	استعانت مافوق الاسباب	۷۲	۴۳	حضرت ربیع بن کعب نے کیا مانگا؟	۸۷
	و ما تحت الاسباب			سرکارِ دو عالم کی عطائیں اور	
۳۵	تحت بلقیس اور	۷۳		حضرت شاہ ولی اللہ محدث	۸۹
	فوق الاسباب تصرف			دہلوی کا عقیدہ۔	
۳۶	آصف بن برخیا کے		۴۴	علیم	۹۲
	تصرف کی حیثیت			علیم اللہ قدوس ہے، علم اُسکی	
	تفسیر ثنائی میں	۷۴		صفت ہے اس پر قرآنی آیات	۹۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۵	حضرت یوسف فرماتے ہیں إِنِّي حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ	۹۳	۵۶	آپ نے اہل قبور کے عذاب کی خبر دی۔	۱۱۰
۴۶	مخلوق کو خالق نے بہت علوم عطا فرمائے ہیں	۹۳	۵۷	گل یہاں فلاں آدمی قتل ہوگا۔	۱۱۳
۴۷	مسئلہ علم غیب	۹۵	۵۸	ابوہریرہ کو تین راتیں آنے والے کی آمد کی خبر۔	۱۱۴
۴۸	اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا، یہ ذاتی علم کی نفی ہے	۹۶	۵۹	کس کی موت کب ہوگی آپ جانتے ہیں۔	۱۱۸
۴۹	عطائی علم کی نفی سے قرآنی آیات کی تکذیب لازم آئے گی	۹۶	۶۰	مدینے میں رہتے ہوئے جنگ موت کا منظر بیان فرمایا۔	۱۱۹
۵۰	سورہ یوسف اور علوم غیبیہ یوسف علیہ السلام کا علمی مقام	۱۰۳	۶۱	سب جنتی و جہنمی آپ کے علم میں ہیں۔	۱۲۰
۵۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم غیب	۱۰۷	۶۲	قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَاكَ مَفْهُوم	۱۲۲
۵۲	علوم مصطفویہ اور احادیث مبارکہ	۱۰۸	۶۳	دروازہ کھولو اور جنت کی بشارت دے دو۔	۱۲۲
۵۳	آپ خشوع و خضوع سب کچھ دیکھتے ہیں۔	۱۰۸	۶۴	قرب خداوندی اور کشف حجاب	۱۲۴
۵۴	آپ نے فرمایا، خبردار فلاں آدمی جہنمی ہے۔	۱۰۸	۶۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ کا زمین پر رہتے ہوئے مشاہدہ فرمایا۔	۱۲۵
۵۵	آپنے سارے حالات بتادیئے	۱۱۰	۶۶	حوض کوثر پر مردوں کا آنا۔	۱۲۷
			۶۷	دن گھوڑا سوار اور قرب قیامت	۱۲۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۸	فتح خیر اور علم مصطفیٰ	۱۲۹	۸۳	آقا علیہ السلام بھی رءوف رحیم ہیں	۱۵۴
۶۹	ابو ذر اور عقیدہ علم غیب	۱۳۰	۸۴	کَرِیْم	۱۵۵
۷۰	سفرِ تنوگ اور علم غیب مصطفیٰ	۱۳۱	۸۵	قرآنی آیات	
۷۱	بھڑیا اور اسلان حق	۱۳۲	۸۶	سَمِیْعٌ وَبَصِیْرٌ	۱۵۶
۷۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا	۱۳۳	۸۷	قرآنی آیات	
۷۳	جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔		۸۸	انسان بھی سمیع و بصیر ہے۔	۱۵۷
۷۴	علم نبوت پر اعتراض	۱۳۴	۸۹	محی و ممیت	۱۶۲
۷۵	منافقوں کا کام ہے۔		۹۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۶۴
۷۶	واقعہ افک	۱۳۵	۹۱	مردے زندہ کرتے ہیں۔	
۷۷	سیدہ کا بارگم ہونا	۱۳۶	۹۲	حضرت عزرائیل وفات دیتے ہیں	۱۶۵
۷۸	مسجد کی خادمہ۔	۱۳۷	۹۳	عَظِیْمٌ	۱۶۶
۷۹	حضرت عمر نے حضرت ساریہ	۱۳۸	۹۴	قرآن پاک میں کس کس کیلئے	
۸۰	کو خبردار کیا۔		۹۵	استعمال ہوا ہے۔	
۸۱	متعدد روایات علوم غیبیہ پر	۱۳۹	۹۶	اَلْحُكْمُ	۱۶۰
۸۲	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۴۰	۹۷	حکم اللہ کے لیے ہے	
۸۳	حضرت شاہ عبدالغفر محدث دہلوی	۱۴۱	۹۸	حکم انبیاء کرام کو بھی ملا ہے۔	۱۶۲
۸۴	کا عقیدہ علم غیب کے بارے میں	۱۴۲	۹۹	حُكْمٌ	
۸۵	رَءُوفٌ رَحِیْمٌ	۱۴۳	۱۰۰	ہدایت	۱۶۳
۸۶	اللہ قدوس کے صفاتی نام ہیں		۱۰۱	إِنَّكَ لَا تَهْدِي.....	۱۶۵
	(قرآنی آیات)		۱۰۲	وَإِنَّكَ لَتَهْدِي.....	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۷	ولی	۱۷۸	۱۰۷	اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي.....	۲۱۹
۹۸	اللہ ایمان والوں کا ولی ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے بھی ولی ہیں۔	۱۷۹	۱۰۸	تفاسیر کی روشنی میں مسلمانوں پر کافروں کی	۲۲۰
۹۹	ولی اللہ اور ولی مِنْ دُونِ اللہ	۱۸۸	۱۰۹	آیتیں چسپاں کرنا۔ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا	۲۲۵
۱۰۰	بے ایمانوں کا کوئی ولی، مُرشد نہیں ہے قرآنی فیصلہ۔	۱۸۱	۱۱۰	تفاسیر کی روشنی میں كَمْثَلِ الْعُنْكَبُوتِ	۲۳۱
۱۰۱	شُرک کے طعنے دینے والے خود مُشْرک ہیں۔	۱۸۵	۱۱۱	تفاسیر کی روشنی میں مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ	۲۳۶
۱۰۲	أَوْلِيَاءُ مِنْ دُونِ اللہ	۱۸۷	۱۱۲	اللہ کے پیاروں کے اختیارات	۲۴۰
۱۰۳	عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ	۱۹۲	۱۱۳	قرآنی آیات اختیارات اور	۲۴۰
۱۰۴	تفاسیر کی روشنی میں الْأَكْبَاسِطِ كَفِّيْهِ	۱۹۴	۱۱۴	کثیر احادیث مبارکہ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ	۲۴۴
۱۰۵	معتبر تفاسیر کی روشنی سے أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ	۲۰۰	۱۱۵	تفاسیر کی روشنی میں مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ.....	۲۴۶
۱۰۶	تفاسیر کی روشنی میں يَتَّبِعُونَ إِلَى رَبِّهِمُ النَّبِيلَ	۲۰۶	۱۱۶	تفاسیر کی روشنی میں اصحاب قبور کی سماعت و بصیرت پر دلائل	۲۶۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۱۷	سیدہ عائشہ کا عقیدہ کہ اہل قبور دیکھتے ہیں۔	۲۷۶	۱۳۰	خُور کا علم غیب	۲۱۶
۱۱۸	إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ کا مفہوم	۲۷۹	۱۳۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی وسعت	۳۱۷
۱۱۹	أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ تفاسیر کی روشنی میں	۲۸۱	۱۳۲	بدعت کا لغوی و شرعی معنی	۳۲۷
۱۲۰	خلاصہ کلام	۲۸۷	۱۳۳	اور اسکی مزید تحقیق و تفہیم	۳۳۰
۱۲۱	بزرگوں کی نسبت	۲۸۷	۱۳۴	بدعت سیئہ	۳۳۲
۱۲۲	۹۹ آدمیوں کا قاتل	۲۸۸	۱۳۵	بدعت حسنہ	۳۳۴
۱۲۳	بزرگوں کی نسبت کا فیضان	۲۹۱	۱۳۶	نِعْمَ الْبَدْعَةُ هَذِهِ	۳۳۵
	اور دیگر کئی مسائل پر مشتمل طویل حدیث شریف۔		۱۳۷	حضرات شیخین کا فیصلہ	۳۳۶
۱۲۴	شیر خوار بچہ اور عظیم فراست	۳۰۲	۱۳۸	میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۸
۱۲۵	دریائے نیل اور حکم فاروقی	۳۰۴	۱۳۹	دن منانا	
۱۲۶	عثمان غنی اور فراست اور دیگر چند کرامات	۳۰۷	۱۴۰	اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔	۳۴۳
۱۲۷	شہید اللہ شہید	۳۱۲	۱۴۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔	۳۴۴
۱۲۸	قرآنی آیات		۱۴۲	محفل میلاد پاک	۳۴۶
۱۲۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں	۳۱۳	۱۴۳	پیر کے دن کا روزہ	۳۴۷
			۱۴۴	ولادت پر خوشی کا فائدہ	۳۴۸
			۱۴۵	حضرت شاہ ولی اللہ کے والد صاحب اور میلادِ حبیب	۳۵۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳۶	جو ذکر میلاد سے خوش نہ ہو۔	۳۵۲	۱۶۳	نقلی عبادت کی تعیین	۳۹۷
۱۳۷	۱۲ ربیع الاول یوم غم نہیں۔	"	۱۶۵	مسجد قباء کے مام	۳۹۸
۱۳۸	یوم میلاد کو عید کہنا کیسا ہے	۳۵۶		کا انوکھا طریقہ	
۱۳۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	۳۶۱		ادراس پر رحمت کی	
	وجاہت و شفاعت قرآنی آیات			بشارت	
۱۵۰	احادیث مبارکہ	۳۶۲	۱۶۶	دُرود شریف	۴۰۱
۱۵۱	جن کے ماتھے شفاعت کا سہارا	۳۶۵		کتنا پڑھوں؟	
۱۵۲	وسیلہ	۳۶۶	۱۶۷	صیغہ خطابت اور صلوٰۃ و سلام	۴۰۲
۱۵۳	آقا علیہ السلام کا عقیدہ	۳۷۷	۱۶۸	اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ	۴۰۶
۱۵۴	حضرت عمر اور وسیلہ	۳۸۱	۱۶۹	آپ جانتے ہیں کس نے کن	
۱۵۵	تو تیل بعد از وصال	۳۸۲		الفاظ سے سلام پر تہات	
۱۵۶	وسیلہ اور صحابہ کرم	۳۸۳	۱۷۰	قبر انور پر فرشتہ جو	۴۰۷
۱۵۷	حضرت علی کی روایت	۳۸۹		سب کی سنتا ہے۔	
۱۵۸	فیضانِ نسبت	۳۹۰	۱۷۱	بندوں کے اعمال فرشتے اللہ کی	۴۰۹
۱۵۹	آئمہ اربعہ اور	۳۹۱		بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔	
۱۶۰	وسیلہ		۱۷۲	اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ	۴۱۰
۱۶۱	صلوٰۃ و سلام عند الاذان	۳۹۳		عَلِیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ	
۱۶۲	رفعت ذکر حبیب	۳۹۳		تمہ	
۱۶۳	حضرت بلال اور اذان	۳۹۵		تقریظ	
	سے پہلے دُعا				

تَقْرِیظٌ سَجْدٌ

نباض قومِ حُرمِ مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری

دامت برکاتہم العالیہ

فاضلِ عزیزِ عالم شہیر مولانا ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی (رسمہ اللہ تعالیٰ) کی یہ ضخیم تالیف سُرُری طور پر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ عقیدہ توحید اور دیگر متعلقہ مسائل پر مولانا موصوف نے دلائل کا انبار لگا کر ایک بڑا علمی ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ جو عوام و علماء و مناظرین اہل سنت کے لیے ایک اہم دستاویز ہے۔ اور مخالفین بھی اگر تعصب کی عینک اتار کر بنظر انصاف پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں، تو ضرور قبولِ حق پر آمادہ ہوں گے۔ اور اگر یہ قسمت میں نہ ہوا، تو اپنے عقائد مذمومہ پر نظر ثانی کے لیے مجبور ہوں گے۔

دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بوسیدہ مُصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) فاضلِ عزیز کی اس سعی حمیدہ اور محنت شاقہ کو قبول فرمائے۔ ان کے علم و عمل تقریر و تحریر میں برکت فرمائے، اور کتاب کو نافع و ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔

ابوداؤد محمد صادق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نشان منزل

استاذ العلماء ادیب ملت اسلامیہ

حضرت مولانا ملاح محمد شاہ شاہ قسری

زیب نظر کتاب ”ردِ شرک و بدعت“ کے مصنف عزیز القدر مولانا منور حسین عثمانی زید علم و عمل اس دور کے نوجوان خطباء و مقررین میں ایک امتیازی شان سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اندازِ خطاب عمدہ دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل و براہین سے مزین ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے اپنی تقریر کو پرتاثر بناتے ہیں مشہور و معروف شعراء کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے دورانِ وعظ بہترین سلیقہ سے خوبصورت اشعار پڑھتے ہوئے سامعین پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں، جب محسوس کرتے ہیں کہ اب سامعین پر نعتیہ اشعار کے خاص اثرات مرتب ہو رہے ہیں تو اپنے ساتھ حاضرین کو بھی پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس طرح مجمع لذت عشق و محبت سے خوب سرشار ہوتا ہے۔

مولانا منور حسین عثمانی صاحب زید مجدد نے بمقام بھاگوڈیاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ کے ایک راجپوت خاندان میں آنکھ کھولی، اپنی والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی کی خصوصی تربیت کے باعث آپ کی طبیعت پر دینی عنصر غالب آیا۔ تعلیم کا باقاعدہ آغاز سکول سے ہوا۔ طبعی رجحان تقریر کی طرف مائل رہا۔ چنانچہ ساتویں جماعت میں تھے کہ گاؤں کی مسجد میں شبِ برأت کے موقع پر نور العرفان علی کنز الایمان (ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) سامنے رکھ کر تقریر کی جو آپ کے لیے شبِ برأت

کی برکات کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوئی اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔
 علوم و فنون اسلامیہ کے حصول کے لیے اہل سنت کی عظیم درس گاہ دارالعلوم
 جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں داخلہ لیا اور درمیان میں ڈیڑھ دو سال دارالعلوم
 جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری میں کسب علم و فضل کرنے کے بعد پھر نعیمیہ میں اگر درس
 نظامی کے بقیہ سالوں کی تکمیل کی اور دوران تعلیم لاہور میں بیک وقت دو مسجدوں میں
 جمعۃ المبارک کی خطابت فرماتے رہے۔

آخر کار مرکزی جامع مسجد نورانی نازنگ منڈی کے ارباب حل و عقد انھیں اپنے
 ہاں لے آئے اور مسلسل پانچ سال تک وہاں وعظ و خطاب سے علاقہ بھر کو گرویدہ
 بنائے رکھا۔

اب عرصہ ۲ سال سے مرکزی جامع مسجد مہاجرین مرید کے میں ایک مقبول ترین
 خطیب کی حیثیت سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ نوجوان طبقہ
 خصوصی طور پر ان سے لگاؤ رکھتا ہے اور آپ بھی اس طبقہ کی اصلاح و تعمیر میں اپنا
 کردار بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

مسلم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے
 اہل سنت و جماعت کے مخالفین سے نرمی برتنا ان کے ضمیر میں ہی نہیں لیگتا خان
 شان رسالت کی ساقیانہ چالوں کو ناکام بنانے کے لیے آپ نے زبانی جہاد کیا تھوڑے
 دنوں کا قلم کو بھی ہمیں لگائی ہے۔ جو ”رقدہ شرک و بدعت“ کے نام سے آپ کے پیش نظر ہے۔
 مولانا موصوف نے یہ کتاب نہایت سہل اور آسان انداز میں پیش کرنے کی سعی جمیل
 فرمائی ہے، جو ان کی پہلی کاوش ہے۔ قرآن و حدیث کے دلائل نے اس کتاب کے
 وزن و وقار میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ شرک و بدعت کی تفہیم کے لیے حق و باطل کے
 درمیان حد فاصل قائم کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

جن لوگوں نے "شُرک و بدعت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے وہ اہل حق پر ہی الزام عائد کرتے ہوئے ذرہ برابر بھی یہ نہیں سوچتے کہ جن باتوں کو اللہ جل و علا اور اس کے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے شرک و بدعت سے تعبیر نہیں فرمایا۔ ہم بلاوجہ اسے کیوں شرک ٹھہرائیں، مگر کیا کیا جائے ایسے بد نصیب لوگوں کا جو ہر وقت شرک و بدعت کی بمبارش مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں، ہم اُن سے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کیا وہ ایسے وقت "خدائی منصب" پر فائز ہوتے ہیں؟ ایسی بات تو فرعون کی زبان پر آئی تھی اَنَا رَبِّکُمُ الْاَعْلٰی، یہ اس کے اوتار کہاں سے نکل پڑے۔ مولانا ممدوح نے ایسے لوگوں کی اپنی اس تصنیف میں بڑے حکیمانہ انداز میں خبر لی ہے اور عمدہ دلائل سے راہِ حق دکھانی ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی کمالات و اختیارات کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین سید المرسلین، خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جن کمالات و اوصاف سے نوازا ہے اور جو اختیارات آپ کو عطا فرمائے ہیں انھیں بڑی تفصیل سے کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔

نیز جہاں مولانا عثمانی صاحب نے شرک و بدعت کے فرق کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے توحید کے انوار و تجلیات کو روزِ روشن کی طرح روشن کیا ہے وہاں فیضانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محبوبانِ بارگاہِ الہی کی عظمت و رفعت کو بھی قرآن و حدیث سے آشکار کرتے ہوئے مخالفین کی خوبِ ثوبِ خبر لی ہے اب آپ بلاتناخیر کتاب کو پڑھیے اور علامہ عثمانی صاحب کی خدمت میں پڑھیں و تبریک پیش کیجئے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس پہلی تصنیف کو شرفِ قبولیت سے نوازے ہوئے قلم میں مزید برکت عطا فرمائے اور قدم قدم پر اپنی عنایات سے بہرہ مند کرتا رہے۔ آمین بجاہِ طہ و لیسین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد منشاء تابشہ قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب جامع مسجد ظفریہ مرید کے

۱۹۹۵ء

عرضِ مُصنّف

شائد کہ اُتر جائے تیرے دل میں مری بات
بندہ کو اپنی کم علمی و ناتجربہ کاری کا مکمل اعتراف ہے اور اس ناپتیزی کی یہ پہلی کتاب ہے
جس کو بندہ بن تحریر کی خوش اسلوبیوں و دلائل و زیروں سے آراستہ نہیں کر سکا اور نہ اس پر دسترس
و مہارت رکھتا ہے۔ چونکہ اس جمل کچھ لوگ ملکی حالات کی نزاکتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے
حقانی دینِ حق سے روگردانی کرتے ہوئے اور بعض آیات و احادیث کے ظاہری مفہوم
کو لیکر دیگر بے اثر آیات و احادیث سے قصداً چشم پوشی کرتے ہوئے اصلاح کی آرٹ میں فساد
و جدال کو فروغ دینے کیلئے ایمان والوں پر شرک کے فتوے داغنے کو محبوب مشغلہ
بنا چکے ہیں۔ لہذا فقیر نے سید سے سادھے انداز میں بغیر الجھاؤ و ٹکراؤ کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
قرآن و حدیث کے کثیر دلائل کی روشنی میں مسئلہ توحید اور اس سے متعلق مسائل کو بیان
کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ آج عقائد اہل سنت پر جو شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہوئی ہے
یہ شخص الزامِ شرک ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ العزیز
اور اسی طرح کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں ہر اس بدعت کو گمراہی قرار دیا گیا ہے
جو سنیہ ہو۔ اور اسی بدعت کے بارے میں فہمُورَد کے الفاظ لا کر اسے قابلِ تردید
قرار دیا گیا ہے وگرنہ نَعْمَ الْبَدْعَةُ ہذیہ والی بدعت اور فہمُورَد والی
بدعت میں امتیاز نہیں رہتا۔ حالانکہ یہ ضروری ہے۔ وضاحت آئندہ صفحات میں ملاحظہ
فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ البطیل آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ہمیشہ حق فہم و
حق پسندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بِجَاہِ کَہْفِ الْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاكِينِ۔
بندہ پُر تقصیر: **مُتَوَرِّحُ حُسَيْنِ** عثمانی رضوی

انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو
اپنے مُرشدِ کامل مخدوم اہلسنت نباض قوم
حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی
کی

خصوصی نگاہِ ولایت کے پروردہ
شہیدِ ناموس رسالت، مجاہدِ ملت حضرت مولانا علامہ ابوالحامد
مُحَمَّد اکرم رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کی طرف
منسوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی

تقریر

برادر عزیز القدر فاضل متبحر حضرت علامہ مولانا منور حسین عثمانی صاحب عمت فیوضکم وادعائکم اللہ تعالیٰ
الیٰ اقصیٰ مراتب العلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

آپ کی ارسال کردہ کتاب تحقیق مآب ”رد شرک بدعت بدست حضرت علامہ محمد منشا تاباش
قصوری صاحب باصرہ نواز ہوئی۔ اس پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ آنحضرت کی اس اولین تصنیف وقع
پر نگاہ اولین پڑتے ہی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو گیا۔ کتاب کیسے ! نصوص قرآنیہ و
حدیثیہ پر شتمل دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ کا ایک بحر متلاطم ہے۔ اس میں نہ صرف توحید و شرک
ایمان و کفر، بدعت و سنت اور دیگر مصطلحات کلامیہ و اعتقادیہ کی توضیح و تفسیر مدلل طور پر کی گئی
بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور کمالات و معجزات کو بھی انتہائی احسن اسلوب کے ساتھ
بحوالہ بیان کیا گیا ہے۔

الغرض یہ کتاب غوام و خواص دونوں کیلئے نفع بخش اور مختلف موضوعات پر کام کرنے والے
محققین کیلئے ایک مضبوط اور قیمتی ماخذ ثابت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی حمیدہ کو مشکور فرمائے۔

والسلام

عبد الستار

(عبد الستار)

توحید

التَّوْحِيدُ فِي اللُّغَةِ الْحُكْمُ بِأَنَّ الشَّيْءَ وَاحِدٌ وَالْعِلْمُ
بِأَنَّهُ وَاحِدٌ وَفِي اصْطِلَاحِ أَهْلِ الْحَقِيقَةِ تَجْرِيدُ الذَّاتِ
الْإِلَهِيَّةِ عَنْ كُلِّ مَا يُتَصَوَّرُ فِي الْإِفْهَامِ وَيُخَيَّلُ فِي الْأَوْهَامِ
وَالْأَذْهَانِ - التَّوْحِيدُ ثَلَاثُ أَشْيَاءَ مَعْرِفَةُ اللَّهِ بِالرَّبُّوبِيَّةِ
وَالْإِقْرَارُ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَنَفْيُ الْأَنْدَادِ عَنْهُ جُمْلَةً -

(رسالہ تعریف الاشیاء للسید الشریف البحر جانی)

توحید کا لغوی معنی ہے کسی چیز کے بارے میں حکم لگانا کہ وہ ایک ہے
اور علم رکھنا کہ وہ ایک ہے۔

اہل حقیقت کی اصطلاح میں توحید کا معنی الشَّدَقُوس کی ذات مقدسہ کو
معبودیت میں ہر اُس چیز سے بمقدس و مجرمانا ہے جو وہم و گمان میں آ سکتی ہو (یعنی
تصورات و خیالات میں آنے والی کسی شے، کسی فرد یا کسی ہستی کو بھی لائق عبادت
نہ جانے صرف اللہ تعالیٰ کو معبود برحق ماننے)۔

توحید تین چیزوں کا نام ہے :

- (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت اُس کے رب ہونے کے اعتبار سے۔
- (۲) وحدانیت کا اقرار۔
- (۳) اور اُس سے ہر شریک کی نفی۔

خلاصہ کلام

توحید وہی ہے جس کا کلمہ طیبہ میں بیان ہے کہ اللہ غزو جلت کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

وہ ہی یکتا و تنہا معبود برحق ہے ملاحظہ ہوں اس پر آیات قرآنیہ۔

(۱) وَاللَّهُ مُكْرِمُ إِلَهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (بقرہ - ۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ بڑی رحمت والا ہے۔

(۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (بقرہ - ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

(۳) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (آل عمران - ۲)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

(۴) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (آل عمران - ۶)

اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں، عزت والا، حکمت والا۔

(۵) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (آل عمران - ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف قائم ہو کر۔

(۶) إِنَّ هَذَا لَمُؤْتَمِرٌ مِمَّنْ شَاكَ سِتْجَا بَيَانٌ هُوَ - اور

اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

یہی بے شک سچا بیان ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور

بے شک اللہ ہی غالب ہے،
حکمت والا۔

اللہ ہے کہ اُس کے سوا کسی کی
بندگی نہیں ضرورتھیں اکٹھا کریگا
قیامت کے دن جس میں کچھ شک
نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی کی بات
سچی نہیں ہے۔

اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔

کوئی نہیں معبود مگر ایک معبود۔

تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے
ساتھ اور معبود ہیں، تم فرماؤ کہ میں یہ
گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک
معبود ہے اور میں بے زار ہوں اُن
سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

یہ ہے اللہ تمہارا رب اُس کے
سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا
بنانے والا تو اُسے پوجو وہ ہر چیز
پر نگہبان ہے۔

اُس پر چلو جو تمہیں تمہارے رب کی

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُمُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(آل عمران - ۶۲)

(۷) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ
مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

(نساء - ۸۷)

(۸) إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ

(نساء - ۱۶۱)

(۹) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ
وَاحِدٌ

(مائدہ - ۷۳)

(۱۰) أَمِنْتُمْ لَتَشْهَدُنَّ أَنَّ
مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى قُلْ
لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ
وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا
تُشْرِكُونَ

(انعام - ۱۹)

(۱۱) ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
وَكَيلٌ

(انعام - ۱۰۳)

(۱۲) اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ

رَّبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَرِضٌ عَنِ
الْمُشْرِكِينَ ۝ (انعام، ۱۰۶)

(۱۳) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي
رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي
وَيُمِيتُ ۚ (الاعراف - ۱۵۸)

(۱۴) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا
إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝
(توبہ - ۳۱)

(۱۵) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
(توبہ - ۱۲۹)

(۱۶) فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ
اللَّهِ وَأَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ
أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

(ہود - ۱۴)

(۱۷) وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ

طرف سے وحی ہوتی ہے اُس کے
سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔
تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف
اُس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمان اور
زمین کی بادشاہی اُسی کو ہے اُس
کے سوائے کوئی معبود نہیں چلائے
اور مارے۔

اور انھیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ اللہ کو
پوجیں اُس کے سوا کسی کی بندگی
نہیں اُسے پاکی ہے ان کے شرک
سے۔

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو
مجھے اللہ کافی ہے اور اُس کے سوا
کسی کی بندگی نہیں میں نے اُسی پر
بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

تو اے مسلمانو! اگر وہ تمھاری اس
بات کا جواب نہ دے سکیں، تو
سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے
اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا
معبود نہیں۔ تو کیا اب تم مانو گے۔
اور وہ رحمان کے منکر ہو رہے ہیں

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ ه

(رعد - ۳۰)

(۱۸) هَذَا بَلَّغٌ لِلنَّاسِ وَ
لِيُنْذِرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّ مَا
هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَلِيَذْكُرَ
أُولَئِكَ الْأَلْبَابُ ه (ابراہیم - ۵۲)

(۱۹) إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَالَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ
مُنْكَرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ه

(نحل - ۲۲)

(۲۰) وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ
إِثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ
فَإَيَّاءِ فَارْهُبُون ه (نحل - ۵۱)

(۲۱) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ
(کہف - ۱۱۰)

(۲۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (طہ - ۸)

(۲۳) إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا
إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ

تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے
سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر
بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہے۔
یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لیے کہ وہ
اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ
جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور
اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔
تمہارا معبود ایک ہے تو وہ . جو
آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن
کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور ہیں

اور اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ،
وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی
سے ڈرو۔

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو
میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ
تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اُس
کے سب نام اچھے ہیں۔

تمہارا معبود وہی اللہ ہے جس کے
سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا

عِلْمَاهُ (طہ-۹۸)

(۲۴) قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا
إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ
مُسْلِمُونَ ۝ (انبیاء-۱۰۸)

(۲۵) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ-

(انبیاء-۲۵)

(۲۶) فَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ
أَسْلِمُوا- (حج-۳۴)

(۲۷) فَتَعَلَّى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ
(مؤمن-۱۱۶)

(۲۸) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ- (نمل-۲۶)

(۲۹) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ
وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
(قصص-۷۰)

(۳۰) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا
آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تَكُلُّ شَيْءٌ

عِلْمِ محیط ہے۔

تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ
تمہارا معبود نہیں مگر ایک اللہ تو کیا
تم مسلمان ہوتے ہو۔

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ
بھیجا مگر یہ کہ ہم اُس کی طرف وحی
فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں
کہ مجھی کو پوجو۔

پس تمہارا معبود ایک ہے۔ تو اُسی
کے حضور گردن رکھو۔

تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا
بادشاہ کوئی معبود نہیں سوائے
اس کے۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ
بڑے عرش کا مالک ہے۔

اور وہ اللہ کہ کوئی معبود نہیں اس کے
سوا، اُسی کی تعریف ہے دنیا اور
آخرت میں، اور اُسی کا حکم ہے اور
اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو
نہ پوج اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں

ہر چیز فانی ہے، سوا اُس کی ذات کے اُسی کا حکم ہے۔

اور کہو ہم ایمان لائے اُس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو تمہاری طرف اُترا اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اُسی کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔

اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہوں۔ اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

یہ اللہ تمہارا رب۔ اُسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

وہ ہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو خالص اُس کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللہ کو ہیں جو سارے جہان کا رب ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا۔ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

هَآلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ لَّهُ الْحُكْمُ
وَالِيهِ تُرْجَعُونَ ۝ (قصص - ۸۸)

(۳۱) وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ
إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَ
إِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ
مُسْلِمُونَ ۝ (عنکبوت - ۲۶)

(۳۲) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآتَى
تُؤْفِكُونَ ۝ (فاطر - ۳)

(۳۳) إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ (الصفّت - ۴)
(۳۴) قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِنْ
إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
(ص - ۶۵)

(۳۵) ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ
الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآتَى
تُصْرَفُونَ ۝ (زمر - ۶)

(۳۶) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
(المومن - ۶۵)

(۳۶) ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا

هُوَ فَاَنى تَوْفَكُونَهُ (مومن - ۶۲)

(۳۸) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ
التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي
الطَّلُولِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ
الْمَصِيرِ (مومن - ۳)

(۳۹) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ
(حم السجده - ۶)

(۴۰) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ
رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ
(دخان - ۸)

(۴۱) فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
(محمد - ۱۹)

(۴۲) هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
عَلِيمُ الْغُيُوبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ
الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (حشر - ۲۲)

(۴۳) يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ
مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ (نحل - ۲)

(۴۴) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَىٰ

تو کہاں اوندمے جاتے ہو۔

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا
اور سخت عذاب کرنے والا بڑے
انعام والا۔ اُس کے سوا کوئی معبود
نہیں۔ اُسی کی طرف پھرنا ہے۔

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو
میں تم جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے
کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ
زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا رب
اور تمہارے اگلے باپ و ادا کا رب۔
تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی
نہیں۔

وہ ہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود
نہیں ہر نہاں اور عیاں کو جاننے والا وہ
ہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی دے
کہ اپنے جن بندوں پر چاہے اُتارتا
ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی
بندگی نہیں۔ تو مجھ سے ڈرو۔

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور

اللّٰهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝
(تغابن - ۱۳) اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔

(۴۵) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ پورب کا رب اور پچم کا رب۔
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم اُسی کو اپنا کارساز بناؤ۔
(مزل - ۹)

(۴۶) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (الاخلاص - ۱) تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔
مذکورہ آیات قرآنہ میں اس حقیقت کا انتہائی صراحت و وضاحت سے بیان ہے کہ لائق عبادت جو اُستی ہے وہ صرف اور صرف اللہ قدوس جل مجدہ الکریم ہے۔

اسلام کے اس عقیدہ توحید کی اولیت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے کریں کہ خالق ارض و سما نے جتنے رُسل عظام اور انبیاء کرام مبعوث فرمائے، سبھی نے اپنی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز اسی نکتہ توحید سے فرمایا۔ بے خبر خلق خدا جس نے مختلف ادوار و مختلف انداز میں چاند، سورج، ستارے، آگ، پتھر، جانور اور انسان کو اپنی منکر نارسائیں معبود سمجھا۔ رُسل عظام و انبیاء کرام نے اس اُل حقیقت کو بیان و سرمایا کہ بندگی اور پوجا کے لائق جو ذات مقدسہ ہے۔

”اُسے اللہ کہتے ہیں“

وہی واجب الوجود اور خالق حقیقی ہے اسکے علاوہ چاند، ستارے، سورج، آگ، پتھر، حیوان و انسان تو دکنار حق، فرشتے اور رُسل عظام اور انبیاء کرام کو بھی لائق عبادت سمجھنے والا راہ حق سے بالکل بے خبر و بے دین ہے۔

تائین کر اے! اگر اللہ قدوس کے ساتھ کوئی اور معبود مانیں تو عقیدہ توحید سلامت نہیں رہتا۔ لیکن جو اس کی بارگاہ کے مقرب و مقبول ہیں ان کی محبوبیت ماننا اور ان کے خدا واد عظیم کمالات و بلند مقامات پر یقین رکھنا تو توحید کے خلاف نہیں جن کے ادب و احترام کو اُس وحدہ لا شریک نے واجب قرار دیا، جن کے ذکر کو اپنے ذکر سے ملایا جن کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا تو توحید کے علم بردار اعظم رسول معظم حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے ذکر کے ساتھ بیان فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے ایمان و یقین کی دولت کو رونق بخشنے۔

۱۔ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ۔
(نساء - ۵۹)
حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا۔

۲۔ اِصِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُونَ
(الانفال - ۲۰)
حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور سن سنا کر اس سے پھر نہ جاؤ۔

۳۔ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
(توبہ - ۷۱)
اور اللہ و رسول کا حکم مانتے ہیں۔

۴۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا
لِلَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (الانفال - ۲۴)
لے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ

۵۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔
(الاحزاب - ۳۶)
اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اُس کے رسول کا۔

۶۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔
ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر یقین لائے۔
(ایمان لائے)
(النور - ۶۲)

بے شک جو ایذا دیتے اللہ اور اُس کے رسول کو۔

بے زاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے۔
منادی پکار دینا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے۔

اور اللہ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بناؤ۔

کیا انھیں معلوم نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اُس کے رسول کی۔
وہ یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول سے بڑے ہیں اُن کا بدلہ ہی ہے کہ
اور اُس چیز کو حرام نہیں مانتے جس کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا ہے۔
اور جو اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کرے۔

تم سرِ ماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔
تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

۷۔ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (الاحزاب - ۵۶)

۸۔ بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (توبہ - ۱)

۹۔ وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (توبہ - ۳)

۱۰۔ وَلَوْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ ۚ (توبہ - ۱۶)

۱۱۔ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (توبہ - ۶۳)

۱۲۔ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (مائدہ - ۳۳)

۱۳۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ - ۲۹)

۱۴۔ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (الانفال - ۱۳)

۱۵۔ قُلِ الْاِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔ (الانفال - ۱)

۱۶۔ فَارْجِعُوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء - ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے انکو دیا۔ اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب قیام ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

جب کہ اللہ اور اس کے رسول کے غیر خواہ رہیں۔

اور اب اللہ اور رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے

اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کا زیادہ حق

ہے کہ انھیں راضی کرے۔

تو پانچواں حصہ خاص اللہ اور اس کے

رسول ہے۔

یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول

سے منکر ہوئے۔

اور انھیں کیا برا لگایا ہی ناکہ اللہ اور

رسول نے اپنے فضل سے (مسلمانوں)

کو غنی کر دیا۔

جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم

۱۶۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ - ۵۹)

۱۸۔ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ - ۵۹)

۱۹۔ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (توبہ - ۹۱)

۲۰۔ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ - ۹۲)

۲۱۔ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (توبہ - ۱۰۴)

۲۲۔ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ۔ (توبہ - ۶۲)

۲۳۔ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ۔ (الانفال - ۴۱)

۲۴۔ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (توبہ - ۸۰)

۲۵۔ وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (توبہ - ۶۴)

۲۶۔ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ

أَمْرًا - (الاحزاب - ۳۶)

۲۷۔ لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ -

(الفتح - ۹)

۲۸۔ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَ

رَسُولِهِ - (الفتح - ۱۳)

۲۹۔ وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(الحشر - ۸)

۳۰۔ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ -

(الصف - ۱۱)

۳۱۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَ

لِلْمُؤْمِنِينَ - (المنافقون - ۸)

۳۲۔ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

(التغابن - ۸)

۳۳۔ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(الحجرات - ۱۲)

۳۴۔ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا

بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ -

(الحجرات - ۱)

۳۵۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ - (محمد - ۳۳)

۳۶۔ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا

فرمادیں۔

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول

پر ایمان لاؤ۔

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے

رسول پر۔

اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد

کرتے ہیں۔

ایمان رکھو اللہ اور اس کے

رسول پر۔

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول

اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے

رسول پر۔

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول

کی فرمانبرداری نہ کرو گے۔

اے ایمان والو اللہ اور اس

کے رسول سے آگے

نہ بڑھو۔

اللہ کا حکم مانو اور اس کے

رسول کا حکم مانو۔

اور وہ بیٹھ رہے جمہوں نے اللہ

- اللّٰهُ وَرَسُولَهُ۔ (توبہ - ۹۰)
- ۳۶۔ وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَالذَّارِ الْآخِرَةَ۔ (الاحزاب - ۲۹)
- ۳۸۔ وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَ
رَسُولِهِ۔ (الاحزاب - ۳۱)
- ۳۹۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط
(الاحزاب - ۳۳)
- ۴۰۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ج (النور - ۶۲)
- ۴۱۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط
(النور - ۵۲)
- ۴۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا
اللَّهَ وَالرَّسُولَ۔ (الانفال - ۲۶)
- ۴۳۔ فَأُذِنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ۔ (البقرہ - ۲۶۹)
- ۴۴۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ
مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔
(النساء - ۱۰۰)
- ۴۵۔ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الْ
وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
- اور اُس کے رسول سے جھوٹ بولا۔
اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور
آخرت کا گھر چاہتی ہو۔
اور جو تم میں فرمانبردار ہو اللہ اور اُس
کے رسول کی
اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔
- وہ ہی جو اللہ اور اس کے رسول پر
ایمان لاتے ہیں۔
اور جو حکم مانے اللہ اور اُس کے
رسول کا۔
اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ
کرو۔
تو یقین کرو اللہ اور اُس کے رسول
سے لڑائی کا۔
اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اس کے
رسول کی طرف ہجرت کرتا ہو۔
- تمہارے دوست نہیں مگر اللہ
اور اُس کے رسول اور ایمان
والے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول

وَالَّذِينَ آمَنُوا الْخ اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے۔
(المائدہ - ۵۶۵۵)

مذکورہ آیات مبارکہ سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ
قدوس جلّ مجدہ الکریم جو کہ واجب الوجود - خالق حقیقی اور معبود برحق ہے -
اُس کے ذکر کے ساتھ اُس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا، اُس
کے نام سے صاحبِ لولاک اور حبیبِ پاک کے نام کا اتصال کرنا عقیدہ
توحید کے خلاف نہیں بلکہ تقاضائے ایمان ہے۔ اللہ کریم عزّوجلّ کی نوازشوں
و عطاؤں کے ساتھ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتوں اور مہربانیوں کو ماننا
مُنافی توحید نہیں۔ یوں کہنا کہ اللہ در رسول جلّ جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل
سے فلاں نعمت ملی ہے یا یوں کہنا کہ اللہ جلّ جلالہ ہمیں دے گا اپنے فضل سے
اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضل سے، اس سے توحید کی مخالفت
لازم نہیں آتی، بلکہ یوں کہنا عین ایمان بلکہ جانِ ایمان و روحِ ایمان اور
عقیدہ قرآن ہے اسی لیے تو کثیر التعداد ایسی آیات پیش کی ہیں جن میں
نامِ خدا جلّ جلالہ و نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتصال ہے تاکہ انھیں پڑھ
کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو بے پناہ مسرت و فرحت حاصل ہو۔

خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے
ہم اسے مُنہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

اللہ ورسولہ اعلم

اللہ جلّ جلالہ کا رسول ﷺ سب سے زیادہ علم والے ہیں

یہ مبارک جملہ جس میں خدا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یکجا ذکر ہے، نیز علم الوہیت و علم رسالت کے لیے ایک ہی صیغہ اسم تفضیل لایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آسمان علم و فضل کے درخشاں ستارے ہیں اور امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال و باکمال رہبر و رہنما بھی انھوں نے مختلف مواقع اور متعدد مقامات پر، خلوتوں اور جلوتوں میں یہ عقیدت و حقیقت بھرے الفاظ اللہ و رسولہ اعلم و کبھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سوال کے جواب میں اور کبھی اپنے طور پر استعمال کیے، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بار بار عرض کیا !! حضور کس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اُس نے فلاں دن فلاں بات کی تھی فلاں فلاں نازیبا کلمات کہے تھے (یعنی جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں) لیکن جب نماز جنازہ پڑھی گئی تو یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَقْصِلْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا..... اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے تعجب (اور شرمندگی) کا سامنا کرنا پڑا کہ میں کیوں نہ کرنے کی کوشش کرتا رہا حالانکہ اللہ ورسولہ اعلم

مسلم جلد دوم صفحہ ۳۰۵، ۳۸۱، ۴۰۴، ۴۰۹۔

(۳) ابوداؤد جلد اول صفحہ ۱۱۴، ۲۰۶۔

ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۱۸۹، ۲۲۹، ۲۴۵، ۲۸۷، ۳۷۹۔

(۴) ترمذی جلد دوم صفحہ ۳۱۴، ۳۱۸، ۳۵۰، ۳۷۹، ۴۰۶،

" " " " ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۴، ۴۵۴، ۴۷۳،

" " " " ۴۷۳، ۴۷۳، ۴۷۳، ۴۷۳، ۴۷۳،

" " " " ۴۷۳، ۴۷۴، ۵۲۲۔

(۵) نسائی جلد اول صفحہ ۱۴۴، ۲۷۹۔

" دوم صفحہ ۲۶۵، ۳۳۲۔

(۶) ابن ماجہ صفحہ ۲۹۳، ۳۲۲، ۳۲۷، ۳۳۰۔

(۷) مُصَنَّف ابن ابی شیبہ - جلد ۸ صفحہ ۵۶۱، ۶۰۰، ۶۰۰، ۶۰۰۔

" " " " جلد ۷ صفحہ ۸۰، ۴۲۵۔

(۸) کنز العمال جلد اول صفحہ ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۳۷، ۴۰۶، ۳۰۶،

" " " دوم صفحہ ۲۵۱، ۳۰۳، ۴۱۹۔

" " " جلد ۵ صفحہ ۲۹۵، ۲۹۵، ۲۹۵۔

" " " ۴ صفحہ ۱۴۵، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۶،

" " " " ۱۴۶، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۴۸، ۱۴۸، ۱۴۸،

" " " " ۱۴۹، ۱۴۹، ۱۴۹، ۱۴۹، ۱۴۷، ۱۴۷۔

" " " ۷ صفحہ ۴۴۷، ۵۷۵، ۵۷۶، ۷۴۳، ۷۴۴۔

" " " جلد ۸ صفحہ ۸۷۶۔

" " " جلد ۹ صفحہ ۴۲۶، ۴۳۹۔

کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۶، ۲۰۹، ۲۰۹، ۴۴۴ -

جلد ۱۲ صفحہ ۵۹۶ -

جلد ۱۵ صفحہ ۶۹۵، ۶۹۵، ۴۵۱، ۴۵۱، ۴۵۱ -

جلد ۱۶ صفحہ ۴۵۲ -

(۹) الترغیب والترہیب جلد ۱ حصہ اول صفحہ ۴۹، ۱۴۹، ۱۴۱ -

حصہ دوم صفحہ ۸۱ -

جلد ۲ حصہ سوم صفحہ ۵۵، ۲۹۴، ۳۰۲ -

حصہ چہارم صفحہ ۸۶، ۱۲۸، ۱۳۳ -

۱۸۲، ۲۰۶، ۲۰۶ -

(۱۰) کتاب السنہ ————— جلد دوم صفحہ ۶۰۸ -

(۱۱) مُسند عبد اللہ بن مبارک صفحہ ۵ -

(۱۲) دلائل النبوة صفحہ ۴۲۱ -

(۱۳) حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحہ ۱۶، ۴۴، ۱۵۴، ۲۵۰ -

جلد سوم صفحہ ۱۴۳ -

جلد ہشتم صفحہ ۱۲۲، ۲۱۴، ۲۴۴، ۲۵۱، ۳۸۴ -

(۱۴) مُسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۱۶، ۱۶۰، ۲۰۶، ۴۶۴ -

(۱۵) عمل الیوم واللیلہ صفحہ ۲۲۴، ۵۱۶، ۵۶۸، ۵۸۱ -

(۱۶) البُزْأُوطِیَّیْنِ صفحہ ۵۰، ۶۲، ۷۷ -

(۱۷) شُعَبُ الْاِیْمَانِ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، ۴۴۶ -

جلد ۲ صفحہ ۲۸۱، ۴۰۶، ۴۳۴ -

جلد ۳ صفحہ ۴۳، ۹۶۰، ۲۳۱، ۴۰۱ -

شُعَبُ الْإِيمَان جلد ۴ صفحہ ۲۸، ۶۰، ۳۸۶ -

" " جلد ۵ صفحہ ۲۹۰، ۳۵۹ -

" " جلد ۶ صفحہ ۸۰، ۱۴۲، ۲۴۲ -

" " جلد ۷ صفحہ ۲۲، ۶۸ -

(۱۸) تاریخ دمشق جلد ۴ صفحہ ۲۹۸

" " جلد ۵ صفحہ ۳۴۸

" " جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، ۲۳۱ -

(۱۹) صحیح ابن خزمیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ -

(۲۰) طبقات ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۵۲ -

(۲۱) کتاب الزہد صفحہ ۳۷۷، ۴۷۸ -

(۲۲) المعجم الاوسط جلد اول صفحہ ۱۷۸، ۴۵۶ -

" " جلد دوم صفحہ ۲۹۵ -

" " جلد سوم صفحہ ۲۱۵

(۲۳) السنۃ للإمام الخلیل صفحہ ۱۴۱ -

(۲۴) کتاب الغزوة لابن الشیخ جلد دوم صفحہ ۵۶۱، ۵۶۳ -

" " " " جلد سوم صفحہ ۱۰۲۳ -

(۲۵) السنن الکبریٰ للنسائی جلد سوم صفحہ ۴۳۲، ۴۴۳ -

" " " " جلد چارم صفحہ ۱۴۲ -

" " " " جلد پنجم صفحہ ۹۳، ۲۶۲ -

یہ کچھ حوالے بطور نمونہ دیئے ہیں احاطہ مقصود نہیں وگرنہ کئی صفحات درکار ہیں۔

شُرک

اَلشُّرَاكُ هُوَ اثْبَاتُ الشَّرِيكِ
 فِي الْاَلُوْهِیَّةِ یَعْنِیْ دُجُوْبَ الْوُجُوْدِ
 كَمَا لِلْمَجْوُوسِ اَوْ بِمَعْنٰی
 اَسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا
 یَعْبَدُ الْاَصْنَامَ۔ (شرح عقائد ص ۱۶) یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا
 الوہیت بمعنی وجوب وجود میں
 جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی
 استحقاق عبادت میں جیسا کہ
 بت پرست کرتے ہیں۔

محقق اعظم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :
 بالجملہ شرک بہ قسم است در دو در خالقیت و در عبادت
 (اشعۃ اللمعات و تکمیل الایمان)
 خلاصہ یہ کہ شرک کی تین قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے
 کو واجب الوجود ٹھہرائے۔

دوسری یہ کہ کسی اور کو اُس کے سوا خالق حقیقی جانے۔
 تیسری یہ کہ اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے یا جائز مانے۔

شرک کے لغوی و اصطلاحی معانی پر قرآنی شواہد
 شرک کا لغوی معنی ہے حصہ : اور جزمیہ کا معنی ہے حصہ دار، یا شائع
 ہونے والا۔

اللہ قدوس عز و جل فرماتا ہے :

۱۔ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

(فاطر - ۴۰)

۲۔ هَلْ لَّكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ

اَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَآءٍ فِيمَا
رَزَقْنَاكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ

(روم - ۲۸)

۳۔ رَجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا
لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیَانِ مَثَلًا

(الزمر - ۲۹)

کیا ان (بُتوں) کا آسمانوں میں کوئی
حصہ ہے؟

کیا تمہارے ملوک غلاموں میں سے
کوئی شریک ہے اُس میں جو ہم نے
تمہیں دیا ہے کہ وہ (اور تم اُس میں
برابر ہو؟

ایک وہ غلام جن میں برابر کے چند
شریک ہوں اور ایک وہ غلام جو
ایک ہی آدمی کا ہو، کیا یہ دونوں
برابر ہیں؟

مذکورہ آیات ثلاثہ میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں
اور شرک کا اصطلاحی معنی ہے کسی کو اللہ عز و جل کے برابر جاننا اور یہ بہت بڑا ظلم
اور ناقابل معافی جرم ہے۔ اللہ فرماتا ہے :

۱۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا

وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۝ (یوسف - ۱۰۶)

۲۔ فَلَمَّا اَتٰهُمَا صَالِحًا

جَعَلَ لَهُ شُرَكَآءَ فِیْمَا اٰتٰهُمَا جَا

(اعراف - ۱۹۰)

۳۔ حَنِیْفًا ۝ وَمَا كَانَ مِنَ

الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (الانعام - ۱۶۱)

۴۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان - ۱۳)

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان
نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔
پھر جب اُس نے انہیں صالح بچہ
عطا فرمایا اُنہوں نے اُس کی عطا
میں شریک ٹھہرائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام بُرے
دینوں سے علیحدہ تھے اور شرک نہ تھے۔
بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

۵۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ
بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
يَشَاءُ۔ (النساء۔ ۴۸)

بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اُس کا
کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے
نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے

شرک بمعنی کفر بھی استعمال ہوا ہے۔

۱۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ
حَتّٰی يُؤْمِنُوْا وَلَا اُمَّةٌ مُّؤْمِنَةٌ
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَ لَوْ
اَعْرَجَبَتْكُمْ وَلَا تَنْكِحُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يُؤْمِنُوْا
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ وَ لَوْ اَعْرَجَبَكُمْ
(بقرہ۔ ۲۲۱)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب
تک اسلام قبول نہ کریں اور بیشک
مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے
اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں
کے نکاح میں (مسلمان عورتوں کو) نہ
دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور
بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا
ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔

۲۔ مَّا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ
يَعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ ثٰلِثِيْنَ
عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ (التوبہ۔ ۱۷)

مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں
آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی
دے کر۔

ان آیات میں شرک سے ہر قسم کا کفر مراد ہے کیونکہ کسی بھی کافر اور کافرہ
سے مسلمان اور مسلمہ کو نکاح کی اجازت نہیں اور ہر مؤمن، ہر کافر سے بہتر ہے،
خواہ وہ کافر مشرک ہو، یا صرف کافر ہو نیز کوئی بھی کافر نہ مسجدیں تعمیر کرتا ہے،
نہ آباد کرتا ہے۔ کیونکہ شرک اور کفر میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی
کہ ہر شرک کفر ضرور ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کو مان کر چاند،
سودج، ستارے، آگ، پتھر، حیوان، انسان یا مخلوق کے کسی فرد کو لائق

عبادت سمجھے یا کسی اور صفت میں اُسے اللہ کے برابر جانے وہ مُشرک ہے اور بلاشبہ کافر ہے۔

لیکن جو سرے سے اللہ کو ماننا ہی نہ ہو اُسے ہم مُشرک نہیں کافر کہیں گے جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا
الَّذُنُوبُ نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا
يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الباقیہ ۲۴)

اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دُنیا
کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے اُڑتے ہیں
ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ۔

اس آیت میں دہریوں کا ذکر ہے جو موت و حیات اور دیگر معاملات میں
زمانے کو مؤثر مانتے ہیں اور اللہ قدّوس جلّ و علا جو کہ مؤثر حقیقی ہے اُس کا انکار
کرتے ہیں تو انہیں کافر کہا جائے گا، مُشرک نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض کافر اللہ کو خالق و مالک مان کر بتوں کو اُس کا
بشریک ٹھہرانے کی وجہ سے مُشرک تھے اور بعض سرے سے ہی خدا کے منکر تھے۔ جن کا ذکر
سورہ الباقیہ کی مذکورہ آیت میں ہے۔

نسبت کی چار اقسام ہیں :

(۱) نسبت تساوی (۲) نسبت عموم و خصوص مطلق (۳) نسبت عموم و خصوص
من وجہ (۴) نسبت تباین۔

نسبت تساوی | یہ ہے کہ دو کٹیوں میں سے ہر ایک دوسری کٹی کے
تمام افراد پر صادق آئے مثلاً انسان اور ناطق، ہر
انسان ناطق ہے اور ہر ناطق انسان ہے۔

نسبت عموم و خصوص مطلق | یہ ہے کہ دو کٹیوں میں سے ایک دوسری
کٹی کے تمام افراد پر صادق آئے لیکن

دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے جیسا کہ انسان اور حیوان۔ کہ ہر انسان حیوان (زندگی والا) ضرور ہے مگر ہر حیوان (زندگی والا) انسان نہیں۔

اسی طرح کفر اور شرک، کہ ہر شرک کفر ضرور ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔

نسبت عموم و خصوص من وجه | یہ کہ دو کلیوں میں سے ہر کوئی دوسری کے تمام افراد پر نہیں بلکہ بعض افراد پر

صادق آئیں۔ جیسے حیوان اور اسود (کالا) کہ نہ تو سب حیوان اسود ہیں اور نہ ہر اسود حیوان ہے، بلکہ بعض حیوان اسود ہیں اور بعض اسود حیوان ہیں۔

نسبت تباہین | یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر کوئی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے مثلاً :

انسان اور فرس (گھوڑا) کہ کوئی انسان فرس نہیں اور کوئی فرس انسان نہیں۔

بشرک کی حقیقت

بشرک کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح نہ سمجھا جائے یا اُس کے برابر نہ مانا جائے بشرک نہ ہوگا۔ اسی لیے کفار اپنے بتوں کو قیامت میں کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ اِذْ نُسُوْا يٰكُفُّوْا رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (الشعراء ۹۸، ۹۷)

خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے، جب کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

مخلوق کے کسی فرد کو اللہ تعالیٰ کے برابر جاننے کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو خدا کا جز مانا جائے یا ہم جنس ہونے کا دعویٰ کیا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو

اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور فرشتوں کے بارے میں
مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور اولاد باپ کی ہم جنس ہوتی
ہے۔ لہذا خالق و مخلوق کو ہم جنس ماننا اس لیے شرک ہے کہ ہم جنس ماننا برابری
کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے مشرکوں کا قرآن نے یوں رد فرمایا ہے:

(۱) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ

سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝

(انبیاء ۲۶)

اور بولے رحمن نے اولاد اختیار کی،

پاک ہے وہ، بلکہ (وہ فرشتے تو)

بندے ہیں عزت والے۔

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو،

حالانکہ اُسی نے ان کو بنایا اور اُس

کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں،

جہالت سے۔

اور یہودی بولے عزیر اللہ کا

بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح

اللہ کا بیٹا۔

اور اس کے لیے اس کے بندوں

میں سے جوڑ (مکڑا) ٹھہرایا بیشک

آدمی کھلا ناشکر ہے۔

کیا اُس نے اپنے لیے اپنی مخلوق

میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں

کے ساتھ خاص کیا۔

اور انھوں نے فرشتوں کو جو کہ

(۲) وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ

وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ

وَبَنَاتٍ يُبْعَثُ عَلَيْهِمْ

(الانعام - ۱۰۰)

(۳) وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ

ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ

ابْنُ اللَّهِ ... (التوبة - ۳۰)

(۴) وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادٍ

جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ

مُبِينٌ۔ (الزخرف - ۱۵)

(۵) أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ

وَاصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ۔

(الزخرف - ۱۶)

(۶) وَجَعَلُوا الْخَلَائِكَةَ

الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ رحمن کے بندے ہیں - عورتیں
إِنَّا شَاطِئُ (النزف - ۱۹) ٹھہرایا۔

شُرک کی ایک اور صورت

یہ عقیدہ رکھنا کہ کائنات کے ذرے ذرے کا مالک و خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے نظام کو سنبھالنے کے لیے ناکافی ہے۔

اُس نے اپنی مخلوق میں سے بعض افراد کو انتظامِ عالم کے لیے خاص کر لیا ہے اب یہ افراد خلقِ جن کو اللہ نے نظامِ عالم کے لیے چنا ہے یہ مخلوق ہونے کے باوجود خالق پر حکم چلا سکتے ہیں اگر ہماری سفارش و شفاعت کر دیں تو اللہ کو مجبوراً و مرغوباً ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ چاہے نہ چاہے یہ ہمارے حالات سنوا سکتے ہیں۔ خالق ان کو راضی رکھنے کا پابند ہے، وگرنہ اُس کا نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے جس طرح کہ ملکی نظام کے لیے ممبرانِ اسمبلی کہ وہ ملک کی رعایا ہونے کے باوجود امورِ مملکت میں ایسے دخل ہوتے ہیں کہ اُن کی تدبیر و تجویز سے ملک کا نظام چلتا ہے یہ وہ شرک ہے جس کا عرب کے مشرکین ارتکاب کرتے تھے اُن کے اس عقیدے کا قرآنِ کریم یوں رد فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهِ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذَّلٰلِ وَكِبَرُهُ تَكْبِيرًا ۝ (بنی اسرائیل آخری آیت)

اور فرماؤ سب خوبیاں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے لیے اولاد نہ بنائی اور نہ اُس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور کمزوری سے کوئی اُس کا حمایتی نہیں۔

کفار و مشرکین اپنے بتوں و د، یغوث، لات، منات و غزنی کو نہ صرف یہ کہ نظام کائنات میں دخیل و سہیم مانتے تھے بلکہ اُن کی عبادت بھی کرتے تھے اور بر ملا کہتے تھے :

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط (الزمر-۳)
ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔
یوں وہ شرک کا ارتکاب کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کا خالق، مالک و رزاق مانتے تھے۔ ملاحظہ ہوں آیات قرآنیہ۔

- (۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَاَنۢىۤ يُوَفُّكُمْ وَاۡنَ ۝ (عنکبوت-۶۱)
(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَآحْيَا بِهٖ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔ (عنکبوت-۶۳)
(۳) قُلْ مَنْ يَّرۡزُقُكُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنۡ يَمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنۡ يُّدۡبِرُ الْاُمۡرَ فَسَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ
- اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اونر سے جاتے ہو۔ اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ کس نے اُنار آسمان سے پانی پس اُس (پانی) کے ذریعہ مردہ زمین زندہ کر دی۔ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا۔ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں

أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ (يونس - ۳۱)
 (۴) قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
 سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَعْلَمُونَ
 تَذَكَّرُونَ ۝ (المؤمنون - ۸۵)

(۵) قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ
 السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝
 سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (المؤمنون - ۸۶)
 (۶) قُلْ مَنْ ذَا بِيَدِهِ مَلَكُوتُ
 كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ
 عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
 سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ
 فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ۝

(المؤمنون - ۸۷)

(۷) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ
 خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝
 (الزخرف - ۹)

گے کہ اللہ تم فرماؤ تو پھر کیوں نہیں ڈرتے۔
 تم فرماؤ کس کی ملکیت ہے زمین اور
 جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔
 اب کہیں گے کہ اللہ کی (ملکیت میں ہے)
 تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

تم فرماؤ کون مالک آسمانوں کا
 اور مالک بڑے عرش کا اب کہیں
 گے اللہ تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔
 تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو
 اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف
 کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تمہیں علم
 ہو اب کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان
 ہے تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب
 میں پڑے ہو۔

اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ
 آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور
 کہیں گے کہ انہیں بنایا اُس عزت
 والے علم والے نے۔

غلط اندازِ فکر

جو لوگ قرآن و حدیث کو دیانت داری سے ”بالاستیعاب“ نہیں

پڑھتے آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ میں حقیقت اور مجاز کا فرق کیے بغیر کہہ دیتے ہیں کہ جو صفت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قرآن و حدیث میں بیان ہو گئی ہے، عام افرادِ خلق تو کیا انبیاء و اولیاء کے لیے بھی اگر استعمال کی جائے تو یہ کھلا شرک ہے۔ خالق کی کسی صفت کو مخلوق کے کسی فرد میں ماننے والا مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تفصیل میں جانے سے قبل یہاں چند اشارے درج کیے جاتے ہیں، جن سے واضح ہو گا کہ بعض کلماتِ صفاتیہ خالق و مخلوق کے لیے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر استعمال کیے گئے ہیں جو خود خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے لیے بیان فرمائے، مثلاً کلمہ عظیم کو ہی لیجیے۔

قرآنِ پاک میں ”عظیم“ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے عظمت اُس کی صفت ہے۔ اب اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض حضرات نے وضع کر لیا ہے کہ خالق کی کوئی بھی صفت انھیں کلمات کے ساتھ مخلوق پر بولنے سے آدمی مُشرک ہو جاتا ہے تو ”عظیم“ کسی اور کو کہنے سے شرک لازم آنا چاہیے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی قرآنِ پاک جس میں آیا ہے کہ ”اللہ عظیم“ ہے۔ اسی قرآنِ پاک میں عَذَابٌ عَظِيمٌ یعنی عذاب کو بھی عظیم کہا گیا۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ شرک کو بھی ظلم عظیم کہا گیا۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ عرش کو بھی عظیم کہا گیا، وَلَهُمَا عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ ملکہ بلقیس کے تخت کے لیے بھی عظیم کا لفظ استعمال ہوا۔

قرآنِ پاک میں رَوْفٌ رَحِيمٌ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ یہی دونوں نام آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سرورِ حضور پر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی قرآنِ پاک میں آئے ہیں سَمِيعٌ بَصِيرٌ

اللہ قدوس ہے اسی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا ہے۔ اللہ عز و جل کے صفاتی نام مولیٰ اور ولی متعدد بار قرآن پاک میں آئے ہیں۔

اسی قرآن پاک میں کلمہ مولیٰ جبریل امینؑ اور اولیاء کرام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو بھی ولی سے متعارف کرایا گیا ہے۔ اسی قرآن پاک میں حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام آئے ہیں۔ اسی قرآن پاک میں یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں حَفِیْظٌ اور عَلِیْمٌ ہوں۔

قرآن پاک میں ہے کہ اللہ حَیٌّ (زندہ) ہے یہی قرآن پاک بتاتا ہے کہ یَحْیِیْکُمْ وہ تمہیں زندہ کرتا ہے اب جن کو زندگی ملی وہ بھی زندہ، اللہ بھی زندہ۔ نَصِیْرٌ (مددگار)، اگر اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن پاک میں آیا ہے تو مخلوق کے لیے بھی، بلا شک و شبہ صحت، تندرستی، رزق اور اولاد دینے والا اللہ ہے مگر اسی قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ

جبریل امین علیہ السلام جناب مریم کو فرماتے ہیں اِلٰهَبْ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا۔ (میں اس لیے آیا ہوں) کہ تجھے ایک سقراطیادوں۔

قاری بن منصف مزاج آپ غور فرمائیں اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض لوگوں نے اپنا رکھا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہر صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہو وہ کسی حال میں بھی مخلوق کے لیے ماننا شرک ہے تو وہ مذکورہ صفات کے بارے میں کیا کہیں گے جو خالق کے لیے بھی آئی ہیں اور مخلوق کے لیے بھی۔

آنکھیں بند کر کے فتویٰ شرک صادر کر دینا۔ حقیقت و مجاز کے فرق کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا، نہ ذاتی و عطائی کے مفہوم کو فانی و غیر فانی کی تمیز کرنا، نہ

محدود و غیر محدود کی مستقل و عارضی کا فرق کرنا، نہ متناہی و غیر متناہی کا، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ علم کے نام پر جہالت کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔ بے عیب و لاریب قرآن پاک کا سنگین مستحضر نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہی معیار شرک ہے جس کا توحید کی آڑ میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے پھر تو ایسے بد نصیب حضرات کے نزدیک معاذ اللہ تم معاذ اللہ پورا قرآن بشر کی تعلیمات پر مشتمل سمجھا جائے گا۔ حضرت ہبریل امین علیہ السلام بھی معاذ اللہ شرک جیسے گھناؤنے جرم میں ملوث سمجھے جائیں گے جو ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کرام کے صحابی ہیں۔ حامل وحی الہی ہیں وہ حضرت مریم سے کہتے ہیں (میں اس لیے آیا ہوں) کہ تجھے سٹھرا بیٹا دوں۔

کیا ہزاروں مرتبہ توحید کی عظمت پر مشتمل وحی لے کر رُسل عظام و انبیاء کرام کے پاس آنے والے مکرم و مقرب فرشتے کو بھی توحید و شرک کی کوئی خبر نہ تھی (معاذ اللہ) یہ کیا دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے کہ شرک جو ظلم عظیم اور ناقابل معافی جرم ہے ایسے مسلمانوں کے سر عقوباد یا جائے جو بربلا کہتے ہیں کہ اللہ عز و جل کی عطا کیے بغیر کوئی ہستی کائنات میں کسی ایک ذرے تک کی مالک ہے نہ اس میں تصرف کی مجاز اور اس کے دیئے بغیر کسی کو ایک ذرے تک کا علم نہیں۔ بلکہ وہ علم جو مخلوق کے پاس ہے اُسے علم خالق سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرے کو سمندر سے ہے اور مخلوق میں سے کوئی ہستی خواہ کتنی محترم و محترم کیوں نہ ہو اُسے لائق عبادت سمجھنے والا کافر مشرک اور دائیہ اسلام سے خارج ہے ایسے مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے والوں کے بارے میں ہی کسی نے کہہ ہے

بڑے عیار ہیں جو جھوٹ کو سچ کر دکھاتے ہیں

حقیقت کا بڑی چالاکیوں سے منہ پھڑاتے ہیں

یہ کیسی بے دریغانہ ہے جرأت کیسی ظلمت سے!

اہل حق پہ شرک کا بہتان لگاتے ہیں

صفات خالق و مخلوق

حمد (تعریف)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(۱) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ (ناتحہ - ۱)

(۲) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ - (انعام - ۱)

(۳) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ -

(قصص - ۷۰)

(۴) قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا
لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ
رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝

(کہف - ۱۰۹)

(۵) وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ
مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ
يَمْدُهُ مِنْ بَعْدِ سَبْعَةِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس
نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو۔
وہی ہے اللہ کہ ہمیں معبود کوئی سوائے
اُس کے اُسی کی تعریف ہے دنیا
اور آخرت میں۔

تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں
کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم
ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں
ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی (ایک
اور سمندر) اس کی مدد کو لے آئیں۔
اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں
سب قلمیں بن جائیں اور سمندر
سیاہی ہو۔ اس کے پیچھے سات سمندر

أَبْحُرِّمًا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

(لقمن - ۲۴)

(۶) قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ دَبْلٌ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ (لقمن - ۲۵)

(۷) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ
مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ
وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

(سبا - ۱)

(۸) وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ
الْحَمِيدِ ۝ (سبا - ۶)

(۹) وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ (صافات - ۱۸۲)

(۱۰) فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ
وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(جاثیہ - ۳۶)

(۱۱) لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(تغابن - ۱)

اور توالد کی باتیں (تعریفیں) ختم نہ
ہوں۔ بیشک اللہ عزت والا،
حکمت والا ہے۔

تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ
ان میں اکثر جانتے نہیں۔

سب خوبیاں اللہ کو کہ اُسی کی ملکیت
ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
زمین میں اور آخرت میں (بھی) اُسی کی
تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا
خبردار۔

اور عزت والے سب خوبیوں سر ہے
کی راہ بتاتا ہے۔

اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان
کارت ہے۔

توالد ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں
آسمانوں کا رب، اور زمین کا رب۔

سارے جہان کا رب۔
اُسی کا ملک ہے اور اُسی کی تعریف
اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قارئین محترم! مذکورہ آیات معظمہ میں یہ حقیقت خوب آشکار ہے کہ

سب تعریفیں اللہ قدوس جلّ مجدہ الکریم کے لیے ہیں وہی سب خوبوں کا مالک ہے۔ اور ہر قسم کی تعریفوں کے لائق وہی پروردگار، لَمْ یَزَلْ ہے، نیز تمام خوبیاں اُسی کو زیبا ہیں۔ اگر معیارِ شرک یہی ہے جو بعض لوگوں نے وضع کر رکھا ہے کہ جو وصف خالق کے لیے مستعمل ہے وہ مخلوق کے لیے استعمال کرنا شرک ہے تو پھر کسی کی بھی تعریف کرنا اور اس کے اوصاف کو ماننا شرک ہونا چاہیے؟ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں بڑی وضاحت سے ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لیے ثابت ہیں کیا کسی اور کی تعریف بھی اس میں ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہوں: مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کا معنی ہے بار بار تعریف کیا گیا یا جس کی خوب تعریف ہوتی ہے۔

قَارِئینِ کرام! جس قرآن سے ثابت ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اُسی قرآن میں خالق ارض و سما نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مُحَمَّدٌ کہا جس کا مطلب ہے خوب تعریفوں والا۔ اب آپ خود سوچیے کہ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اور اگر یہ شرک نہیں اور یقیناً نہیں تو اہل سنت کو مُشرک کیوں ٹھہرایا جاتا ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ از خود فرماتا ہے کہ سب تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور پھر خود ہی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی تعریف و توصیف بھی کرتا ہے:

نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ (الانفال - ۴۰)

کیا اسی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار

قرآن کریم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کلمہ نِعْمَ کے ساتھ ہے اسی قرآن پاک میں اسی کلمہ نِعْمَ کے ساتھ اُس کے بندوں کی تعریف بھی کی

گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات قرآنیہ :

(۱) وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ
نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

(ص - ۳۰)

(۲) نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

(ص - ۲۲)

(۳) وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِيَ الْأَيْدِي
وَالْأَبْصَارِ ۝

(ص - ۴۵)

(۴) وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ
الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ۝

(ص - ۴۷)

(۵) وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ۝
جناب اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرنے کا حکم دے کر فرمایا:
اور سب اچھے ہیں۔

(ص - ۴۸)

غور فرمائیں جس قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے
لیے ہیں اُسی قرآن میں اللہ کے مقرب بندوں کی کیسی کیسی تعریفیں کی گئی
ہیں مزید پڑھیے اور ایمانی تقویت میں اضافہ کیجئے۔

اللہ قدوس نے انبیائے کرام حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت
ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا،

حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یونس، اور حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا سورۃ الانعام کی آیت ۸۶ تا ۸۷ میں ذکر فرماتے ہوئے محسنین، صالحین اور جہانوں پر فضیلت والے قرار دیا، کیا یہ تعریفیں نہیں ہیں؟

اسی طرح مقام محمود جس مقام پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے تو سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے اسی بنا پر اس کا نام مقام محمود ہے۔

دنیوی معاملات کو ہی لیجئے، صبح سے شام اور شام سے صبح تک، دوکانوں، بازاروں اور گھروں میں اشیائے صرف مثلاً کپڑوں، کاروں اور کوٹھیوں اور الغرض بے شمار اشیاء کی تعریف کی جاتی ہے۔

کیا اُس وقت کسی فرزندِ توحید کو غیرت آتی ہے کہ دُنیا کو یہ بتائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ تم اُس کی پیدا کردہ چیزوں کی، اُس کی مخلوق بلکہ اُس کی مخلوق کی مصنوعات کی تعریف کر کے کیوں شرک کا ارتکاب کرتے ہو؟ کاش کوئی اس بات کو سمجھے۔

جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کار جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

مَوْلٰی

(۱) بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ.... بلکہ اللہ تمہارا مَوْلٰی ہے۔

(آل عمران - ۱۵۰)

(۲) شَرُّدُوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمْ
الْحَقِّ۔ (الانعام - ۶۲)

(۳) أَنْ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ
الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ
(الانفال - ۴۰)

(۴) هُوَ مَوْلَانَا... (التوبہ - ۵۱)

(۵) هُوَ مَوْلَاكُمْ... (حج - ۷۸)

(۶) وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ... (تحریم - ۲)

(۷) أَنْتَ مَوْلَانَا... (بقرہ - ۲۸۶)

(۸) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى

الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ

لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ (محمد - ۱۱)

پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے
مولیٰ کی طرف.....
پس جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔
تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی
اچھا مددگار۔

وہ ہمارا مولیٰ ہے۔

وہ تمہارا مولیٰ ہے۔

اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

تو ہمارا مولیٰ ہے۔

یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ
ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ
نہیں۔

قرآن عظیم کی ان آیات مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ مولیٰ اللہ
ہے مولیٰ اُس وَحْدَہ لا شَرِیک کا صفاتی نام ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ (بخاری کتاب المغازی)

اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

لَا يَقُلُ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمْ اللَّهُ عَزَّ وَ

جَلَّ۔ (مسلم کتاب الالفاظ) کوئی غلام اپنے آقا کو "میرا مولیٰ" نہ کہے کیونکہ

بے شک تم سب کا مولیٰ اللہ عز و جل ہے۔

قارئین کرام! آئیے دیکھیں کیا مخلوق میں بھی کوئی مولیٰ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کسی کو اپنا مولیٰ ماننا، جاننا اور کہنا شرعاً کیسا ہے؟
اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ
ذَلِكَ ظَاهِرُونَ (التحریم - ۴)

تو بیشک اللہ اُس کا مولیٰ ہے اور
جبریل اور نیک ایمان والے۔ اور
اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔
دیکھیے قرآن پاک نے اللہ کو بھی مولیٰ کہا اور جبریل اور صالح مومنین کو بھی
اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا
ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ
مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ
وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهُ
عُمَرُ بَعْدَ ذَلِكَ
فَقَالَ لَهُ هِنِيئًا يَا ابْنَ
أَبِي كَهْلِبٍ أَصْبَحْتَ وَ
أَمْسَيْتَ مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ
وَمُؤْمِنَةٍ -

(مشکوٰۃ ص ۵۶۵)

جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کے علی
مولیٰ ہیں۔ اے اللہ تو محبت فرما
اُس سے جو علی سے محبت رکھے
اور دشمنی فرما اُس سے جو علی سے
دشمنی رکھے۔ پس اس کے بعد حضرت
علی کو حضرت عمرؓ نے فرمایا مبارک ہو
اے ابوطالب کے بیٹے آپ کی صبح و
شام اس حالت میں ہوتی ہے کہ آپ
ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کے
مولیٰ ہوتے ہیں۔

ابو امامہ ابن سہل سے روایت ہے
کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اللَّهُ وَ
 رَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا
 مَوْلَى لَهُ - (بلوغ المرام ص ۲۱)

رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ
 اللہ اور اس کا رسول جلالہ و
 صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے مولیٰ ہیں
 جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو۔

غور فرمائیے اگر قرآن و حدیث میں لفظ مَوْلَى اللہ کے لیے آیا ہے تو اُس
 کے محبوب و مقبول بندوں کے لیے بھی آیا ہے۔
 اور تو اور مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود بھی تو اپنے مذہبی رہنماؤں کو
 مولانا کہتے ہیں، لکھتے ہیں اُن کی تحریریں و تقریریں شاہد ہیں۔
 تو کیا جب یہ لوگ اپنے اکابر کو اپنے عام علماء کو مولانا کہتے ہیں، یا اُن کے
 ناموں کے ساتھ اشتہارات پر مولانا لکھتے ہیں تو کیا اُس وقت قرآن پاک کی یہ
 آیات جن میں اللہ کے مَوْلَى ہونے کا ذکر ہے یہ بھول جاتی ہیں یا اُس وقت
 یہ آیات قرآن پاک سے پرواز کر جاتی ہیں یا اُس وقت معیارِ توحید و شرک
 بدل جاتا ہے؟ یہ ظلم و جہل کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے کہ
 اللہ کریم عز و جل کی کوئی صفت یا اُس کا صفاتی نام انبیاء و اولیاء پر
 بولا جائے تو یہ شرک ہو۔

اور اپنے مولویوں کے ساتھ لکھیں تو عین توحید ہو، یہ کیا غضب ہے
 کہ ایک صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانیں یا کہیں تو شرک کے
 فتوؤں کی بوجھائیں شروع ہو جائیں اور اگر وہ ہی لفظ یا صفت اپنے مولویوں
 کے ناموں کے ساتھ لکھیں اور عام جلسوں میں پکار پکار کر کہیں تو عین اسلام
 و اصل ایمان ہو؟

کیا اُمت کی خاطر خلوتوں اور جلوتوں میں رو رو کر دعائیں مانگنے والے۔ اور غاروں کی تنہائیوں میں اُمت کی بخشش و مغفرت کے لیے اُسو بہانے والے اور تمام اُخروی کٹھن منازل میں نفسی نفسی کی بجائے رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي پکارنے والے سے محبت و وفا کا یہی طریقہ ہے جو اپنایا جا رہا ہے، سچ کہا ہے کسی نے :

۵ رنگت ہے نزاکت ہے لطافت ہے مگر حریف
اک بوئے وفا یہ گل رعنا نہیں رکھتے
دیگر آیات کی طرح مولیٰ والی آیات میں جو کہا جاتا ہے کہ خالق کے مولیٰ ہونے کا اور معنی ہے مخلوق کے مولیٰ ہونے کا اور مفہوم ہے یہی تقسیم معنوی اُس وقت قبول کیوں نہیں کی جاتی جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غیب جاننے کا مفہوم اور ہے مخلوق کے غیب جاننے کا اور کہ خالق ذاتی طور پر جانتا ہے مخلوق عطائی طور پر۔ اُس کا علم غیر محدود اور مستقل ہے مخلوق کا علم محدود اور عارضی۔ وہ مشکلوں کو دور کرنے کی ذاتی طور پر مستقل قدرت رکھتا ہے، اُس کے بندوں کو تصرف اور شکل کشائی کی طاقت جو ملتی ہے اُسی کی بارگاہِ صمدیت سے ملتی ہے۔ دیگر تمام مسائل میں بھی اگر یہی معنوی فرق کر لیا جائے تو پھر بحثوں اور مناظروں میں سڑکرانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

عزیز

عزیز اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کا صفاتی نام ہے عزت اُس کی صفت ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ (بقرہ ۲۲۰)

(۲) فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا۔ (نساء ۳۹)

(۳) فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا۔ (فاطر ۱۰)

بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔
تو بیشک عزت ساری اللہ کیلئے ہے۔
پس اللہ کے لیے ہی ساری عزت ہے۔

(۴) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (آل عمران - ۱۸۱۶)
 (۵) إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ (ہود - ۶۶)
 (۶) سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (صفت - ۱۸۰)
 ان آیات مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اللہ قدوس عزیز ہے، ہر قسم کی عزت و عظمت اُسی کو زیبا ہے۔ ساری کی ساری عزت اللہ کے لیے ہے۔

اب آئیے دیکھیں کہ عزت کسی اور کے لیے ماننا یا جاننا کیسا ہے۔ یہی قرآن جس میں آیا ہے کہ ہر قسم کی عزت اور ساری کی ساری عزت اللہ کریم کے لیے ہے ہاتھ اٹھا کر خدائے بزرگ و برتر سے حق فہمی کی توفیق طلب کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

یہی قرآن رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی عزت و اشکاف الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (المنافقون - ۸)
 اور عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے۔ مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اب دل پر ہاتھ رکھ کر، دماغ پر زور دے کر اور خدائے سرور سے حق قبول کرنے کی توفیق مانگ کر سوچئے کہ :

جن باتوں کو وجوہ شرک قرار دے کر لوگوں نے مسلمانوں کو مشرک کہنا

شروع کر رکھا ہے اگر وجوہ شرک یہی ہیں تو کیا قرآن شرک سے بچتا ہے ؟
 کتنے کج فہم ہیں وہ لوگ کہ مسلمانوں کو الزام شرک دینے سے نہیں رکتے
 خواہ اُن کی مزعومہ شریکہ آلودگیوں کی پیٹ میں قرآنی تعلیمات بھی آجائیں۔
 ملاحظہ فرمائیے اللہ کریم فرماتا ہے :

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا
 وَنَذِيرًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَتَعَزَّزُوا وَتُوقِرُوا وَ
 تُسَيِّحُوا بِكُرَّةٍ وَأَصِيلَةٍ
 (الفتح ۵۹)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر
 و ناظر اور خوشی اور ڈر سنانا تاکہ اے
 لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان
 لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔
 اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:
 اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حرمت و توقیر کو واجب قرار دیا
 ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تکریم و تعظیم کو لازم قرار دیا۔
 (شفا شریف جلد دوم صفحہ ۲۸)

مکتبہ۔ مذکورہ آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے وَتَعَزَّزُوا وَتُوقِرُوا
 پھر اس کے بعد عبادت کا ذکر ہے۔

مذکورہ ترتیب سے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ ایمان
 مقدم ہے یعنی ایمان کے بغیر تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نامقبول ہے اور
 تعظیم رسول کے بغیر ساری عبادتیں۔ نماز و ذکر، روزے و خیرات سب بیکار
 و بے وقعت ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ
فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝

(الحج - ۳۲)

شعائر اللہ اللہ کے دین کی نشانیوں کو کہتے ہیں (جلالین صفحہ ۲۳)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ
شَعَائِرِ اللَّهِ - (البقرہ)

بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں میں سے ہیں۔
صفا و مروہ کو قدرت نے شعائر اللہ کا نام دیا۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم
کرنے والوں کے دلوں میں دولت تقویٰ کی موجودگی کا قرآن میں اعلان بھی
فرما دیا تو واضح ہو گیا کہ جن پہاڑوں پر سیدہ باجرہ رضی اللہ عنہا نے قدم لگائے
اپنے فرزندِ ارجند کے لیے پانی کے حصول کے لیے جہاں دوڑیں لگائیں۔ اللہ
کریم نے اُن پہاڑوں کی عزت و تعظیم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

بلاشبک و شبہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ ساری کی ساری عزت اللہ کے
لیے ہے مگر یہی قرآن رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تعظیم کا پورا لحاظ
نہ رکھنے والوں کا یوں ذکر کرتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ
مِنْ دَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ۝ (الحجرات - ۴)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے
باہر آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثر
بے عقل ہیں۔
اور اگر وہ صبر کرتے کہ تم آپ اُن کے
پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کیلئے

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى
تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ طَوَّاتٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(الحجرات - ۵)

غور فرمائیے کیسا حسین ادب سکھایا جا رہا ہے کہ دربارِ نبوت میں حاضر ہونے والوں جس طرح اور لوگوں کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر ان کو آوازیں دے کر بلا تے ہو، یہاں ایسا مت کرو۔

کہیں حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔
ذوقِ ایمان کہتا ہے کہ آوازیں دینے والوں کو اس لیے بھی روکا گیا کہ آوازیں اُسے دی جاتی ہیں جو بے خبر ہو۔

میرا حبیب بے خبر نہیں جب آگئے ہو تو خاموشی سے درِ نبوت پر کھڑے ہو جاؤ اور محبوب کے خود باہر تشریف لانے کے انتظار میں دروازہ اقدس پر نظریں جمائے رکھو۔ تمہارے لیے یہ بڑی سعادت و برکت کا سبب ہے۔
عزت و تکریمِ نبوی پر مشتمل کچھ احادیثِ مبارکہ بھی پڑھیے اور گلشنِ ایمان میں بہارِ دلکش کے تازہ جھونکوں کا نظارہ کریں۔

اور دل کی انتہاء گہرائیوں میں یہ بات بٹھالیجئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ توحید و سنت کے مسئلے کو اور شرک و بدعت کی حقیقت کو ساری امت میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ انھوں نے باوجود اس بات کے کہ قرآنی آیات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت و رسالت سے سنا ہے اور خوب سمجھا ہے کہ ہر قسم کی عزت و عظمت اللہ کریم کے لیے ہے۔ ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے انھوں نے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوقِ مبارک کو ہاتھوں میں لے کر کس طرح

اپنے حسین و جمیل چہروں پر ملتے تھے، آپ کے وضو دالے پانی کو کس طرح کوشش سے حاصل کر کے چہروں اور جسموں پر ملتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کہ مسلمان نہیں تھے مقام مدینہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے حاضر ہوئے، اس موقع پر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شمع رسالت کے پروانوں کو بھی دیکھا اور ان کے حسن ادب کو بھی۔

وایسی پر کفار مکہ کے سامنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تعظیم نبوی اور حسن ادب کا منظر ان الفاظ میں بیان کیا۔

وَاللّٰهُ لَقَدْ وَفَدَتْ عَلَى
الْمُلُوكِ وَفَدَتْ عَلَى قَيْصَرَ
وَكِسْرَى وَالتَّجَاشَى وَاللّٰهُ اِنَّ
رَاٰیْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ
اصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُ اصْحَابُ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
وَاللّٰهُ اِنْ تَنَخَّمْ نَخَامَةً اِلَّا
وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ
فَدَلَّكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ
وَإِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا امْرَءًا
وَإِذَا تَوَضَّأُوا كَادُوا يَتَّقَتِلُونَ
عَلَى وَضُوْعِهِمْ وَإِذَا تَكَلَّمُوا

خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں
میں وفدے کر گیا۔ میں قیصر و کسری اور
نجاشی کے درباروں میں گیا۔ اللہ کی
قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں
دیکھا کہ اُس کے ساتھی اُس کی اس
طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔
خدا کی قسم جب وہ ہتھوکتے ہیں تو اُن کا
ہتھوک کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی
گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور جلد
پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم
دیتے ہیں تو اُن کے صحابہ فوراً تعمیل

خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ
وَمَا يُحَدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ
تَعْظِيمًا لَهُ -

(بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۹)

کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں
تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُنکے
وضو والا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے
لڑنے جھگڑنے پر اتر آئیں گے اور
جب اُن کی بارگاہ میں کوئی بات کرتے
ہیں تو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں
اور تعظیماً اُن کی طرف آنکھ بھر کر نہیں
دیکھتے۔

نظر اِیمانی سے دیکھیے! صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کہ رُشد و ہدایت کے
درخشاں ستارے ہیں کس طرح سوجان سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی
عزت و تکریم و تعظیم کرتے ہیں۔

دیکھیے! تھوک کو انسان طبعی طور پر ناپسند کرتا ہے مگر صحابہ کرام علیہم
الرضوان دین اقدس سے نکلے ہوئے تھوک مبارک کو کیسا متبرک جانتے ہیں۔
کیسا حُسن ادب ہے صحابہ کرام کا کہ ایک مخالفت رکھنے والا شخص جو ہنوز مسلمان
نہیں ہوا وہ بھی صحابہ کرام کے حُسن ادب و تعظیم نبوت کے حسین جلوؤں کو بیان
کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

۷ سینے بھی صاف اُن کے ایماں بھی منور تھا

خوشبوئے محبت سے ہر سانس معطر تھا

اے دُنیا سیکھ ادب سرکار کے یاروں سے

کہ ہر ایک صحابی ادب و تعظیم کا پیکر تھا

حضراتِ محترم! مقامِ حدیبیہ پر تعظیم و تکریم کے جو جلوے

عروہ بن مسعود نے دیکھے آپ تصور کی آنکھ سے دیکھیں اور غور کریں کہ کیا اس اندازِ تعظیم کا اُس کے بارے میں تصور بھی کیا جاسکتا ہے جس کو صرف بڑے بھائی کا درجہ حاصل ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ”وہ ہمارے بڑے بھائی ہوئے ہم اُن کے چھوٹے۔“ (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

انصاف سے فرمائیے کیا ایسی تعظیم اس کو زیبا ہے جس کی سرداری محض کسی گاؤں کے زمیندار جیسی ہو جیسا کہ کہا گیا ہے، جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۶)

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں :

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ حُمْرَاءَ مِنْ أَدِيمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ دَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَذِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ -

ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے ابطح مقام پر دیکھا جب کہ آپ چمڑے کے سرخ نیمے میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انھوں نے آپ کے وضو والا استعمال پانی ایک برتن میں لیا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اُس طرف دوڑ رہے تو جس کو اُس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اُس نے اس کو (اپنے چہرہ وغیرہ پر) مل لیا، اور جس کو کچھ نہ ملا اُس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

(بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۷۴)

کیا خوب فرمایا امام اہل السنۃ والجماعۃ الشاہ احمد رضا خاں فاضل

بریلوی نور اللہ مرقدہ نے

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پر مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے مُنکر تو مرے دل سے
حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی نے تعظیماً وہ خون مبارک پی
لیا جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر سے پچھنے لگنے پر نکلا تھا۔ تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذْ هَبْتُ فَقَدْ أَحْرَرْتُ نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ (خصائص کبری جلد دوم ص ۲۵۲)
(جاتو نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کر لیا، حالانکہ شرعی مسئلہ ہے کہ ہر جاندار کا خون حرام ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ حَوْلَهُ كَأَنَّمَا
عَلَى رَأْسِهِمُ الطَّيْرُ
میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ میں حاضر ہوا آپ کے صحابہ
آپ کے گرد حلقہ بنائے یوں
(ادب و تعظیم) سے بیٹھے تھے گویا
کہ اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔

شفا شریف - (جلد ۲ ص ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ
يَحْلِقُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ
تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ -
میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس حال میں کہ ایک
شخص سر مبارک سے بال اُتار رہا
تھا اور صحابہ آپ کے گرد گھیر ڈالے
ہوئے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ
آپ کا ایک بھی بال کسی کے ہاتھ کے
بجائے زمین پر گرے۔

(مسلم جلد دوم ص ۲۵۶)

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح العامری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لَا تُكُونُ عِنْدِي شَعْرَةٌ
مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا
فِيهَا۔ (بخاری جلد اول ص ۲۹) پیارا ہے۔

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق مبارک اور خون مبارک
اور بال مبارک کو عز و شرف سے دیکھنے والوں نے کیا قرآن کی وہ آیات نہیں
پڑھی تھیں جن میں ذکر ہے کہ سب عزت اللہ کے لیے ہے۔

فرض محال صحابہ کی نظر ان آیات پر نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی منع
فرمادیتے کہ تم نے یہ کیا طریقہ شروع کر رکھا ہے۔

کہ جن چیزوں کو طبیعت انسانی ناپسند کرتی ہے۔ جن اشیاء سے انسان کے
مزاج کو گھن آتی ہے تم ان کے حصول کے لیے بھی ٹوٹ ٹوٹ پڑتے ہو۔ پتروں
اور جسموں پر ملتے ہو۔ اگر کوئی بد بخت بارگاہ نبوت پر لب کشائی کی جرأت کرتے
ہوئے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا نہیں کیا کہ صحابہ کرام کو نہ روکا، تو کیا
کہے گا اُس رب قدوس عزوجل کے بارے جس نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ
وسلم کو تنبیہ نہ فرمائی کہ اے حبیبِ رتو، توحید کا سب سے بڑا داعی ہے اے رسول
مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو بھول گیا ہے کہ قرآن مجید میں عزت و عظمت تو میرے
لیے ثابت ہے اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی عزت کو دار ہا ہے نہ صرف
اپنی بلکہ اپنے حقوق، بال، خون وغیرہم کی کثرت سے عزت و تعظیم ہوتی دیکھ
کر بھی خاموش ہے اگس معیارِ شرک وہی ہے جو توحید کے دعویداروں نے وضع
کیا ہے تو انصاف سے بتائیے اس کا دائرہ کہاں تک وسیع ہوتا ہے اور کس
کس ہستی پر اس کی زد پڑتی ہے۔

ساقی کا احترام تو لازم تھا لے صبا
ہر ہر قدم پہ لغزش بے جا نہ کیجئے
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ :

كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَعُونَ بَابَهُ
کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا
صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارکہ
پر اپنے ناخنوں سے دستک دیا کرتے تھے
(الشفاشریف)

اگر غور و فکر کی تمام تر قوتیں مفلوج نہیں ہیں !! اگر حقائق سے چشم پوشی
آپ کی عادت نہیں ہے اگر آپ آیات قرآنیہ کو آپس میں ٹکرائے کے خواہاں
نہیں ہیں اور اگر آپ احادیثِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں
مطابقت کی طلب میں ہیں تو سوچیے کہ صحابہ کرام اس سے بے خبر تھے ؟ کہ عزت و
عظمت تو صرف اللہ قدوس کو زیبا ہے۔ وہ تو اللہ کریم کی کروڑوں، اربوں نعمتوں
سے عظیم نعمت اور بے مثال دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے نور کے ایک
ایک بال کو سمجھتے ہیں۔

بنظر ایمانی فیصلہ فرمائیے کہ جنہوں نے مکتب نبوی میں علم حاصل کیا اور
جن کو توحید و شرک کا مطلب خلق کے مُعَلِّمِ اعْظَمُ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سمجھایا۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ جو صفت اللہ کے لیے مستعمل ہو وہ
کسی کے لیے بھی ماننا شرک ہے ؟

صحابہ کبھی تو اللہ و رسولہٗ اَعْلَمُ کہہ کر علم الوہیت و علم رسالت کو
بیان کرتے ہیں، کبھی آپ کے ہتھوک خون اور بالوں کے احترام و تعظیم میں کمر بستہ
نظر آتے ہیں۔

ایسے حضرات جن کے خود ساختہ شرک سے قرآن بچتا ہو نہ حدیث،

اور نہ ہی ایمان و عمل کی جیتی جاگتی تصویریں صحابہ کرام محفوظ رہتے ہوں۔ ان کو اپنی فکر نارسا پر رونا چاہیے جو آنکھیں بند کر کے مسلمانوں کو مشرک بنانے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

ابھی وقت ہے، ضد، حسد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنے ایمان کو انوار و تجلیاتِ الہیہ و مصطفویہ سے منور کر لینا چاہیے بصورتِ دیگر خسرانِ دنیا و آخرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور قیامت میں سوائے پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

وقت پر کافی ہے قطرہ ابرخوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

نَصِيرُ (مدد کرنے والا)

یہ بھی اللہ قدوس عز و جل کا صفاتی نام ہے اور مدد کرنا اس کی

صفت ہے۔

قرآن پاک میں آیا ہے :

اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حمایتی
نہ مددگار۔

(۱) وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مِنْ دَلِيلٍ وَلَا نَصِيرٍ ۝

(بقرہ - ۱۰۴، توبہ - ۱۱۶، عنکبوت - ۲۲)

اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت
والے کے پاس ہے۔

(۲) وَمَا التَّصْبُرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ
اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

(آل عمران - ۱۲۶)

اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون
ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

(۳) وَإِنْ يَتَّخِذْ لَكُمْ فَمَنْ
ذَٰلِذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِ ۙ

(آل عمران - ۱۶۰)

اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے
گا نہ مددگار۔

(۴) وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (النساء - ۱۲۳)

اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی
پائیں گے نہ مددگار۔

(۵) وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ
دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا۔

(النساء - ۱۲۳، احزاب - ۱۶)

اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف۔

(۶) وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ

(انفال - ۱۰)

اللہ۔

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نصیر ”اللہ“ ہے
وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔
آئیے! اب دیکھیں کہ اُس کی عطا سے کسی اور کو بھی مدد کرنے کا اختیار
ہے کہ نہیں۔ اُس نے اپنے بندوں کو عَوْن و نصرت کا کوئی حق دیا ہے کہ نہیں؟
ملاحظہ فرمائیں قرآنی شواہد:

سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی
طرف حواریوں نے کہا ہم خدا کے
مددگار ہیں۔

(۱) مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط
قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ
اللَّهِ ج۔۔۔ (آل عمران - ۵۲)

اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے گا
اُس کی جو اُسکی مدد کرے گا۔

(۲) وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن
يَنْصُرُهُ ط۔۔۔ (الحج - ۴۰)

(۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ
تَّصَرُّوْا لِلّٰهِ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
اَقْدَامَكُمْ ۝ (محمد - ۷)

اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو تو
اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اگرچہ ان آیات میں اللہ کی مدد سے مراد اُس کے دین کی مدد ہے اور یہی
مفہوم و ترجمہ۔

امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الشاہ احمد رضا خاں
فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

فقیر عثمانی رضوی نے ان آیات کے ترجمہ کے وقت لفظ دین اس لیے چھوڑا
ہے کہ وہ لوگ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو غلط اور من گھڑت قرار دینے کے
لیے کہتے ہیں کہ جتنی بھی قرآن پاک میں ایسی آیات ہیں کہ جن میں اللہ کے علاوہ
کسی کے غیب نہ جاننے کا ذکر ہے اعلیٰ حضرت وہاں مفہوم لیتے ہیں ”اللہ کے علاوہ
کوئی خود بخود نہیں جانتا“ معترض کہتا ہے کہ خود بخود کا اضافہ ترجمے میں کرنا یہ
اعلیٰ حضرت کی دین میں دخل اندازی ہے۔

اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے معلوم ہوا کہ بعض مقامات پر حقیقت حال
کو واضح کرنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ مذکورہ تین آیات میں معترض بھی ترجمہ
کرتے وقت لفظ دین کو نیچ میں داخل کرتا ہے۔

الغرض

پہلی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے مدد مانگنے کا ذکر ہے۔ جملہ رسل عظام

و انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم و تسلیماتہ۔

توحید کے علمبردار ہیں۔ کیا عیسے علیہ السلام نہیں جانتے کہ ہر قسم کی مدد اللہ کے پاس ہے پھر بندوں سے کیوں طلب کر رہے ہیں۔

دوسری اور تیسری آیت میں واضح اعلان ہے کہ اللہ اُس کی مدد کریگا جو اُس کی مدد کرے گا۔

اب اگر کوئی کہہ دے کہ فلاں قسم کی مدد مراد ہے وہ بھی اللہ کی نہیں، اُس کے دین کی۔

تو عرض ہے کہ جو بھی مدد مراد لے لی جائے کیا وہ مدد اللہ نہیں کر سکتا کیا اب مدد معاذ اللہ اُس کے خزانوں سے ختم ہو چکی ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق سے طلب کرنا شروع کر دی۔

قارئین محترم! مسئلہ استمداد پر اعتراض کرنے والوں نے قرآن سمجھا، نہ حدیث بس آنکھیں بند کر کے شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

(۴۱) وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ
وَلِیًّا ۖ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ
نَصِیْرًا ۝ (النساء - ۷۵)
اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی
حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے
پاس سے کوئی مددگار دے۔

یہ مکتہ کے مظلوم مسلمانوں کی دعا ہے۔ جو مشرکین مکتہ کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ اور ان مظلوموں کا جرم یہی تھا کہ انھوں نے توحید کو قبول کیوں کیا ہے۔ شرک و کفر کو کیوں چھوڑا ہے۔

قابل غور ہے یہ بات، کہ اسلام کے وہ جاں نثار جنھیں شرف صحابیت بھی حاصل ہے۔ اور توحید کے سب سے بڑے علمبردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درس توحید حاصل کرنے کا فخر بھی نصیب ہے۔

یہ اُن کی دُعا ہے جو کفر و شرک کی آلودگیوں سے نکل کر گلشنِ توحید کے سدا بہار پھولوں سے دامن کو بھر چکے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی دُعا میں اللہ سے حمایتی مانگا اور مددگار مانگا۔

بھی کو دعوتِ فکر دیتا ہوں۔ خُدا لگتی بات کہئے۔

کیا توحید قبول کرنے کی پاداش میں مکتہ کے مشرکوں کے ظلم سہنے والوں کو بھی شرک کی نجاستوں اور خباثتوں سے نفرت نہ تھی۔

یہاں کے مسلمان تو بقول معترض اللہ کے بندوں کو مددگار..... سمجھ کر شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کیا مکتہ المکرمہ کے مسلمان بھی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ نصیر تو اللہ خود ہے۔ اُس کے علاوہ تو کوئی نصیر ہے ہی نہیں نصیر تو اُس کا صفاتی نام ہے ہم اُس سے مددگار کی بجائے مدد کیوں نہ مانگیں۔ اُن کی اس دُعا کو شرکانہ سوچ قرار دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کو ان کی مدد کے لیے اُبھارا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیادت میں اسلامی لشکر لے کر مکتہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو یوں اللہ کریم نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اُنھیں مددگار اور حمایتی عطا فرمایا۔

نظر محروم ہو جائے اگر ذوقِ تماشا ہے
اندھیرا تو اندھیرا، روشنی بھی بار ہو جائے

اِسْتَعَانَتْ مَا فَوْقَ الْاَسْبَابِ وَمَا تَحْتَ الْاَسْبَابِ

اگر کوئی شخص کہے کہ ایسی مدد شرک اور حرام ہے جو فوق الاسباب ہو جس میں

تصرف غیبی ہو تو اسے خیالی پلاؤ پکانے کی بجائے کلام الہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاکہ کدورت قلبی اور قساوت سے نجات پائے، آئندہ سطور میں آپ پر واضح ہو گا کہ مافوق الاسباب اور تصرف غیبی سے استعانت کی کیا حیثیت ہے شرک و حرام ہے یا جائز و طیب؟

ملکہ مین، حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں

ملک مین کی حکمران ملکہ بلقیس جب دارالحکومت سے اپنے امرا و وزراء اور خدام مملکت کو لیے دربار نبوت کی طرف روانہ ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمَلَكُ أَايَكُمُ يَأْتِينِي
بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ
اس کے کہ وہ میرے حضور مطمع ہو کر
(النمل - ۳۸)

حاضر ہوں۔

اُس تخت کے بارے میں تفاسیر میں ہے کہ ۸۰ گز لمبائی اور چالیس گز چوڑائی تھی اور سامنے کا حصہ سونے کا بچھلا حصہ چاندی اور زبرجد کا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ مطالبہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ مافوق الاسباب پر بندگان خدا، دسترس و تصرف رکھتے ہیں۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ
أَنَا أَتَيْكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ
مِنْ مَّقَامِكَ ج. وَإِنِّي عَلَيْهِ
لَقَوِيٌّ أَمِينٌ
ایک بڑا خبیث (سحرکش، چالاک،
جن بولا وہ تخت حضور میں حاضر
کر دوں گا قبل اس کے حضور اجلاس
برخواست کریں اور میں بے شک
اس پر قوت والا امانتدار ہوں۔

(النمل - ۳۹)

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ
مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ
قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ
اُنْمُلْ - ۴۰)

اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب
کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر
کر دوں گا۔ پلک جھپکنے سے پہلے۔

یہ شخص آپ کے صاحب و خادم اور وزیر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ تھے۔
سوچیے! جناب آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کو زبردست غیبی امور پر قدرت
کیسے حاصل ہوئی۔ اللہ کریم فرماتا ہے اُس کے پاس کتاب یعنی زبور کا علم تھا یہاں
صاحب تفسیر سنائی لکھتے ہیں:

”وہ کتابی تعلیمات کا عالم تھا جس کی وجہ سے اُس کو ایسے امور پر قدرت تھی
وہ بولا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اُس تخت کو حضور کے سامنے لا سکتا ہوں۔“
(تفسیر سنائی بر حاشیہ قرآن ص ۴۵۴)

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نبی نہیں تھے زبور اُن پر نازل نہیں
ہوئی تھی، زبور کا علم رکھتے تھے اور اس کتابی علم کی برکت سے مافوق الاسباب
انہیں قدرت اور علم حاصل تھا۔

خدا را انصاف سے کیئے! جس شخص کے پاس زبور کا علم ہو اُس کی وسعت
نظر اور قدرت کا یہ عالم ہے تو جس کے قلب اطہر و اقدس پر قرآن عظیم اُترا
ہو اُس کی وسعت نظر و قدرت کا عالم کیا ہوگا؟

وہ حبیب مکرم شفیع معظم جو صاحب قرآن حکیم اور معلم کتاب و حکمت ہیں
اُن کے متعلق یہ انداز فکر درست ہے؟ یا للعجب!

”... مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر و غاظر سمجھنا اور قدرت و
تصرف ثابت کرنا، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔“

گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اُسی کا مخلوق اور اُسی کا بندہ اس بات میں اولیاء، انبیاء، حق اور شیطان میں بھوت اور پُری میں کچھ فرق نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۸)

سینے پر ہاتھ رکھ کر بار بار اس عبارت کو پڑھیے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت لانے کا مطالبہ، اور آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کی وہ قدرت جس کا تفسیر ثنائی میں بھی ذکر ہے۔ بار بار دیکھیے نیز خدائے بزرگ و برتر سے حق سمجھنے کی توفیق طلب کر کے فیصلہ فرمائیے۔

شکوے ہمارے سارے غلط ہی سہی لیکن

لو! تم ہی اب بتاؤ کس کا قصور تھا!

ادھر آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ تو کتابی علم سے ایسا علمی مقام حاصل کریں کہ شام میں بیٹھے یمن کے محلات، ملکہ بلقیس کے دربار اور جہاں تخت رکھا ہوا ہے اُس حویلی کو نیز اُس کے حدود اربعہ کو جانیں اور اتنا عظیم تصرف فرمائیں کہ پلک جھپکنے سے پہلے بھاری بھر کم تخت حاضر کر دیں۔
ادھر باوجود دعویٰ مسلمانانِ بر ملا یہ کہا جا رہا ہے۔

”یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں نے کے دل میں کیا ہے یا فلاں نے کی شادی کب ہوگی یا فلاں نے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۸۹)

مذکورہ عبارت بار بار پڑھیے اور خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیے۔

حضرات محترم !

یہ تو بھی اہل اسلام مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے (تفصیل باب شفاعت میں آئے گی انشاء اللہ جب انبیاء کرام کے حضور حاضر ہو کر خلق خدا شفاعت طلب کرے گی ! پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کی طالب ہوگی تو کیا آپ یہ فرمائیں گے کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کہیں اور چلے جاؤ، زندگی اور موت ایک اہم معاملہ ہے دیکھیے موت و حیات کے بارے میں بھی آپ کی چاہت کتنا مقام رکھتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ عَبْدًا
بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ
فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا
عِنْدَ اللَّهِ.....

(بخاری جلد اول ص ۵۱۶)

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں ہے یا خدا سے جا ملے اُس بندے نے ملاقات خداوندی کو پسند کیا ہے۔ جناب ابوبکر سمجھ گئے کہ وہ بندہ خدا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں.....

آپ فرماتے ہیں :

لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ
جِبَالُ الذَّهَبِ..... (مشکوٰۃ ص ۵۲)

اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلیں۔

تقویۃ الایمان کی مذکورہ عبارت میں سے ”رسول کو کیا خبر“ اس جملے کا صحابہ کے اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُوْا دالے جملے سے موازنہ کریں۔

اللہ کریم حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اُمور غیبیہ اور مافوق الاسباب معاملات میں تصرف و قدرت کے مزید حوالے نیز اُمور غیبیہ میں امداد کی مزید جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کشتی کے توڑنے، بچنے کے قتل و عدم مہمان نوازی کے باوجود ان کی گرتی ہوئی دیوار بنانے پر حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔

وہ کشتی جو تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی
کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے
چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔ اور
ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر
(ٹھیک) کشتی چھین لیتا۔

اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ
مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ
ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا
دے گا۔

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب
اس سے بہتر سکھرا اور اس سے زیادہ
مہربانی میں عطا کرے۔

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو تہیم لڑکوں
کی تھی۔ اور اس کے نیچے ان کا خزانہ
تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ
لِمَسٰكِيْنٍ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ
فَارَدْتُ أَنْ أَعْلِبَهَا وَكَانَ
وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ
سَفِينَةٍ غَصْبًا (الكهف - ۷۹)

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ
أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا
أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا
(الكهف - ۸۰)

فَارَدْنَا أَنْ يَبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا
خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ
رَحْمًا (الكهف - ۸۱)

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ
وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ

أَبُوهُمَا صَالِحًا جَافَرًا ذَرَبُكَ
 أَنْ يُبْلَغَا أَشَدَّ هُمَا وَيُسَخَّرَ جَا
 كُنْزَهُمَا - (الكهف - ۸۲)
 تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں
 اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ
 نکال لیں۔

قارئین محترم !!

نظر عمیق سے ان آیات کا مطالعہ کریں، آپ پر واضح ہو گا کہ حضرت خضر
 علیہ السلام نے کس طرح اُمور غیبیہ میں مدد فرمائی۔ کشتی کو داغدار کر کے اُن
 غریبوں کی مدد فرمائی جو کشتی کرائے کے طور پر استعمال کرتے تھے اور وہی اُن
 کا ذریعہ معاش تھی۔

کشتی کو داغدار کرنے کا سبب آپ نے بیان فرمایا کہ ادھر ایک ایسا ظالم
 بادشاہ ہے وہ ایسی ہر کشتی کو جو کام کے قابل ہو غصب کر لیتا ہے۔ جب ان
 غریبوں کی کشتی کو دیکھے گا کہ یہ داغدار ہے تو چھوڑے گا اور یہ لوگ اپنی کشتی
 مرمت کروا کے اپنا کام چلاتے رہیں گے۔
 بچے کے قتل کا واقعہ یوں ہے :

کہ ایک خوبصورت بچہ جیسور نامی بچوں میں کھیل رہا تھا حضرت خضر علیہ
 السلام نے اُسے گردن سے پکڑا، اور قتل کر دیا۔

پھر قتل کا سبب یہ بیان فرمایا کہ ہمیں خدشہ ہوا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے
 مسلمان ماں باپ کو کافر و گمراہ کر دے گا، ہم نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں اور
 رب کریم ان کو مستحضر اور اچھا بدل عطا کرے۔

اگس اُمور غیبیہ اور مافوق الاسباب میں کسی کا تصرف ماننا قطعاً شرک
 ہے۔ تو اس واقعہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔
 دیوار کی درستگی کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ :

دونوں حضرات چلتے چلتے بستی انطاکیہ پہنچے اور بستی والوں سے کھانا طلب فرمایا اُن بے قدروں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا مگر ان بزرگوں نے ایک دیوار جو گرنے کے قریب تھی اُسے دُرست کر دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار دُرست کرنے کا سبب یہ بتایا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اُس کے نیچے ان کا وہ خزانہ تھا جو اُن کے نیک باپ مرحوم نے اُن کے لیے دفن کیا تھا۔ دیوار اس لیے دُرست کر دی کہ جب دوبارہ گرنے کے قریب ہوگی اُس وقت تک یہ یتیم بچے جوان ہو چکے ہوں گے۔ جب دیوار کو سہ بارہ بنانے کے لیے بنیاد کھودیں گے تو اپنے صالح باپ کا دفن کیا ہوا خزانہ پائیں گے۔

کیوں جناب دیکھا آپ نے!! اُمور غیبیہ میں کس طرح مدد فرمائی جا رہی ہے۔

قرآن پاک میں فوت شدگان کی مدد بھی مذکور ہے :

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے	وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ
اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور	النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ
حکمت دوں پھر تشریف لائے	كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ
تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری	جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور	مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ
بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بر ضرور	قَالَ أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ
اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار	عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ط
کیا اور اُس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟	قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا
سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا	وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝
 تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے
 ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی آدمی
 (آل عمران - ۸۲) اس کے بعد پھر جائیں وہ ہی فاسق ہیں۔

اندازہ فرمائیں اتنے اہتمام سے وعدے لیے جا رہے ہیں۔ تاکیدیں کی
 جا رہی ہیں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے
 کے لیے پختہ وعدے لیے جا رہے ہیں اور شہادتیں قائم کی جا رہی ہیں۔
 لیکن اُن سے جو بعثت محمدی کے وقت دُنیا سے کوچ فرما چکے ہونگے
 اُن سے بات ہو رہی ہے کہ ضرور بر ضرور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد
 کرنا کیا علیم مطلق کو بھی خبر نہ تھی کہ جن سے پختہ وعدے لیے جا رہے ہیں، تاکیدیں
 کی جا رہی ہیں۔ ایفائے عہد میں کمی رہ جانے کی صورت میں منصب نبوت کی
 بحالی تو درکنار فاسقوں کی صف میں کھڑا کر دینے کی وعید سنائی جا رہی ہے۔
 یہ تو انتقال فرما چکے ہونگے، یہ کیا مدد کریں گے۔

قارئین محترم! جو حضرات اللہ قدوس کی مدد کے منظر ہیں جن کو قدرت
 نے تصرف و امداد کی طاقت عطا فرمائی ہو اُن کی اس خداداد صلاحیت قدرت
 کو ماننا قطعاً شرک نہیں، شرک تب ہے جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جس سے
 میں امداد کرتا ہوں۔ وہ ذاتی طور پر مستقلاً مدد کرنے پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ چاہے
 نہ چاہے وہ میری مدد کر سکتا ہے میری مشکل کشائی کر سکتا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا
 بلا شک و شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہی بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان
 فرمائی ہے آپ آیاتِ نَسْتَعِیْنُ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔
 لیکن درنجا باید فهمید کہ استعانت لیکن یہاں یہ بات سمجھنی چاہیے

از غیر بوجہی کہ اعتماد بر آں غیر باشد و او
را منظر عین الہی نداند حرام است و اگر
استعانت بجانب حق است و او را
یکے از مظاہر عین دانستہ و نظر بکار خانہ
اسباب و حکمت او تعالیٰ در اں نمودہ بغیر
استعانت ظاہری نماید و دراز عرفان
نخواہد بود در شرع نیز جائز و روا است
و انبیاء و اولیاء این نوع استعانت
بغیر کردہ اند۔ و در حقیقت این نوع
استعانت۔ بغیر نیست بلکہ استعانت
بحق تعالیٰ است۔ (تفسیر عزیزی)

اللہ کریم عزوجل کے محبوبوں سے اعتماد کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں؛
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ قبر
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تریاق مجرب
است مراجابت دُعا و حجۃ الاسلام
گفتہ ہر کہ اعتماد کردہ شود بوسے در حیات
استمداد کردہ شود بعد از ممات (الی ان
قال) و در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع
یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت
بنفوس اختیار از اموات بدرستی کہ نفس

کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت
حرام ہوگی جب اُس پر بھروسہ کرے اور
اس کو مدد الہی کا مظہر نہ جانے لیکن اگر
توجہ اللہ کی جانب ہو اور غیر اللہ کو مظہر
امداد سمجھے اور اسباب و حکمت الہی کو
پیش نظر رکھے اور غیر اللہ سے استعانت
ظاہری کرے تو عرفان الہی سے دور
نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے
اس قسم کی استمداد انبیاء و اولیاء نے بھی
غیر اللہ سے کی ہے اور حقیقت میں یہ
استمداد غیر اللہ سے نہیں اللہ سے ہے۔
استمداد کے بارے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر دُعا کی
قبولیت کے لیے تریاق مجرب است
امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس کی ظاہری
زندگی میں اس سے مدد لی جاتی ہو اُس
سے وفات کے بعد بھی مدد لی جاسکتی
ہے۔ شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں
کی زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس

مفارقہ را تعلق بہست بدن و تربتی کہ
 دفن کردہ شود در آن پس زیارت میکند
 زندہ آن تربت را و متوجہ میشود بسوئے
 نفس میت حاصل میشود میاں ہر دو
 نفس ملاقات و فالضات و اختلاف
 کردہ اند در آنکہ امداد حق قوی تر است
 از امداد میت یا بالعکس مختار بعض محققین
 ثانی است۔ و دریں باب بعضی روایات
 کنند کہ فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 چوں متحیر شوید شما در امور ربی برآمد کار را
 پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔
 (فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۱۸۱)

سے وفات کے بعد نفع حاصل کیا جاتا
 ہے۔ بیشک وفات کے بعد نفس
 کا بدن سے اور قبر کے ساتھ ایک تعلق
 ہوتا ہے لہذا جب کوئی شخص اس
 قبر کی زیارت کرتا ہے اور قبر والے کی
 طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں
 کے درمیان ملاقات اور فیضان کا
 تعلق قائم ہو جاتا ہے اس میں اختلاف
 ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا میت
 کی بعض محققین نے میت کی امداد کو
 قوی قرار دیا ہے، بعض حضرات نے
 اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی
 کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں
 سے مدد طلب کرو۔

اسی فتاویٰ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں :

و نیست صورت استمداد مگر
 ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود
 از جناب عزت الہی تو سل روحانیت
 بندہ کہ مقرب و مکرم در گاہ والا است
 و گوید خداوند ابہ برکت ایں بندہ کہ
 اور استمداد کی صورت صرف یہ ہے کہ
 اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس
 نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے
 سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کے ربار
 عالی میں مقرب و مکرم ہے اور کہے

تو رحمت و اکرام کردہ اور برابر آوردہ گرداں
 حاجتِ مرایا نذاکند آں بندہ مقرب
 و مکرم را کہ لے بندہ خدا و ولی و سے
 شفاعت کن مراد بخواہ از خدائے تعالیٰ
 مطلوب مراتا قضا کند حاجتِ مرا پس
 نیت بند در میان مگر وسیلہ و قادر و معطی و
 مسؤل پروردگار است تعالیٰ شائے
 دروے یا سچ شائبہ بشرک نیست چنانکہ
 منکر و ہم کردہ و آں چناں است کہ توسل
 و طلب دُعا از صالحاں و دوستانِ خدا
 در حالتِ حیات کند و آں جائز است
 باتفاق پس آں چرا جائز نباشد و فرقی
 نیست در ارواح کاملان در حین حیات
 و بعد ممات مگر بہ ترقی کمال۔

(فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۵۸)

خداوند اس بندے کی برکت سے کہ
 جس پر تو نے عنایت و انعام فرمایا ہے
 میری حاجت کو پورا فرمایا اس بندہ
 مقرب کو پکارے کہ لے بندہ خدا اور
 اللہ تعالیٰ کے ولی میرے لیے شفاعت
 کر اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ میرے مقصد
 کو پورا کرے لہذا بندہ درمیان میں صرف
 وسیلہ ہے قادر دینے والا ہے اور جس
 سے سوال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے
 اس میں بشرک کا شائبہ تک نہیں جیسا
 کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے
 کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں
 کو حیات ظاہری میں وسیلہ بنایا جاتا
 ہے اُن سے دُعا طلب کی جاتی ہے
 اور یہ بالاتفاق جائز ہے وفات کے
 بعد یہی بات کیونکر جائز نہ ہوگی۔
 کابلین کی ارواح میں حیات ظاہری
 اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق
 ہے کہ انھیں مزید کمال حاصل ہوتا ہے

نیک لوگوں سے استمداد اور اُن سے دُعا کی طلب :

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

روزے بآں مزار متوجہ بودند کہ از = کہ ایک دن میر ابو العلی حضرت خواجہ
 درون آں ندا آمدہ کہ ایں قدر از خانہ شما معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
 نیاز آمدہ و برائے صحت فرزند شما و کے مزار کی طرف متوجہ تھے کہ اندر سے
 خواہش فرزند دیگر التماس کردہ اند و آواز آئی کہ تمھارے گھر سے اتنی نیاز آئی
 آں ملتس مبذول است۔ ہے۔ تمھارے صاحبزادے کی صحت

(انفاس العارفين ص ۲)

اور دوسرے لڑکے کی خواہش کے متعلق
 گزارش کی گئی ہے اور ان کی گزارش
 پوری کر دی گئی ہے۔

محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین سے مدد اور فیض لینا مستمّر حقیقت ہے
 احادیثِ مبارکہ اور سیرِ صحابہ کا مطالعہ فرمائیے متعدد بار متعدد مقامات پر
 صحابہ کرام علیہم الرضوان آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیے نظر
 آئیں گے۔

دُشمن کے وار سے کسی کی آنکھ نہ نکلتی ہے تو وہ بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر
 ہو کر شفا یاب ہوتا ہے۔

کسی کی پنڈلی پر گہرا شگاف پڑتا ہے تو وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتا ہے
 اور تکلیف سے نجات پاتا ہے۔

کسی کو نسیان کا مرض ہوتا ہے تو وہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر فریاد
 کرتا ہے تو کونین کے فریاد رس خداداد خزانوں سے خیر اور فیض دے کر اس
 کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

درج ذیل واقعہ معجم طبرانی کے حوالے سے مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ
 علیہ وسلم مترجم کے ص ۵۲ پر بھی موجود ہے مختصر سیرۃ الرسول ۸۰۸ صفحات پر مشتمل

وہ کتاب ہے جسے جامعۃ العلوم الاثریہ اہل حدیث جہلم نے شائع کر کے تقسیم کیا ملاحظہ فرمائیے :

مجمع صغیر طبرانی میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک رات وضو کرنے کی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ (میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں) اور تین دفعہ نَصْرْتَ نَصْرْتَ (تیری مدد ضرور ہوگی تیری مدد ضرور ہوگی) کہتے سنا جب باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اپنی وضو کی جگہ میں تین دفعہ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اور تین دفعہ نَصْرْتَ نَصْرْتَ فرماتے سنا ہے یوں لگتا تھا جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ کیا وہاں آپ کے پاس کوئی آدمی تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! بنو کعب کا ایک راجہ (شاعر) مجھے مدد کے لیے بلا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے بد عہدی کی ہے اور لڑائی میں ہمارے حلفاء بنو بکر کی امداد کی ہے اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے اور عائشہؓ سے کہا کہ وہ سفر کا سامان تیار کریں اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دیں۔ میمونہؓ کہتی ہیں اسی اثنا میں حضرت ابو بکرؓ عائشہؓ کے گھر داخل ہوئے اور یہ تیاری دیکھ کر پوچھنے لگے بیٹی یہ تیاری کیسی ہے؟ وہ بولیں بخدا مجھے معلوم نہیں، حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے واللہ یہ رومیوں سے لڑائی کا وقت بھی تو نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا بخدا مجھے اس کا کچھ علم نہیں۔ حضرت میمونہؓ کہتی ہیں کہ تین دن کے بعد حبیب آپؐ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو ایک راجہ نے کھڑے ہو کر کہا :

(عمر و بن سالم کے اشعار)

يَا رَبِّ اِنِّى نَاشِدُ مُحَمَّدًا حَلْفًا اَبِينَا وَ اَبِيهِ اَلَا تَلَدَا

ان قريشا اخلفوك الموعدا ونقضوا ميثاقك الموعدا
 وزعموا انك لست ادعوا احدا فانصر هداك الله نصيرا ايدا
 وادع عباد الله يا لتوا مددا فيهم رسول الله قد تجردا

ان سيم خسعا وجهه تربدا

(۱) الہی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور آپ کے باپ کا قدیم عہد یاد کرتا ہوں
 (۲) بلاشبہ قریش نے آپ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی
 ہے اور آپ کے نچتے عہد کو توڑ دیا ہے۔

(۳) اور اس زعم میں مبتلا ہیں کہ میں اپنی مدد کے لیے کسی کو نہیں بلا سکتا اللہ
 آپ کو توفیق دے آپ ہماری جاندار مدد فرمائیں۔

(۴) اور اللہ کے بندوں کو دعوت دیں کہ وہ ہماری مدد کو آئیں ان میں اللہ
 تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جو مشرکین کے حق میں تلوار بے نیام ہیں۔ اگر ان سے کوئی ناجائز معاملہ
 کرتا ہے تو مارے غصہ کے اُن کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا اے عمرو بن سالم،
 ”ہم تیری مدد کو پہنچیں گے۔“

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۵۲۸، ۵۲۹)

غور فرمائیے تین دن بعد پہنچنے والے نے راستے میں ہی مدد کے لیے
 فریاد کی، والی اُمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔

اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ دُوسرے پکارنا اور مدد طلب کرنا
 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ مبارک ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دُور
 سے پکارنے والے کی آپ پکار سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

یہ واقعہ مختصر سیرۃ الرسول کے علاوہ ان کتابوں میں بھی ہے۔

- (۱) مواہب الدنیہ مع زرقانی (۲) فتح الباری (۳) الاصابہ فی تمییز الصحابہ
(۴) الاستیعاب علی ہاشم الاصابہ (۵) انسان العیون (۶) مدارج النبوة -

ہزاروں رحمتیں ہوں تاجدارِ بریلی کے مزارِ مبارک پر فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ وَهْ سُنْ لَیْسْ گے فریاد کو پہنچیں گے

اِتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

آئیے! ایک اور شان دیکھیں اپنے بے مثال غم خوار، لجپال اور حبیب

پروردگار کی :

حضرت ربیعہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات گزاری۔ پس میں آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لیکر حاضر ہوا آپ نے فرمایا مانگ میں نے عرض کی میں آپ سے مانگتا ہوں، آپ کی رفاقت جنت میں۔ آپ نے فرمایا اس کے سوا اور کچھ میں نے عرض کیا میرا مدعا یہی ہے آپ نے فرمایا اچھا تم کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ ابِیْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاتَّيْتُہُ بِوَضُوْہٍ وَحَاجَّتِہِ فَقَالَ لِّیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَیْرَ ذَٰلِکَ قُلْتُ هُوَ ذَٰلِکَ قَالَ اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

(مشکوٰۃ - ص ۸۴)

فائدہ : کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔ یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ اتنی بڑی سعادت کی خوشخبری سن کر اعمالِ صالحہ میں اپنی توجہ کو کم نہ کر دے۔ وگرنہ جب اُس نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں اُس کو

اَوْغَيَّرَ ذَٰلِكَ فَرْمَانِے کی بجائے فرماتے کہ جنت کے علاوہ کچھ مانگو۔
 اس حدیث کی تشریح میں شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:
 ”از اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نکرہ بمطلوبہ خاص
 معلوم میشود کہ کارہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ
 علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرخواہد باذن پروردگار خود بدہد۔“
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگو اور کسی مطلوب خاص کے
 ساتھ مقید نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں آپ کے ہاتھ میں ہیں
 جسے چاہیں جو چاہیں اللہ عزوجل کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔“
 اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے موئے مبارک تھے جس شخص کو آنکھ کی یا کوئی اور تکلیف ہوتی وہ پانی کا
 پیالہ بھر کر ام المؤمنین کے پاس بھیجتا ہے۔ آپ موئے مبارک نکالتیں، جنھیں
 اُم المؤمنین نے چاندی کی ایک نلکی میں رکھا تھا، اُم المؤمنین اُس نلکی کو پانی
 میں ڈبو کر نکالتیں، پس وہ شخص اُس پانی کو پیتا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶)

اس سے پتہ چلا کہ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے انتقال کے بعد بھی اُن کا
 فیض جاری رہتا ہے۔

شاہ عبدُ العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
 از اولیاء مدفونین و دیگر صلیاء وفات پانے والے اولیاء و دیگر صلیاء
 مؤمنین انتفاع و استفادہ جاری است مؤمنین سے استفادہ و استعانت
 و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور بخلاف جاری و ساری ہے۔ اور اُن اولیاء و
 مرد ہائے سونختہ کہ ایں چیز ہا اصلاً نسبت صلیاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے

بآنها در اہل مذہب آنها نیز واقع نیست
(تفسیر عزیزی پٹ، ص ۵)
ہے بخلاف اُن مردوں کے جن کو جلایا
جاتا ہے، کیونکہ اُن سے یہ امور اُنکے
مذہب میں بھی جائز نہیں۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "بستان المحدثین" میں امام العلماء حضرت
سیدی احمد ذوق مغربی کی مدح عظیم لکھی ہے اور اُن کے اشعار بھی لکھے ہیں :-
اَنَا لِمُرِيدِي جَامِعٌ لِّشَتَاتِهِ اِذَا مَا سَطَا جَوْرَ الزَّمَانِ بِمُكَبَّتِهِ
میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینوالا ہوں جب نے مانہ نکبت اوبار سے اس بچ حملہ آور ہو
وَ اِنْ كُنْتُ فِي ضَيْقٍ وَ كُرْبٍ وَ وَحْدَةٍ فَنَادِ بِسَا زِدْ دُوقُ اَتِ بِسُرْعَتِهِ
اور اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو یا زدوق کہہ کر پکار میں فوراً آمو جو د ہوں گا۔
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ روضۃ اقدس پر حاضر ہوئے و عرض کیا:

اَفْضِ عَلَيْنَا مِمَّا اَفَاَضَ اللّٰهُ
عَلَيْكَ جِئْنَاكَ رَاغِبِينَ فِيْ خَيْرِكَ
وَ اَنْتَ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ فَانْبَسِطْ
اِلَى اِنْبَسَا طَا عَظِيْمًا حَتّٰى
تَحْيِلْتُ كَاَنَّ عَطَافَةً رِّدَايْهِ
لَفَتْنِيْ وَ غَشِيَتْ نِيْ ثُمَّ غَطَّنِيْ
غَطَّةً وَ تَبَدَّدِيْ لِيْ وَ اَظْهَرَ
لِيْ الْاَسْرَارَ وَ عَرَّفَنِيْ بِنَفْسِهِ
وَ اَمَدَّنِيْ اِمْدَادًا عَظِيْمًا
اَجْمَالِيْنَ وَ عَرَّفَنِيْ كَيْفَ
اَسْتَمِدُّ بِهِ فِيْ حَوَائِجِيْ وَ
ہمیں بھی اُن علوم میں سے کچھ عنایت
ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہم
آپ کی لطافتوں کے شوق اور رغبت میں
حاضر ہوئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین
ہیں تو آپ نے میری جانب کمال التفات
فرمایا حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی
عنایت کی چاہنے والے نے مجھے لپیٹ لیا اور
گھیر لیا پھر مجھے خوب ڈھانپ لیا اور مجھ
پر اسرار و معارف کا اظہار فرمایا اور
بذات خود ان چیزوں کی معرفت کرائی
اور میری ایک بہت بڑی اجمالی مدد

كَيْفَ يَرَدُّ هُوَ إِلَى مَنْ
يُصَلِّي عَلَيْهِ وَكَيْفَ يَنْبَسِطُ
إِلَى مَنْ أَطْرَى فِي مَدْحِهِ
وَالْحَمْدُ عَلَيْهِ۔

(فیوض الحرمین مترجم ص ۸۵، ۸۶)

فرمائی اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی
حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست
کروں۔ اور آپ کس طرح اُس شخص کا
جواب دیتے ہیں جو آپ پر درود بھیجے
اور جو شخص کہ آپ کی مدح و تعریف
میں کوشش اور الحاح کرتا ہے آپ
کس طرح اُس سے خوش ہوتے ہیں۔

محترم قارئین کرام! آپ سے التماس ہے آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کتنے
داشگاف الفاظ میں سلطان الہند حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ
علیہم نے انبیاء و اولیاء کی اعانت و امداد اور اُن سے استعانت و استمداد کا ذکر
کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ کر دیا، فرماتے ہیں:

لا بدّ از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت کیے بغیر چارہ نہیں۔ (شرح الطیب النعم)
اسی لیے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لوں
لمتمس ہوتے ہیں:

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِهِ
وَيَا خَيْرَ مَنْ يُرْجَى لِكَشْفِ رَزِيْقِهِ
وَيَا خَيْرَ مَا مَوْلَىٰ وَيَا خَيْرَ وَاهِبٍ
وَمَنْ جُودُهُ فَاَقْ جُودَ السَّحَابِ
(۱) اے بہترین کائنات آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو اور اے بہترین امید گاہ اور
اے بہترین عطا فرمانے والے۔

(۲) اور اے وہ بہترین (خلق) جس سے سختی و مصیبت کے دفع ہونے کی
امید کی جاتی ہے اور اے وہ کہ جن کی سخاوت بڑھنے والے بادلوں سے بہت زیادہ۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں :

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا!

اور حضرت امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے:

”بَابُ مَنْ اسْتَعَانَ بِالضُّعْفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ“

(بخاری جلد اول ص ۴۵۴)

”باب اس کے بارے میں جو استعانت کرے ضعیف اور صالحین سے جنگوں میں۔“

عَلَيْهِمُ

اللہ قدوس عزوجل کا صفاتی نام ہے علم اُس مالک حقیقی کی صفت ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور وہی ہے سنا، جانتا۔

بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(۱) وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (بقرہ ۲۳۱)

(۲) وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (انبیاء ۴)

(۳) إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (زمر ۷)

(۴) وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

الصُّدُورِ (حدید ۶)

اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(۵) وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

الصُّدُورِ (تغابن ۴)

تم فرماؤ، علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(۶) قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ

(ملک ۲۶)

بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۷) إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا

تَعْلَمُونَ (نحل ۷۷)

بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

(۸) إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

(بقرہ ۳۲)

قارئین محترم! ایسی مزید آیات سے واضح ہے کہ اللہ قدوس 'علیم' ہے۔ علم اُسی کے پاس ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس علیم و خیر، قادر و مختار، ذوالجلال کی عطا و بخشش پر کسی نے پرے بٹھا رکھے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! جب یہ تسلیم ہے تو وہ مالکِ علمِ عظیم جسے چاہے اپنی قدرت سے علیم بنائے، چنانچہ اس کی عطائے جلیل کا برملا اظہار حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:

(۱) إِنِّي حَفِیْظٌ عَلَیْمٌ بیشک میں حفیظ اور علیم ہوں (سورۃ یوسف آیت ۵۵)

(۲) وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور مجھے اللہ کی وہ شائیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ (یوسف ۸۶)

(یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ہے)

(۳) قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ

مِّنَ الْكِتَابِ۔ (النمل ۴۰)

اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔

(۴) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء ۱۱۳)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنے اس ارشاد کے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ پھر بھی اپنے منتخب بندوں کو علوم و عرفان کی نعمت سے نوازتا رہتا ہے اور ذاتی طور پر مخلوق میں کوئی بھی فرد کچھ بھی نہیں جانتا تاہم اگر وہ علیم و حکیم کسی کو علم و حکمت عطا فرمائے تو اس کی عطا کو ماننا، شرک نہیں، بلکہ عین ایمان ہے۔ انکار کفر ہے۔

کوئی شک نہیں

کہ قرآن پاک میں بار بار اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ امور اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے، ہمارا اس پر یقین کامل ہے اور اگر وہ اپنے محبوب بندوں کو پوشیدہ امور یا چھپی ہوئی چیزوں کا علم عطا کرے تو بلاشبہ ہم اس عطائی، علم کو توحید کی روح ہی قرار دیں گے۔

مثلاً حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :
 وَاَنْتُمْ كُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدْخُرُوْنَ لِيْ سِوَتِكُمْ (آل عمران ۴۹)
 اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو
 اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔
 کھائی ہوئی چیزیں اور گھروں میں چھپائی ہوئی چیزیں امور غیبیہ اور خفیہ معاملات سے
 ہی متعلق ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام برملا فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں بتاتا ہوں، جو
 کھاتے ہو اور جو گھروں میں چھپاتے ہو۔

نیز یَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْاَرْضِ سے ثابت ہوتا ہے کہ زمینی امور کو اللہ جانتا
 ہے زمین کے نیچے چھپی ہوئی چیزوں کا اُسی کو علم ہے۔

ادھر حضرت خضر علیہ السلام زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کی خبر دے رہے ہیں۔
 جیسا کہ قرآن پاک میں ہے : وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْعَدِ يَنْتَوٰ

كَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا - رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا.....

مسئلہ علم غیب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(۱) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ (النمل ۶۵)
(۲) قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي
خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ
(الانعام ۵۰)

(۳) وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ
لَا سَكَّرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (الاعراف ۱۸۸)
(۴) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ (الانعام ۵۹)
(۵) إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ
يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا بَآئِي أَرْضٍ تَمُوتُ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

(لقمن ۳۴)

تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی
آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ مگر اللہ
تم فرما دو میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس
اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں
آپ غیب جان لیتا ہوں۔

اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ
میں نے بہت سی بھلائی جمع کر لی ہوتی۔
اور اُسی کے پاس ہیں گنجیاں غیب کی،
انہیں وہ ہی جانتا ہے۔

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم
اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں
کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں
جانتی کل کیا کماے گی اور کوئی جان نہیں
جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بیشک
اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(۶) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ۔ (فاطر ۳۸)

بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور
زمین کی ہر چھپی بات کا۔

(۷) عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ (رعد ۹)

ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا۔

اس قسم کی آیات میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہی ذاتی علم ہے
غیب جاننے میں وہ کسی کا محتاج نہیں تمام مخلوق اُسی کی محتاج ہے اور جہاں مخلوق سے
علم غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے کہ مخلوق کا کوئی بھی فرد خود بخود کسی ایک ذرے کا علم
بھی نہیں رکھتا۔ اور مخلوق کے پاس جتنا علم اور جیسا علم ہے وہ اُسی کا عطا کردہ ہے۔ نیز
مخلوق کا علم عطائی، حادث اور محدود ہے۔

جب کہ خالق کا علم ذاتی، مستقل، دائمی و غیر محدود ہے۔

غیب جاننے کے لیے اُسے کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ
تقویۃ الایمان میں ہے :

”سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ
صاحب ہی کی شان ہے۔“ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

آئیے! دیکھیں کیا اللہ قدوس نے کسی کو علم غیب عطا بھی کیا ہے یا نہیں؟

(۱) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ
رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۖ فَأَمُّونَ بِاللَّهِ
وَرُسُلِهِ۔ (آل عمران ۱۷۹)

اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے عام لوگوں کو
تمہیں غیب کا علم دے ہاں چُن لیتا ہے
اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ پس ایمان
لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

(۲) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝
(النساء ۱۱۳)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے،
اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(۳) مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ - (الانعام ۳۸)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔
(یعنی کوئی کمی نہ چھوڑی)

(۴) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

فائدہ: جب قرآن کریم میں کوئی کمی نہیں اور تمام علوم کے خزانوں کا امین بھی ہے تو خالق نے حسبِ ظرف و شرف اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا ان خزانوں علمیہ سے نوازا۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظرف و شرف کا کیا کہنا جب کہ خالق کائنات خود فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور انہیں ماکان و مایکون کا بیان سکھایا۔

(۵) عَلَّمَ الْغَيْبَ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ احَدًا ۝ اِلَّا مَن ارْتَضٰ مِن رَّسُوْلٍ (الجن ۲۶)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسدود نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۶) نَزَّلْنَا يُوسُفَ كُو حَاضِرٍ دَاغِيٍّ اور شوق قلبی سے پڑھئے آپ پر واضح ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے غیبی امور اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے زمانہ مستقبل میں رونما ہونے والے معاملات و واقعات کو یوں بیان فرمایا۔

لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ اِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوْا لَكَ كَيْدًا ۖ

اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ چال چلیں گے۔

(یوسف)

بھائیوں نے نہ چال کا ابھی منصوبہ بھی نہیں بنایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے

پہلے ہی واضح کر دیا، مزید فرمایا :

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَ
يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ
يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ
مِنْ قَبْلُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ السَّمِيعُ

(یوسف ۶)

اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور
تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور
تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور
یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے
پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم واسحق
پر پوری فرمائی تھی.....

قارئین محترم! مذکورہ باتیں کسی کو کہنا کہ اللہ تجھے منتخب کرے، تجھے علم عطا کرے
تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے یہ باتیں دعائیہ جملوں کے انداز میں ہوں تو محض شفقت
محبت اور تعلق داری پر محمول کی جائیں گی لیکن آنے والے زمانے میں پیش آنیوالی
کیفیات و احوال اور حاصل ہونے والی سعادتیں وہی بتا سکتا ہے جو صاحب علم اور
حامل فراست و بصیرت ہو، چنانچہ سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اشارے، کنائے
میں بتا رہے تھے، بلکہ برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ
لے جا کر جس انداز میں تکالیف و آلام سے دوچار کرنا تھا، یعنی کنوئیں میں پھینک
کر بھڑیے کی طرف نسبت کرنا تھی اسے بھی حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نہایت
حکیمانہ انداز میں بتا رہے تھے جس کی قرآن کریم نے ان کلمات سے نقاب کشائی کی ہے:
وَإِخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ
الذَّيْبُ.....

جائے۔

غور فرمائیے!

جس جنگل میں خطرناک درندے رہتے ہوں وہاں صرف بھڑیا ہی انسانی جان
کیلے خطر بن سکتا ہے؟ کیا وہاں کوئی اور درندہ انسان کے لیے خطرہ نہیں ہو سکتا آپ

نے صرف بھیڑیے کا نام کیوں لیا؟ یہ نہ فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔

دوسری بات قابل غور ہے کہ معاذ اللہ کیا اللہ کریم کے سچے نبی یعقوب علیہ السلام کو اپنے دوسرے بیٹوں سے دشمنی و عداوت تھی کہ اُن کو جنگلات میں جاتے ہوئے کبھی بھی آپ نے نہ فرمایا کہ بیٹو! ادھر نہ جانا بھیڑیا نہ کھا جائے، کیا یعقوب علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ میرا یوسف تو گوشت پوست کا انسان ہے اور باقی بیٹے لوہے اور پتھر کے بنے ہیں؟ کیا بھیڑیا صرف یوسف علیہ السلام پر ہی حملہ آور ہو سکتا تھا؟ کسی اور پر نہیں؟ سچی بات ہے کہ آپ نے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش آنے والے واقعات سے پردہ اٹھایا تھا اسی طرح ان بیٹوں کے سامنے سے بھی حجاب اٹھائے جا رہے تھے جو انھوں نے بعد میں اگر کہنا تھا وہ آپ پہلے بتا رہے تھے۔ پھر بھی اگر کوئی انبیاء کرام علیہم السلام کے خدا داد علی خزانوں سے جلنے والا یوں کہے کہ اگر آپ کو پتہ تھا کہ بیٹوں نے جھوٹ بولا ہے تو آپ کیوں روتے رہے، کنوئیں سے جا کر زکال کر کیوں نہ لے آئے؟ جو اباعرض ہے کہ جو بندگان حرص و ہوا ہوں وہ کیا جانیں کہ جن کے رُتبے بلند ہوتے ہیں انہیں اتنے ہی بلند امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔

قدرت کی طرف سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے کہ دونوں عظیم باپ بیٹا اپنے اپنے مقام پر اتنے بڑے دلہندوں و جگر سوز امتحان میں خاموشی و حوصلے سے گزر رہے تھے کہ جس امتحان کے بعد وہ سب کچھ رونما ہونے والا تھا کہ گیارہ تارے چاند اور سورج کا سجدہ کرنا سرفرازی نبوت کے لیے جناب یوسف علیہ السلام کا چٹنا جانا، باتوں اور خوابوں کے انجام بیان کرنے کا علم عطا ہونا، نعمت خداوندی کا مکمل ہونا۔ یہ وہ سب باتیں ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود بیان فرمائی ہیں ابھی تو

ان سب باتوں نے پورا ہونا تھا۔ آپ کیسے یقین فرمایتے کہ یوسف علیہ السلام بھڑیے کا لقمہ بن چکے ہیں؟۔

اور اگر آپ اپنے بیٹوں سے من گھڑت قصے کو سن کر یقین کر چکے تھے تو مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کس طرح ہوگی۔

(۱) جب آپ کے بیٹوں نے آکر کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھڑیے نے کھالیا ہے تو آپ جائے وقوعہ پر کیوں نہ گئے۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی باپ کا اتنا عظیم بیٹا کہ جس پر علم و فضل، حسن و رعنائی اور حلم و فراست ناز کرے وہ کسی قریبی جنگل میں کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور باپ جائے وقوعہ پر نہ پہنچے (اللہ تعالیٰ عز و جل حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے عظیم صبر کا صدقہ کسی مسلمان کو اولاد کا غم نہ دکھائے آمین ثم آمین۔ آپ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ آؤ چلیں دیکھتے ہیں، وہاں یوسف کے کچھ اجزاء و ہڈیاں وغیرہ تو ہوں گی۔ بھڑیا یا کوئی بھی درندہ کسی بھی جانور بھڑ بھڑی اور انسان کو سرتا پاؤں مل تو نہیں کھا جاتا؟

(۲) آپ نے بجائے وہاں جانے کے اپنے بیٹوں کو یہ کیوں فرمایا کہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ رَأَيْتُمْ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ.....

بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے پس صبر اچھا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ الْجَحْرِ مَرَّتَيْنِ۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ تو ڈنگ نہیں کھاتا۔ اور ایک مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھا چھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے عزیز مصر (جو کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام ہی تھے) کے پاس غلے کی نیت سے پہنچے تو آپ نے جب ان کو کہا کہ وہ اپنے اس بھائی کو بھی

لائیں جو کنگان میں اپنے باپ کے پاس ہے وہ لینے آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن ہی بیٹوں کے ساتھ بنیامین کو کیوں بھیج دیا جن کے ہاتھوں اتنا بڑا صدمہ ابھی تک برداشت کر رہے تھے۔ اگرچہ اس مرتبہ آپ کے بیٹوں نے قسمیں کھائیں اور حفاظت کے پختہ وعدے کیے مگر آپ کا بھیجنا اس بات کی نشانی ہے کہ آپ خدا دادِ علم و فضل سے جانتے تھے کہ اب جدائی کا وقت نہیں بلکہ قربت کا وقت ہوا چاہتا ہے۔

حضرت بنیامین کو بھائی جب مصر چھوڑ آئے اور واپسی پر کہا اِنَّ اَبْنٰكَ سَرَقَ کہ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی تو آپ نے فرمایا ”صبر ہی اچھا ہے“ آپ نے پھر صبر اختیار فرمایا اور واضح طور پر کہہ دیا کہ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَنِيْ بِهَمِّ جَمِيْعًا ط (یوسف ۸۳)

قریب ہے کہ اللہ اُن سب کو مجھ سے لا ملائے گا۔

اندازہ فرمائیے کہ اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ مصر میں ایک بنیامین ہے اور اس کے ساتھ ایک کبیڑا ہے۔ اُن کا بڑا بھائی دو فرد ہیں، لیکن یعقوب علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ اللہ اُن سب کو یعنی یوسف علیہ السلام کو اور دوسرے دو بیٹوں کو بھگم جمیعاً اُن سب کو لا ملائے گا۔

اسی لیے تو جب مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیض بھیجی تو آپ فرماتے ہیں: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمُ اِنِّیْ لَا جِدْرَیْحَ یُوْسُفَ..... جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں اُن کے باپ نے کہا کہ بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔

اور پھر جب جدائی ختم ہونے کا وقت قریب پہنچا۔ فرزند و لبند کی قمیض آنکھوں پر رکھی تو بصارت و فرحت لوٹ آئی، ٹھنڈک و سرور حاصل ہوا، شبِ بھراں کی خاوتیں جلو توں میں بدل گئیں جدائیوں کے زخم و صلِ حبیب کے مرہم سے مندل ہو گئے شبِ غم

کی بے تابیاں و بے قراریاں خوشیوں اور فرحتوں میں ڈھل گئیں، زماۃ امتحان کے دلدوز و جگر سوز مرحلے اپنے اختتام کو پہنچے، فرقت کی جاں گسل گھڑیاں ملاقات حبیب پر مبارکباد دے کر رخصت ہو گئیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا :

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

کیا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شائیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔
(۴) حضرت یعقوب علیہ السلام کو تو بعض لوگ اس واقعہ میں بے خبر و بے علم ثابت کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ علم ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے رابطہ کرتے، خط لکھتے، خبر و عافیت کی خبر بتلاتے۔

اُن حضرات سے التماس ہے کہ فرمائیے حضرت یوسف علیہ السلام آزمائشوں سے گزر کر جب حضرت زلیخا کے محل میں رہتے تھے اُس وقت تو بے بس یا بے اختیار قیدی نہ تھے بلکہ شہزادگی و آسودگی سے رہتے تھے تو آپ نے اپنے آبا جان کو پیغام کیوں نہ بھیجا؟ رابطہ کیوں نہ رکھا؟ خط کیوں نہ لکھا؟ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد بزرگوار سے محبت نہ تھی؟ اور اس طرح جب حیلیں کاٹنے کے بعد آپ پورے مصر کے والی و حاکم تھے سب اختیارات آپ کے پاس تھے اُس وقت ہی اپنے معنوم و غمخوار والد گرامی کو اطلاع کر دیتے کہ آبا جان غم نہ کھائیے حوصلہ رکھئے میں صحیح و سلامت ہوں۔

معلوم ہوا کہ آپ کا اپنے والد گرامی سے ظاہری رابطہ نہ رکھنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ جانتے تھے کہ خبر اُسے دی جاتی ہے جو بے خبر ہو تو جو ان سب حکومتوں اور عہدوں کے ملنے کی پہلے ہی پیش گوئی فرما چکے ہوں، وہ بے خبر نہیں، باخبر ہیں البتہ یہ مشیت الہی کا معاملہ تھا جس کی لذت سے وہی بہرہ ور ہوتے ہیں، جو مستام خاص رکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا عظیم علمی مقام

(۱) کبھی تو آپ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلَیْہُمْ کے اعلان سے خداوند کمالات کا اظہار کرتے ہیں

(۲) اور کبھی اپنے والد گرامی کی طرف اپنی قمیض بھیج کر یوں غیبی حال منسرباتے ہیں:

اِذْ هَبُوا بِقَمِيصِيْ هٰذَا
فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یٰٓاَتِ
بَصِيْرًا
یہ میری قمیض نے جاؤ والد گرامی کی
آنکھوں پر ڈالنا، بصارت لوٹ
آئے گی۔

اس میں غیب کی خبر بھی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ بزرگوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے وسیلے سے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اگر بزرگوں کی نسبتوں کو ماننا اور ان سے حاصل ہونے والے فیض پر اعتقاد رکھنا شرک ہوتا تو کبھی بھی یوسف علیہ السلام یہ کام نہ کرتے اور اپنے مستعمل کپڑے کے ذریعے مشکل کشائی نہ کرتے۔

(۳) جیل کے اندر وہ دو آدمی جنہیں آپ نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کفر و شرک چھوڑ کر توحید حق قبول کرنے کی دعوت دی آپ نے اُن کو فرمایا:

یٰصٰحِبَی السِّجْنِ اٰمَّا اَحَدُ
کُمَا فِیْ سُقٰی رَبِّہٖ خَمْرًا وَّ
اٰمَّا الْاٰخَرُ فِیْ صُلْبٍ
اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں
ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب
پلائے گا اور دوسرا سولی دیا جائے گا۔

دیکھئے! آپ نے کس طرح موت و حیات کا حال بیان فرمادیا، نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ

قُصِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ
تَسْتَفْتِیْنِ ۝ (یوسف ۴۱)
فیصلہ ہو چکا ہے اس بات کا جو تم مجھ
سے پوچھتے تھے۔

(۴) اور جب بادشاہ وقت خواب دیکھتا ہے تو تمام بخومی و درباری کا ہن اُس کی تعبیر بتانے سے عاجز آجاتے ہیں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے لایا جاتا ہے تو آپ آنے والے پندرہ سالوں کے حالات و معاملات یوں بیان فرماتے ہیں :

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ
دَابَّاجٍ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ
فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا
تَأْكُلُونَ ۝ (یوسف ۴۷)

فرمایا تم کھیتی کرو گے سات برس
لگاتار تو جو کالو اُسے اُس کی بالیوں
میں ہنسنے دو مگر مھوڑا جتنا کھا لو۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ
لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ۝
(یوسف ۴۸)

پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں
گے (یعنی سات سال قحط سالی ہوگی) کھا
جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع
کر رکھا تھا مگر مھوڑا جو بچا لو۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
عَامٌ فِيهِ يَغَاتُ النَّاسُ وَفِيهِ
يَعْصِرُونَ ۝ (یوسف ۴۹)

پھر ان چودہ سالوں کے بعد ایک برس
آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا
اور لوگ اُس (برس) میں رس چوڑیں گے۔

قَارِئِينَ مُحَرَّمٍ غُورَ فَرَمَائِيْ جِسْ قَرَّانِ كَرِيْمٍ مِّمَّنْ اَيَّاهُ مَآذَا تَكْسِبُ عِنْدَاكَ
كُلَّ كَيَّا هُوْكََا۔ اس بات کا اللہ کو علم ہے۔

جن پانچ چیزوں کو قرآن و حدیث میں غیب کی گنجیاں قرار دیا گیا ہے۔
اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ کل کا علم اللہ کو ہے اگر اس کل کے علم کا وہ ہی
مطلب ہے جو آج کتاب و سنت کے دعویداروں نے وضع کیا ہے تو انصاف سے
بتائیں جن آیتوں میں اللہ کے بندے کل کی خبر دے رہے ہیں موت و حیات کے

فیصلوں سے آگاہ فرما رہے ہیں، پندرہ سالوں کی خبریں دے رہے ہیں کیا اس اندازِ فکر سے قرآن کی آیتیں ایک دوسری کو جھٹلاتی نہیں؟

قرآن کریم وہ سچی کتاب ہے جس کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ، لانے والا جبریل امین اور جن کے قلبِ اطہر پر نازل ہوئی وہ معلمِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو کیا قرآن پاک میں معاذ اللہ اتنا تضاد تصور کیا جاسکتا ہے؟ یعنی ایک آیت کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور علیم نہیں دوسری آیت کہے کہ یوسف علیہ السلام علیم ہیں۔ ایک آیت کہے کہ علم صرف اللہ کے پاس ہے اور دوسری آیت سے یہ ثابت ہو کہ اللہ کے بندوں کے پاس بھی علم ہے ایک آیت کہے کہ کسی کو کوئی خبر نہیں کسی کی موت و حیات کے وقت و جگہ کی جب کہ دوسری آیت بتائے کہ محبوبانِ بارگاہِ قدس بیلا فرما رہے ہیں کہ ایک آدمی مارا جائے گا اور دوسرا رہا کر دیا جائے گا اور پھر ہوتا بھی اسی طرح ہے۔ ایک آیت کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور دوسری آیت سے ثابت ہو کہ یوسف علیہ السلام نے آئندہ پندرہ سالوں کی خبریں دیں مِنْ دَعْنُ پندرہ سال قبل ہی بتا دیں — حضرت خضر علیہ السلام نے آنے والے وقت کی خبریں دیں۔ ایک آیت سے ثابت ہو کہ پوشیدہ امور اور پیٹ کے حالات کوئی نہیں جانتا دوسری آیت سے ثابت ہو کہ اللہ کے بندے زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کی خبریں دے رہے ہیں۔

اور کہیں یوں اعلان فرمایا جا رہا ہے :
کہ میں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ گھروں میں تم نے چھپا رکھا ہے۔ دعوتِ فکر ہے، ابھی وقت ہے خدا سے ڈرنا کام آجائے گا۔
قرآن کی آیات کو کھلوانا نہ بناؤ انہیں تضاد کی بھینٹ نہ پڑھاؤ، وگرنہ قرآنی تعلیمات کا غیر مسلم متحرک اٹائیں گے۔ اس سچی کتاب پر انگشت نمائی کریں گے

بلکہ قرآنی آیات میں یوں تطبیق کرو کہ دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو کہ سارا قرآن سچا اور غیر مُبَدَّل ہے۔ جہاں جہاں آیا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں وہاں یوں اظہارِ حقیقت کرو کہ اس سے ذاتی، دائمی اور غیر محدود علم مراد ہے اور جہاں اُس کے پیارے بندوں کے علمی مقامات اور بصیرت و فراست کا بیان ہے وہاں یوں کہو کہ اللہ وحدہ لا شریک کا عطا کردہ ہے یہ علم!! جو حادث اور محدود ہے۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ کے مزار پر۔ یہی طرزِ فکر انھوں نے اپنے ترجمۃ القرآن میں پیش کیا ہے۔ اگر یہ طرزِ فکر عمل اختیار نہ کیا جائے تو معاذ اللہ قرآن قرآن کی تکذیب کرتا نظر آتا ہے حالانکہ ایسا ناممکن ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا ہر فرد دائرہ اسلام سے خارج ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں سچی ہیں اور بعض جھوٹی.....

۵ نصیر کھیل نہیں شعورِ ذات و صفات
خدا شناس کہاں وہ جو خود شناس نہ ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب گودِ مادر میں تھے اور حضرت مریم بستی میں آئیں، لوگوں نے کہا اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں ایسی تھی پھر تو نے یہ کیا کیا کہ بن نکاح کے بچہ؟
قرآن پاک فرماتا ہے:

پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا
وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے
جو پالنے میں بچہ ہے۔ (یعنی جو ابھی
گود میں ہے)

فَإِشَارَتْ إِلَىٰ الْيَتِيمِ قَالُوا
كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي
الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝

(مریم ۲۹)

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَفَا أُنْتِ
الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝

آپ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ،
اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا
ہے (غیب کی خبریں دینے والا)

(مریم ۳۰)

اندازہ فرمائیے!! اتنی چھوٹی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام فرمانا اور اپنی
والدہ ماجدہ کی پاکدامنی کے ساتھ ساتھ فضل و علم کا اظہار اور اپنی کتاب و نبوت کا اعلان
کرنا۔ یہ غیبی علم نہیں تو اور کیا ہے؟

حالانکہ اُس وقت آپ کے ہاتھ میں انجیل شریف موجود تو نہیں بعد میں آنے
والے حالات کو یوں بیان فرمانا۔

کیا اس حقیقت کا واضح ثبوت نہیں کہ اللہ کریم جو علیم و خبیر ہے اُس نے علم و حکمت
کے خزانوں سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو گودِ مادر میں ہی نوازا دیا۔
سُبْحَانَ اللہ و بجدہ کیا شان ہے اُس خالق کون و مکان کے الطاف و انعامات
اور عطا کی اور کتنا بلند مقام ہے اُس کے محبوب بندوں کا۔

نتیجہ: اللہ کا علم ذاتی، دائمی اور غیر محدود ہے، مخلوق کا علم عطائی عارضی
اور محدود ہے۔ جن آیات میں ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا ہمارا اُن پر
بھی ایمان کامل ہے کہ ذاتی طور پر مستقلاً اور غیر محدود علوم صرف اُسی کو زیبا ہیں اُس کے
دیئے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اور جہاں اُس کے مقبولوں کے علم غیب کے کثیر حوالے قرآن
سے ملتے ہیں ہمارا اُن پر بھی ایمان ہے کہ یہ سب اُسی علیم و خبیر کی عطاؤں اور مہربانیوں
سے ہے۔

علوم مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور احادیث مبارکہ

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا. فَوَاللَّهِ
مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ
وَلَا زُكُوعُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ
مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.

(بخاری جلد ۱ ص ۱۰۲)

(۲) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَلْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ
فَقَاتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ
الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَلٌّ لَا يَدْعُ لَهُمْ شَاذَةً وَلَا قَادَةَ
إِلَّا اتَّبَعَهَا وَيَضْرِبُ بِهَا سَيْفِهِ
فَقَالَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ
عَمَّا أَجْزَأَ فَلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم
میرا قبلہ یہاں سامنے دیکھ رہے (یعنی
کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں صرف سامنے
دیکھتا ہوں) اللہ کی قسم مجھ پر تمہارے
خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں ہیں بیشک
میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں
کے درمیان لڑائی ہوئی پس جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف اور
مشرکین اپنے لشکر کی طرف (خمیوں کی طرف)
لوٹے تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم
میں ایک شخص تھا جس نے (اس روز)
تلوار کے خوب جوہر دکھائے اور خوب
بڑھ چڑھ کر دشمن پر حملے کئے۔

ایک آدمی نے کہا کہ آج ہم میں فلاں آدمی
کی طرح کوئی نہ لڑا تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا إِنَّهُ مِنْ
 أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ
 أَنَا صَاحِبُهُ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا
 وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ
 مَعَهُ قَالَ فَجَرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا
 شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتُ
 فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ
 وَذُبَابُهُ بَيْنَ شَدِيدِهِ ثُمَّ
 تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ
 فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ
 قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ
 الَّذِي ذَكَرْتَ إِنَّمَا أَنَا
 مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ
 ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا
 لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي
 طَلَبِهِ ثُمَّ جَرِحَ جُرْحًا
 شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتُ
 فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي
 الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ شَدِيدِهِ
 ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ

علیہ وسلم نے فرمایا خبردار وہ جہنمی ہے۔
 لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا میں اسے
 ساتھ رہوں گا، پس وہ اس کے ساتھ نکلا
 جب وہ ٹھہرا وہ بھی ٹھہرا اور جب دوڑا
 وہ بھی دوڑا۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ وہ آدمی
 جسے زبان رسالت نے جہنمی کہا تھا، شدید
 زخمی ہوا۔ موت میں اُس نے جلدی کی۔
 تلوار کی، سبھی یعنی قبضے کو زمین پر رکھا اور
 تلوار کے پھالے کو اپنے سینے پر۔ اور تلوار
 کے اوپر اپنا سینہ رکھ کر نیچے دبا دیا یوں
 اُس نے خودکشی کر لی۔ پس وہ آدمی جو اُس
 کو دیکھنے کے لیے ساتھ ساتھ تھا وہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا
 اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
 اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے
 کیا دیکھا، اُس نے عرض کیا کہ وہ آدمی جس
 کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ جہنمی
 ہے، لوگوں نے حیرت کی۔ میں نے انہیں
 کہا کہ میں تمہاری طرف سے اس کے ساتھ تھا
 رہتا ہوں وہ زخمی ہو گیا اور اپنی تلوار کا قبضہ
 زمین پر رکھ کر پچالا سینے پر رکھ کر اس نے خودکشی

نَفْسَهُ - (بخاری جلد ۱ ص ۳۶)

(۳) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ.

(بخاری جلد ۱ ص ۳۵)

(۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ - وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمْ مَا أَحَدُ هُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِعُهُ عَنِ الْبَوْلِ وَآمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ - (بخاری جلد ۱ ص ۳۵)

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَايَيْنُ فَمَا أَحَدُ هُمَا فَبَشَّتُهُ وَآمَّا

کر لی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک دن کھڑے ہوئے اور ہمیں بتا دیا مخلوق کی پیدائش سے لے کر یہاں تک کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک جس نے اسے یاد رکھا یا درکھا — اور جس نے بھلا دیا بھلا دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان کے عذاب کا سبب گناہ کبیرہ نہیں ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کے باعث مبتلائے عذاب ہے جب کہ دوسرا بچل خوری کی وجہ سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بچیلے (علم کے سیکھے) یعنی دو طرح کا علم سیکھا۔ ایک قسم کا علم تو لوگوں کو بتا دیا اور

الْآخِرُ فَلَكَوْ بَشْتُهُ قُطِعَ هَذَا
الْبُلْعُومُ۔

دوسرا بتادوں تو لوگ میرا زخرو کاٹ ڈالیں
(جہاں سے کھانا نیچے اترتا ہے اُسے زخرو کہتے

(بخاری جلد ۲۳ ص ۲۱) ہیں۔

حق پسند و حقیقت شناس لوگوں سے عرض ہے کہ آپ تدبیر فرمائیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری قسم کا علم جو میں نے اپنے آقا سے حاصل کیا ہے اگر لوگوں کو بتادوں تو وہ مجھے قتل کر دیں۔ وہ علم کیا تھا، کیسا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علم سکھاتے ہیں یا جو علم رکھتے ہیں، اتنا بُرا اور خطرناک ہے (معاذ اللہ) کہ وہ بیان کرنے سے قتل کا فخر ایک صحابی سچے اور سچے مسلمانوں سے محسوس کرتا ہے۔

بخاری شریف کے حاشیہ پر موجود ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّيِّئِ
وَأَمَارَةِ الصَّبِيَّانِ يُشِيرُ إِلَى خَلَافَةٍ
يَزِيدُ۔ (حاشیہ بخاری جلد ۲۳ ص ۲۱)

کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس شر
سے اور نوجوان لڑکوں کی جمرانی سے۔

اس سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ یزید کی طرف ہے۔ (جس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم و ستم ڈھائے)۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى أَيْدِي
غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةٌ فَقَالَ
أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ أَنْ
أَقُولَ بَنِي فُلَانٍ وَبَنِي فُلَانٍ

میری امت کی ہلاکت قریش کے چند
لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی (تو یہ سُکر)
مروان نے کہا اُن لڑکوں پر اللہ کی لعنت
ہو تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں
چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں

فَعَلْتُ - (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۴۶)

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہیں
قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ
إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ -

(مسلم جلد ۲ ص ۳۹)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے فرماتے ہیں :

(۸) وَاللَّهُ مَا أَدْرِي أَلَيْسَى أَصْحَابِي
أَمْ تَنَاسَوْا وَاللَّهُ مَا تَرَكَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
قَائِدٍ فِتْنَةٍ إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ
الدُّنْيَا يَبْلُغُ مِنْ مَتْعَةٍ ثَلَاثَ
مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ
لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَ
اسْمِ قَبِيلَتِهِ - (مشکوٰۃ ص ۶۳)

(۹) عَنْ أَبِي زَيْدٍ يَعْنِي عَمْرَو بْنَ
أَخْطَبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ
وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى
حَضَرَتِ الظُّهُرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى
ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى

اور فلاں ابن فلاں ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما
کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا
سب کچھ بیان فرما دیا کسی بھی چیز کو نہ
چھوڑا۔

خدائے تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے
دوست بھول گئے ہیں یا بھول جانا ظاہر
کرتے ہیں (آج سے) دنیا کے ختم ہونے
تک جتنے فتنے انگیز پیدا ہوں گے جن کے
ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہوگی
حضور نے ہمیں اُن کا نام، اُن کے باپ کا
نام اور اُن کے خاندان کا نام (سب کچھ)
بتا دیا۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری
رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی
نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے
ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کی
نماز کا وقت آگیا پھر منبر سے تشریف لائے

حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ
فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ
فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ
فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ
كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

✽

نماز پڑھائی اس کے بعد پھر منبر پر تشریف
لے گئے اور خطاب فرمایا یہاں تک کہ عصر
کا وقت آگیا پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی
اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور
ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج
ڈوب گیا۔ پس (اُس خطبہ طویلہ میں) آپ
نے ہمیں بتا دیا جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ
ہونے والا تھا۔ پس ہم میں زیادہ علم
والا وہ ہی ہے جس کو (اُس دن کے خطبے)
کی زیادہ باتیں یاد ہیں۔

قارئین محترم! یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جن پانچ چیزوں کو غیب کی
گنجیاں قرآن و حدیث میں قرار دیا گیا ہے اور جن کے بارے میں واضح ارشاد ہے
کہ اُن کا علم اللہ کو ہی ہے۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مَا ذَا اَتَكْسِبُ غَدًا۔ کہ آنے
والے وقت میں کیا ہوگا۔ کسی کو اللہ کے علاوہ علم نہیں۔

مذکورہ احادیث کو بھی اور آنے والی احادیث کو بھی پڑھیے تو آپ پر روزِ روشن
کی طرح عیاں ہوگا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہو۔ وہ ایک کل تو کیا کئی زبانوں
کی خبریں دیتے ہیں اور اُن کا علم رکھتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں (غزوہ بدر
شروع ہونے سے ایک دن پہلے)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ
جگہ کل فلاں کافر کا مقتل ہوگی اور وہاں

(۱۰) قَالَ اَنَسٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا
مَصْرَعٌ فُلَانٍ غَدًا وَوَضَعَ
يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ وَهَذَا

مَصْرَعٌ فَلَا يَنْغَدَا وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى
الْأَرْضِ وَهَذَا مَصْرَعٌ فَلَا يَنْغَدَا
وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَقَالَ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ
أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ.

(ابوداؤد جلد ۲ ص ۵)

آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور اس جگہ
کل فلاں کا فرقتل ہوگا آپ نے زمین پر
ہاتھ رکھ کر بتایا اور اس جگہ کل فلاں کا فر
قتل ہوگا اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا۔
راوی کہتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے
قبضے میں میری جان ہے کہ جہاں حضور
اکرم نے نشان لگا کر بتایا تھا وہاں سے
کوئی ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہوا۔

(وہیں مراحاں آقائے بتایا تھا)

اس کے علاوہ یہی روایت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اور
ابوداؤد کے علاوہ مسلم جلد ۲ ص ۱۲، نسائی جلد اول ص ۲۹ پر بھی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مَا ذَا تَكْسِبُ غَدًا کا مطلب ہے کہ
کسی کو اپنے آپ پتہ نہیں، جس کا قدرت نے سینہ کھول کر اور قُلُوبُ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
کہلو اگر علوم کے خزانے عطا فرمائے ہوں جس کے بارے میں قرآنی اعلان ہوا اَلَمْ
نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اے حبیبِ مکرّم کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔
مَا ذَا تَكْسِبُ غَدًا تو کیا وہ توقیامت تک کی خبریں بھی بیان کریں تو ہمارا
کابل ایمان ہے کہ یہ سب غیبی خبریں حق اور سچ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
رمضان شریف میں جمع ہونے والے
مالِ زکوٰۃ پر نگران مقرر کیا، پس ایک

(۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ
رَمَضَانَ فَأَتَانِي أَتٍ فَجَعَلَ

يَحْتَوُ مِنْ الطَّعَامِ فَآخَذَتْهُ
وَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا رُفْعَتَكَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَ
عَلَى عِيَالٍ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ
قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا
فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
شَكِلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ
وَعِيَالٌ لَا فَرَجَ مَتَّهُ فَخَلَّيْتُ
سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ
كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ
أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ
فَنَجَاءَ فَجَعَلَ يَحْتَوُ مِنْ
الطَّعَامِ فَآخَذَتْهُ فَقُلْتُ
لَا رُفْعَتَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنے والا آیا اور اُس نے اناج سمیٹنا
شروع کیا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا
کہ اللہ کی قسم تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس لے کر جاؤں گا، اُس نے
کہا مجھے چھوڑ دو، بیشک میں محتاج ہوں
عیال دار ہوں اور مجھے سخت حاجت ہے
راپ کہتے ہیں میں نے اُسے چھوڑ دیا
پس صبح کو میں حاضر ہوا تو آقا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ رات کو
تیرے قیدی نے کیا کیا میں نے کہا
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے
سخت حاجت کا ذکر کیا اور صاحب عیال
ہونے کا، پس مجھے اُس پر رحم آگیا میں نے
اُس کا راستہ چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا خبردار بیشک اُس نے
تجھ سے جھوٹ بولا ہے، اور وہ پھر آئے
گا، فرمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے پیش نظر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے
گا، پس وہ آیا اور اناج سمیٹنے لگا میں
نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ ضرور تجھے لے کر
جاؤں گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَى
عِيَالٍ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ
فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ
فَنَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَاهُ رِيَّةٌ
مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ كَشَلَّى حَاجَةً
شَدِيدَةً ۝ وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ
فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ

قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ
وَسَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ
الثَّالِثَةَ فَجَاءَ فَجَعَلَ
يَحْشُو مِنْ الطَّاهِرِ
فَنَاخَذْتُهُ فَقُلْتُ
لَا رُفْعَتَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ
أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ شَعْرَ
تَعُودُ قَالَ دَعْنِي أَعْلِمَكَ كَلِمَاتٍ
يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا قُلْتُ
مَا هِيَ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى

اُس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج و
عیالدار ہوں اب کبھی نہیں آؤں گا۔ پس
مجھے اس پر رحم آگیا میں نے اس کا راستہ
چھوڑ دیا پس صبح کو میں حاضر ہوا تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے
ابو ہریرہ رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا
میں نے عرض کیا حضور اُس نے پھر اپنی
سخت حاجت اور بال بچے دار ہونے کا
رونا رویا، پس مجھے اُس پر رحم آگیا تو میں
نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بیشک اُس نے
تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئیگا
پس میں نے اُس کا تیسری بار انتظار کیا
وہ آیا اور غلہ سمیٹنے لگا، میں نے اُسے پکڑ
لیا اور کہا کہ ضرور تجھے لے جاؤں گا رسول
مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور تین
دفعہ کا آخری موقع ہے۔ تو کہتا ہے کہ پھر
نہیں آئے گا، پھر آجاتا ہے۔ اُس نے
کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں تجھے ایسے کلمات
سکھاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تجھے
نفع دے گا، میں نے کہا وہ کیا ہیں۔ اُس

فَرَأَيْتَ مَا فَرَأَى آيَةَ الْكُرْسِيِّ
 اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ
 تَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا
 يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تَصْبِحَ
 فَنَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ - فَأَصْحَبْتُ فَقَالَ
 لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَانَةٌ يَعْلِمُنِي
 كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا
 فَنَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ مَا
 هِيَ فَقَالَ قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ
 إِلَى فَرَأَيْتَ مَا فَرَأَى آيَةَ
 الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى
 تَخْتِمَ الْآيَةَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَقَالَ لِي لَنْ
 تَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ
 وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تَصْبِحَ
 وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا إِنَّهُ
 قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ

نے کہا جب شب کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی
 شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو۔ پس اُسکی
 وجہ سے اللہ کی طرف سے صبح تک تیرے ساتھ
 ایک نگران مقرر ہو جائے گا اور شیطان تیرے
 قریب نہ آ سکے گا۔ پس میں نے اس کا راستہ
 چھوڑ دیا۔ صبح کو میں حاضر ہوا تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ
 رات کو تیرے قیدی نے کیا کیا، میں نے کہا
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے کہا کہ
 وہ مجھے ایسے کلمات سکھا دیتا ہے کہ جن کی
 بدولت اللہ مجھے نفع دے گا، آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں ابو ہریرہ
 نے کہا کہ اُس نے مجھے کہا کہ جب تم
 بستر پر آؤ تو شروع سے آخر تک آیت الکرسی
 پڑھ لیا کرو۔ اور اُس نے مجھے کہا کہ اللہ کی
 طرف سے ایک نگران تیرے ساتھ رہے گا
 اور صبح تک تیرے نزدیک شیطان نہ آ سکے گا اور
 صحابہ کرام نیکی پر بڑے حریص تھے پس فرمایا
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، خبردار بیشک
 اُس نے تیرے ساتھ سچ بولا حالانکہ وہ
 جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ جانتے ہو تین

مَنْ تَخَاطَبُ مُنْذُ ثَلَاثَ لَيَالٍ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَلِكَ
شَيْطَانٌ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۳۱)
(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ
أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ آيُنَا أَسْرَعُ بِكَ
لِحُوفًا قَالَ أَطْوَلُكُمْ
يَدًا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۹۱)

راتوں سے کس سے ہمکلام ہوتے رہے
ہو، عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا،
وہ شیطان تھا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۳۱)
ام المؤمنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ بعض
ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا (آپ کی وفات شریف کے بعد)
آپ کی بیویوں میں سے سب سے پہلے آپ
سے کون لاحق ہوگی یعنی وفات کس کی
پہلے ہوگی تو آپ نے فرمایا تم میں سے جس کے
ہاتھ لمبے ہیں۔

قارئین محترم اندازہ فرمائیں یہ سوال کتنا اہم ہے۔ موت و حیات کا مسئلہ ہے۔
اُتھات المؤمنین کی گرد راہ پر ہماری آن و جان قربان کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہ سوال پوچھ کر ساری اُمت کی راہنمائی فرمادی کہ حضور ہم میں سے پہلے کون فوت ہوگی
اظہر من الشمس ہوا کہ اُمت کی مائیں توحید کے سب سے بڑے علمبردار کی ازواج طبیات
بھی یہی عقیدہ رکھتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں کہ کون کب فوت ہوگا۔
وہ کتنا بد نصیب ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب ماننا
بشرک ہے۔

بن عشق مصطفیٰ محمد ﷺ پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار اُن کو جاتی ہے عقل ساری
گستاخ پیغمبر کو کب دین سمجھ آئے
شیوہ ہو سدا جس کا عیاری و مکاری

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں بیمار ہوئے تو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ اَدْعُ اللَّهَ اَنْ لَا يَرُدَّنِي عَلَى عَقِبِي۔ اے اللہ کے محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے مکہ مکرمہ میں جہاں سے ہجرت کی ہے یہاں موت نہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست سعد بن ابی وقاص سے ہونے والی فتوحات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَعَلَّ اللَّهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ
بِكَ نَاسًا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۳۸۳)
کہ اللہ تجھے رفعت و صحت دے گا اور
تیرے وسیلے سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔
فتح الباری جلد ۵ ص ۲۷ پر اس کے تحت یہ الفاظ موجود ہیں:

يَعْنِي يُقِيمُكَ مِنْ مَرَضِكَ۔
کہ اس بیماری سے اللہ تجھے شفا دے گا۔

(یعنی ابھی تمہاری وفات کا وقت نہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو ان کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا ہے پس وہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور اب جعفر نے جھنڈا سنبھالا ہے (تو) وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اور پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا وہ بھی شہید کر دیئے گئے (نظر نبوت سے براہ راست

(۱۴) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ

سَيْفٌ مِّنْ سَيُوفِ اللَّهِ
حَتَّىٰ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ-

(بخاری جلد ۲ ص ۶۱۱)

(مشکوٰۃ ص ۵۳۳)

آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے آپ کی
آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں آپ نے فرمایا،
کہ (اب) جھنڈا اللہ کی تلوار یعنی خالد بن ولید
نے پکڑا ہے اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔

قارئین کرام آپ غور فرمائیں کہ سچے دین کی خاطر آپ کے بھیجے ہوئے مجاہدین صحابہ
کرام علیہم الرضوان موتہ کی سرزمین پر لڑ رہے ہیں اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح
آنکھوں دیکھا حال براہ راست بیان فرما رہے ہیں۔

وہ لوگ جن کے روبرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عظیم الشان شہادت و شجاعت
کی غیبی خبریں دے رہے ہیں، یا جن کے حالات کو آپ سینکڑوں میلوں سے ملاحظہ
فرما کر براہ راست بیان فرما رہے ہیں کیا وہ لوگ اس طرز فکر کی تائید کریں گے کہ
”رسول کو کیا خبر؟“
(تقویۃ الایمان ص ۸۹)

کیا خوب کسی صاحبِ درد نے کہا ہے:

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولیٰ کیا ہے
اُمتی ہو کے نبی کا جو علم مانے نہ
ایسے بد بخت کا ایمان سے رشتہ کیا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں دو
کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے
ہو یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کیا

(۱۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي
يَدِهِ كِتَابَانِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ
مَا هَذَانِ الْكِتَابَانِ فَقُلْنَا لَا

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا
فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى
هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ
الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ
الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ

أَبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ
ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَىٰ آخِرِهِمْ
فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ
مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي
فِي شِمَالِهِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ
رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ
أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ
وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَىٰ
آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ
وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا۔

(ترمذی ص ۳۶ جلد ۲)

نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر
یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے
فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں
ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔
اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباء
کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج
ہیں پھر ان کے آخر میں میزان لگائی گئی
ہے (ایسی میزان) کہ ہمیشہ کے لیے نہ اس
میں زیادتی ہوگی نہ کمی پھر فرمایا اور یہ کتاب
جو میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین
کی طرف سے ہے۔

اس میں تمام دوزخیوں کے نام، ان کے
آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام
درج ہیں، آخر میں میزان لگائی گئی ہے
کہ اب ہمیشہ کے لیے نہ اس میں زیادتی ہو
گی نہ کمی۔

اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر
ایک کے انجام کو جانتے ہیں۔ کیونکہ سب جنتیوں اور جہنمیوں کی فہرست آپ کے
ہاتھوں میں ہے۔

اس حدیث سے اس آیت کی وضاحت بھی ہو گئی۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ مَنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (الاحقاف ۹)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ اولاً: معتبر مفسرین اس آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور ثانیاً: مذکورہ آیت میں مَا اَدْرِیْ ہے مَا اَعْلَمُ نہیں۔
یہاں داریت کی نفی ہے۔

در داریت کہتے ہیں۔ اِذَاكَ الْعَقْلُ بِالْقِيَاسِ۔

عقلی اکل بچو۔

وہ یہ بات ظاہر ہے کہ نبوت کا علم عقلی قیاسات پر مشتمل نہیں ہوتا کیونکہ عقل بچو اور قیاسی ٹیوے اکثر غلط بھی ہو جاتے ہیں جب کہ علم نبوت حق و صداقت پہ مبنی ہے۔

جو شخص اس آیت کو پڑھ کر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انجام کو جانتے ہیں اور نہ کسی امتی کے انجام کو تو اس بے خبر کو اپنی بد نصیبی پر ماتم کرنا چاہیے۔

حقیقت میں اُس نے قرآن کو سمجھنا نہ حدیث کو۔

کیونکہ قرآن عظیم تو بر ملا فرما رہا ہے :

وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰی

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی

اور بیشک پچھلی (آخرت) تمہارے لیے پہلی (دنیا) سے بہتر ہے۔

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ میں ایک دن حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ

۶۱۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰی قَالَ كُنْتُ مَعَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حَاطٍ مِّنْ جَبَلٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ

فَجَاءَ رَجُلٌ فَأَسْتَفْتَحَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ فَفَتَحَتْ لَهُ فَإِذَا
أَبُو بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهُ بِمَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ
ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَأَسْتَفْتَحَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ فَفَتَحَتْ لَهُ
فَإِذَا هُوَ عُمَرُ فَاخْبَرْتُهُ
بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ
اللَّهَ. ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ
فَقَالَ لِي افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ
بِالْجَنَّةِ عَلَى بُلُوَى
تَصِيبُهُ فَإِذَا عِثْمَانُ
فَاخْبَرْتُهُ بِمَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ

کے ایک باغ میں تھا پس ایک آدمی
آیا پس اُس نے دروازہ کھولنے کے لیے
کہا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت
کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ
کھولا تو ابو بکر صدیق تھے پس میں نے انھیں
جنت کی بشارت دی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق۔ پس
انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی پھر ایک
آدمی آیا اور اُس نے دروازہ کھلوانا چاہا،
پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دروازہ کھول دو اور انھیں جنت کی بشارت
دو پس میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت
عمر تھے پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی بشارت
دی۔ پس انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی۔
پھر ایک آدمی نے دروازہ کھولنے کے
لیے کہا آپ نے مجھ سے فرمایا۔ دروازہ
کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت
دے دو۔ اس آزمائش پر جو انھیں پہنچے
گی دیکھا تو حضرت عثمان تھے۔ پس جو

اللَّهُ شَقَّ قَالِ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ
(بخاری جلد ۵۲۲ ص ۵۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں نے
انہیں بتا دیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد بیان
کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مددگار (آنے
والی آزمائش میں ثابت قدم رکھنے کیلئے)

حضرات محترم !! مقررین بارگاہ کے علمی مقامات و کمالات کا انکار کرنے والوں
کی یہ باتیں کہ ہمارے بھی دو ہاتھ، اُن کے بھی دو ہاتھ، ہمارے بھی دو کان اُن کے بھی دو
کان، ہماری بھی دو آنکھیں اُن کی بھی دو آنکھیں ہم مانتے ہیں کہ ایسا ہی ہے مگر خدا
کے نام پر دعوت فکر ہے کہ کیا ہماری سماعت و بصارت اُن جیسی ہو سکتی ہے جن کا
قدرت نے شرح صدر فرما کر علوم و حکم گنجینہ بنا دیا ہو۔

ملاحظہ ہوں احادیث مبارکہ :

(۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا
فَقَدْ أَذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا
تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ
أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ
وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ
إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ
فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا جو میرے کسی ولی سے دشمنی
رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ
کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے
ذریعے قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند
ہیں اور میں نے اُس پر فرض کی ہیں بلکہ
میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب
حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں
اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب
میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی

الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدُهُ
الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَ
رِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي
بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُ
عُطِيتَهُ - (بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳)
امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے
اس کی یوں وضاحت فرمائی۔

سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ
سُنتا ہے اور اُسکی بصارت بن جاتا ہوں
جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ
بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے
اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے
ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے
میں اُسے ضرور عطا کرتا ہوں۔

وَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّهِ لَهُ سَمْعًا
وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ لَهُ بَصَرًا
سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ
رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ

اور جب اللہ کا نورِ جلال بندے کے کان بنتا ہے تو وہ قریب اور بعید سے سنتا

ہے اور جب وہ ہی نورِ جلال اس کی آنکھیں بنتا ہے تو وہ قریب اور بعید دیکھتا ہے
(۱۸) اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البتہ میں نے اس جگہ پر (رہتے ہوئے)
وہ تمام چیزیں دیکھیں جن کا مجھ سے
وعدہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ میں جنت سے
خوشہ توڑنے کا ارادہ کر رہا تھا، جب تم
نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا۔ اور میں نے
دوزخ دیکھی کہ اس کے بعض حصے بعض
دوسرے حصوں کو کھا رہے ہیں۔ جب
تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا اور میں نے
دوزخ میں عمرو بن لُحی کو دیکھا۔

لَقَدْ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي
هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وَعِدَّتُهُ
حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُهُ أُرِيدُ أَنْ
أُخَذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ
حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ
وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ
بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي
تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ
لُحْيٍ - (بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۱)

محبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی انمول سعادت رکھنے والے خوش نصیبو
آپ غور فرمائیں کہ ہمارے آقا علیہ تحیۃ والثناء زمین پر رہتے ہوئے جنت و دوزخ کا
مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(۱۹) اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح طور پر فرماتے ہیں :

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَرَى مَا لَا
تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔
(رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۴۵)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں
سنتا ہوں جو کچھ تم نہیں سنتے۔

(۲۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
إِلَى الْأَرْضِ فَيَنْزِلُ وَ يُؤَلِّدُ
لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ
سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدفَنُ
مَعِيَ فِي قَبْرِى فَأَتُونِى أَنَا وَ
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِى
وَاحِدٍ بَيْنَ ابْنِ بَكْرٍ وَ عُمَرَ۔
(مشکوٰۃ ص ۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے)
زمین پر اتریں گے۔ پس اُن کا نکاح ہوگا
اُن کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال
وجہ ارض پر قیام فرما کر انتقال فرمائیں
گے پھر میرے ساتھ میری قبر میں دفن
ہوں گے، پس ابوبکر و عمر کے درمیان
میں اور عیسیٰ اکٹھے ایک قبر سے اٹھیں گے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کس طرح شرح و بسط سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امور
غیبیہ کو بیان فرما رہے ہیں۔
اگر اب بھی کوئی ماننے کی بجائے اپنی بد نصیبی کو اس اعتراض کی صورت میں

ظاہر کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر غیب رکھتے ہیں تو اس کا جواب کیا ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ انہیں اصحابی کہہ کر بلائیں گے اُس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ (جہادِ مسلم جلد ۲ ص ۲۲۹ پر ہے)

اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ آپ نہیں جانتے۔

علمِ نبوت سے دشمنی رکھنے والے آنکھیں بند کر کے اعتراض کر دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو مرتدوں کو اپنا صحابی کیوں کہتے۔ جواباً عرض ہے کہ قرآن پاک میں ہے کہ جہنمی کو حکم ہو گا :

ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (الدخان ۴۹)

چکھ بے شک تو بڑی عزت والا کرم والا ہے۔

قارئین کرام! کیا کافر جہنمی جس کو جہنم میں دھکیلا جا رہا ہے۔ وہ عزت والا ہے کیا وہ کرم والا ہے؟

اگر وہ عزت والا اور کرم والا نہیں اور یقیناً نہیں تو قرآن میں ایسے بد بخت و دوزخی کو عزت و کرم والا کیوں کہا ہے؟

قارئین کرام!! وہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرتدوں و کافروں کے بارے اصحابی کا جملہ استعمال فرمائیں گے۔

اس حدیث سے جو علم نبوت کی نفی کرتا ہو۔ اُسے اپنی علمی حیثیت پر رونا چاہیے کہ اس حدیث میں نفیِ علم کہاں۔ اس سے تو ہزاروں سال بعد ہونیوالے واقعات و حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی بیان فرما رہے ہیں گہری نظر سے مطالعہ فرمائیے اللہ کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس حدیث سے تو علوم نبوت کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔ مگر کس کو؟

۵ نظر محروم ہو جائے جب ذوقِ تماشا سے
اندھیرا تو اندھیرا روشنی بھی بار ہو جائے
مذکورہ حدیث کے متعلق یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
جن لوگوں کو اصحابی کہہ کر پکاریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو آپ جانتے اور پہچانتے
ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :
وَلِلطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَحْوُهُ وَزَادَ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ اَدْعُ اللَّهَ اَنْ لَا يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ لَسْتُ
مِنْهُمْ (وَسَنَدُهُ حَسَنٌ) (فتح الباری جلد ۱۱ ص ۳۳۵)

امام طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اسی طرح کی بیان
فرمائی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ (حضرت ابو درداء کہتے ہیں) میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں سے نہ کرے، تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو درداء تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔
پس دس گھوڑا سوار نکلیں گے۔

(۲۱) فَيُبْعَثُونَ عَشْرَ فَوَارِسَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا عَرِفُ
أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ
آبَاءِهِمْ وَالْوَأَنَ خِيُولِهِمْ
خَيْرُ فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ
الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ -

(قربِ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے) رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
میں جانتا ہوں ان سواروں کے نام ان
کے آباء کے نام اور ان کے گھوڑوں کے
رنگوں (تک) کو جانتا ہوں زمین کی پشت
پر اُس دن وہ بہترین گھوڑا سوار ہوں
گے۔

(مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۹۲)

(۲۲) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَا عَطِيشَ
هَذِهِ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا
يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ
اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ
النَّاسُ غَدَا عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُلُّهُمْ يَرْجُونَ أَنْ
يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيُّزَعِلِي
بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا هُوَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشُتْكِي
عَيْنَيْهِ قَالَ فَا رُسِلُوا
إِلَيْهِ فَأَتَى بِهِ فَبَصَقَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ
فَبَرَأَ كَانَ لَمْ
يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ
الرَّأْيَةَ

(مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

حضرت سهل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر
کے دن فرمایا کہ کل میں ضرور جھنڈا اس
شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ کریم
فتح کرے گا اور وہ شخص اللہ و رسول
جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
رکھتا ہے اور اللہ و رسول جل جلالہ و
صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے
ہیں۔ صبح کو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس آئے ہر کوئی یہ اس لیے آیا
کہ جھنڈا مجھے ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہے
(خدا م) بولے اے اللہ کے رسول حضرت
علی کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بلا بھیجا پس جب حضرت علی آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے تو
آپ نے لعاب دہن حضرت علی کی
آنکھوں میں لگایا تو انھیں آرام آگیا گویا
کہ کوئی رکسی قسم کی، تکلیف تھی ہی نہیں۔
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھنڈا
عطا فرمایا۔

(۲۳) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ
 رَدِيفًا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى
 حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوتَ
 الْمَدِينَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ
 يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ
 جُوعٌ تَقُومُ عَنْ فِرَاشِكَ
 وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتَّى
 يَجْهَدَكَ الْجُوعُ قَالَ
 قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ
 قَالَ تَعَفَّفُ يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ
 كَيْفَ بِكَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا
 كَانَ بِالْمَدِينَةِ مَوْتُ
 يَبْلُغُ الْبَيْتِ الْعَبْدَ
 حَتَّى أَنْتَ يُبَاعُ الْقَبْرُ
 بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَ
 رَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ تَصْبِرُ
 يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ
 يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ
 قَتْلٌ تَغْمِرُ الدِّمَاءُ
 أَحْجَابَ الزَّيْتِ قَالَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پیچھے ایک دن ردیف تھا ایک گدھے
 پر تو جب ہم مدینہ کے گھروں سے نکل
 گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اے ابو ذر اس دن تمہارا کیا حال ہوگا،
 جب مدینہ میں عام بھوک ہوگی تم اپنے
 بستر سے اٹھو گے تو اپنی مسجد میں پہنچو گے
 کہ تم کو بھوک مشقت میں ڈال دے
 گی۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ
 اور اس کا رسول زیادہ جانیں فرمایا
 پر ہمیز گار رہنا اے ابو ذر۔ فرمایا اے ابو ذر
 اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں
 عام موت پھیل جائے گی کہ گھر غلام کی
 قیمت کو پہنچ جاوے گا حتیٰ کہ ایک قبر
 ایک غلام کے عوض بچے گی فرماتے ہیں
 میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ
 جانیں فرمایا صبر کرنا اے ابو ذر۔ فرمایا
 اے ابو ذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا
 جب کہ مدینہ میں قتل عام ہوگا حتیٰ کہ
 خون ریت کے پتھروں کو ڈبو دے گا۔

قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

(مشکوٰۃ ص ۴۶۳)

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اس
کا رسول جلت جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ
علم والے ہیں۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ غزوہ تبوک میں ہم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب آپ
وادی القریٰ میں پہنچے تو ایک عورت
اپنے باغ میں نظر آئی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا
اندازہ لگاؤ کہ اس باغ سے کتنی کھجوریں
حاصل ہونگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود دس دس دس کھجوروں کا اندازہ فرمایا۔
پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا اس باغ سے
جتنی کھجوریں حاصل ہوں یا در کھنا
جب ہم لوگ تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا
آج رات زور سے آندھی چلے گی۔ کوئی
شخص کھڑا نہ رہے جسکے پاس اونٹ ہو اسے
باندھ دے پس ہم نے باندھ دیئے رات کو زبردست آندھی
آئی۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا آندھی نے
اُسے اڑا کر جبل طی میں پھینک دیا۔
اور ایلہ کے حکمران نے ایک سفید خچر

(۲۴) عَنْ أَبِي حَمِيدٍ السَّاعِدِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ
تَبُوكَ فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ
الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ
لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوا
فَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ
أَوْ سِتِّينَ فَقَالَ لَهَا احْصِي
مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا
أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا
سَتَهْبُتُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ
وَلَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ
كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ
فَلْيَعْقِلْهُ فَنَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ
رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَكَانَ
رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طِيٍّ وَ

أَهْدَىٰ مَلِكُ أَيْلَةَ لِبَنِي صُلَى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ
 وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ
 بِبَحْرِ هَمٍّ فَلَمَّا آتَىٰ وَادِيَ
 الْقُرَىٰ قَالَ لِلْمَرْأَةِ كُمْ
 جَاءَتْ حَدِيْقَتُكَ قَالَتْ
 عَشْرَةٌ أَوْ سِتٌّ خَرَصَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۱)

(۲۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ ذُبُّ
 إِلَى رَاعِي عَنْهُمْ فَأَخَذَ
 مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ
 التَّرَاعِي حَتَّى انْتَزَعَهَا
 مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّبُّ
 عَلَى تَلٍّ فَأَقْعَىٰ وَاسْتَشْفَرَ
 وَقَالَ قَدْ عَمِدْتُ إِلَىٰ رِزْقِ
 رَزَقْنِيهِ اللَّهُ أَخَذَتْهُ شَمْرٌ
 انْتَزَعَتْهُ مِنِّي فَمَالَ
 الرَّجُلُ تَالَهُ إِنْ رَأَيْتُ
 كَالْيَوْمِ ذُبُّ يَتَحَكَّمُ

اور ایک چادر تحفے کے طور پر آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی اور اپنے
 سمندری (ساحلی و ملکی حالات خبریہ وغیرہ
 کے متعلق) لکھ بھیجے۔ پس جب آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم واپسی میں وادی القریٰ پہنچے
 تو اس عورت کو فرمایا تیرے باغ سے کتنی
 کھجوریں اُترتی ہیں۔ اُس نے کہا۔ دس
 وسق، وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا اندازہ مبارک تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی
 طرف آیا پس اُس کے ریوڑ سے ایک بکری
 کو اُس نے پکڑ لیا۔ چرواہے نے اُس کا
 پیچھا کیا یہاں تک کہ بکری اُس سے چھڑا
 لی۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ بھیڑیا ایک
 ٹیلے پر چڑھ کر اپنی دُم پر بیٹھ گیا۔ اور بولا
 کہ میں نے اپنے رزق کا قصد کیا تھا جو
 مجھ کو خدا تعالیٰ نے دیا میں نے اُس رزق
 کو حاصل کر لیا تھا پھر تو نے وہ رزق مجھ
 سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم
 (امیر عجیب سے) کہ میں نے آج کی طرح

فَقَالَ الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ
هَذَا رَجُلٌ فِي النُّخْلَاتِ بَيْنَ
الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ
بِمَا مَضَىٰ وَمَا هُوَ
كَائِنْ بَعْدَكُمْ قَالَ
فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا
فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ
وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ -

(مشکوٰۃ ص ۵۴)

(۲۶۱) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ
كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ
غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ
سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ
فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَبِي قَالَ
أَبُوكَ، حُذِّفْنَا فَقَامَ
أَخْرَفْنَا قَالَ مِّنْ أَبِي

کبھی نہیں دیکھا کہ انسان کی طرح بھڑیا
بولتا ہو۔ بھڑیے نے کہا اس سے بھی
عجیب معاملہ ہے اُس شخص (حضور صلی
اللہ علیہ وسلم) کا جو دو سنگتوں کے درمیان
نخلستان میں تشریف فرما ہو کر تمہیں خبریں
دیتے ہیں جو کچھ گزر چکا ہے اُسکی بھی اور
جو کچھ (آئندہ) تمہارے بعد ہونے والا ہے
اُسکی بھی۔ راوی کہتے ہیں وہ چرواہا یہودی
تھا بھڑیے سے سن کر حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ اور واقعہ بیان
کیا اور اسلام لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ایسی اشیاء
کے متعلق سوالات کیے گئے جن کے اظہار
کو آپ اچھا نہ سمجھتے تھے جب آپ پر
ایسے سوالات کی کثرت کی گئی تو آپ
نے آگے اور فرمایا لوگو جو چاہتے ہو
مجھ سے پوچھ لو، تو ایک آدمی نے کہا میرا
باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ
حذف ہے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا

یَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُوكَ
سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ
فَلَمَّا رَأَى عُمَرَ مَا رَفَى
وَحَبَّهِمْ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو
آپ نے فرمایا تیرا باپ سالم مولیٰ شیبہ
ہے حضرت عمر نے جب آپ کے چہرہ
اقدس کا جلال دیکھا تو پوچھے اے اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کی طرف

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۰۱، مسلم جلد ۲ ص ۳۱۲) توبہ کرتے ہیں۔

حضرات محترم! یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ جب آپ نے فرمایا سَلَوْنِي
عَمَّا يَشُئْكُمْ کہ مجھ سے جو دل میں آئے دریافت کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے اس عظیم دعویٰ علم میں کسی قسم کے علم کو مستثنیٰ نہیں فرمایا کہ فلاں علم کی بابت
سوال نہ کرنا اور فلاں قسم کا سوال کرنا۔

اور نہ یہ فرمایا کہ علوم خمسہ کے بارے میں سوال نہ کرنا۔

آپ نے اپنے دعویٰ علم میں کسی قسم کے غیبی علم کا استثناء نہیں فرمایا، بلکہ آپ
کا یہ دعویٰ ہے ہی علم غیب کے بارے میں۔

جبھی تو بھڑیے تک بھی جانتے ہیں کہ آپ ناکان و مایکون کی خبریں دیتے ہیں۔
اور جو شخص علم نبوت پر اعتراض و نکتہ چینی کرے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے بڑا خسران کوئی بھی نہیں ملاحظہ فرمائیے۔

تفسیر خازن میں یہ حدیث شریف لائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :

عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي فِي صُورِهِا فِي الْبَطْنِ كَمَا عُرِضَتْ
عَلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَعْلِمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي وَمَنْ
يَكْفُرُ بِي فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُصَافِقِينَ فَقَالُوا اسْتَهْزَأُوا

زَعَمَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ
 بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يَخْلُقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهُ
 وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلِّغْ ذَلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهُ تَعَالَى
 وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي
 عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ
 وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا نَبَأْتُكُمْ بِهِ.....

(تفسیر خازن جلد ۱ ص ۳۲۸)

”کہ مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ
 السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے علم دے دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان
 لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔ پس جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو
 انھوں نے مسخر اڑاتے ہوئے علم نبوت پر چہ مسکونیائیں کیں۔ کہ محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ وہ اپنی ذات پر ایمان لانے والوں کو
 بھی جانتا ہے اور منکروں کو بھی جانتا ہے اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے
 ان کو بھی جانتا ہے اور حال یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہیں، ہمیں نہیں
 جانتا منافقوں کی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ منبر پر
 کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا مَا بَالُ أَقْوَامٍ
 طَعَنُوا فِي عِلْمِي..... کہ کیا حال ہے ان قوموں کا جنھوں نے
 میرے علم میں طعن کیا ہے اور پھر آپ نے فرمایا جو تمہارا دل چاہے مجھ
 سے سوال کر لو۔ اب سے لے کر قیامت تک (کے معاملات و واقعات)
 کے بارے جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں بتا دوں گا۔“

اور پھر ایک شخص نے اپنے باپ کے بارے سوال کیا اور آپ نے بتا دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رَضِینَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِالْقُرْآنِ اِمَامًا وَ بِكَ نَبِیًّا پڑھ کر معافی مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے منبر شریف سے نیچے تشریف لائے کہ

فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَمُونَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَمُونَ (الخازن جلد ۱ ص ۳۲۸)

کیا تم باز نہیں آؤ گے۔ کیا تم باز نہیں آؤ گے۔
تفسیر خازن کی اس روایت کو بار بار پڑھیے جس سے واضح ہے کہ علوم نبویہ پر ہمیشہ منافق ہی معترض رہے ہیں مومن نہیں، منافقوں کا خیال تھا کہ اگر یہ علم غیب جانتے ہوتے تو ہماری منافقت سے بے خبر کیوں رہتے۔

آج بھی کچھ لوگ اُنہی کی طرح دعویٰ ایمان کے باوجود علم نبوت پر حرف گیری کرتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کیا ہے یہ اصلی اُمتی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

(۱) جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افتراء ہوا تو آپ رنجیدہ خاطر کیوں ہوئے اور عائشہ کو ان کے میکے کیوں بھیجا۔

(۲) اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) امور غیبیہ کا علم رکھتے تو جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا تو وہاں سب کو رگڑنا پڑا۔ اور ہار کی تلاش میں نماز کا وقت تنگ ہو گیا علم غیب ہوتا تو آپ بتا دیتے کہ فلاں جگہ ہار پڑا ہے اٹھا لو۔

(۳) علم ہوتا تو ستر صحابہ جو کہ قرآن کے قاری بھی تھے آپ اُن کو کیوں بھیجتے کیا آپ کو علم نہیں تھا کہ یہ شہید کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علم ہوتا تو وہ خادمہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب فوت ہو گئی تو آپ نے کیوں فرمایا اَیْنَ الْعَجُوزُ۔ بڑھیا کہاں ہے جب عرض کیا گیا کہ وہ فوت

ہو گئی ہے تو آپ نے کیوں فرمایا کہ

فَدَلُّوْنِي عَلَى قَبْرِہ - مجھے اس کی قبر بتاؤ۔

قارئین کرام! اس قسم کے اور بھی کئی اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے واقعات کو دلیل بنا کر بغض و عناد کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ انہی چار اعتراضات پر اکتفا کرتے ہوئے اختصاراً تبصرہ کیا جائے گا، البتہ ہم اپنے عقیدہ علم غیب کی مزید وضاحت کرتے چلیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ عزوجل جو کہ علیم خیر ہے اُس نے معلم کتاب و حکمت و محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج جمیع ماکان و مایکون از ابتداء آفرینش تا دخول جنت و دوزخ، بلکہ بعد کے حالات و واقعات بھی علم عطا فرمایا ہے اور قرآن کریم کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ پر علوم و عرفان کی تکمیل بھی کامل و مکمل ہوئی۔

لہذا اگر کوئی شخص تکمیل قرآن عظیم سے پہلے والے زمانے میں پیش آنے والا کوئی واقعہ، نفی علم غیب کے لیے پیش کرتا ہے تو ہمارے موقف کو وہ قطعاً مضر نہیں ہے کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ اعلان نبوت کے آغاز پر ہی دفعۃً آپ کو جمیع جزئیات خمسہ اور جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا ہو گیا تھا بلکہ ہم تدریج کے قائل ہیں وہ بھی تکمیل قرآن کے ساتھ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ انک کے بارے میں

(۱) پہلی بات تو وہی ہے کہ تکمیل قرآن سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ کو علم تدریجاً عطا ہوا ہے اور یہ تدریجی عمل پوری حیات ظاہریہ پر حاوی ہے یعنی عمر شریف کے آخری حصہ تک اس کی تکمیل ہوئی ہے قرآن عظیم کے واقعات سب سے سب وصال شریف سے کچھ مدت پہلے کے ہیں اور ان واقعات کے مؤثر پذیر ہونے کے وقت جمیع ماکان و مایکون کے حصول کا ہم دعویٰ نہیں کرتے اور جو

دعویٰ کرتے ہیں اس کی نفی نہیں ہے لیکن بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکمت و مصلحت دینی کی بناء پر اگر کسی حقیقت سے پرہیز نہیں اٹھایا یا کسی وقت خاص تک خاموشی اختیار فرمائی ہے تو اسے محض بے علمی پر محمول کرتے ہوئے آپ کے خدا داد علوم غیبیہ کا انکار کرنا بد بختی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

نیز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو عجب شان رکھتا ہے آپ خود فرماتی ہیں کہ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ۔
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ (ازراہ محبت لفظ عائشہ میں ترخیم فرمائی) یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۔
 (مشکوٰۃ ص ۵۳)

آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ :

قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَيْتُكَ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيءُ بِكَ الْمَلَكُ فِي سُرْقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي هَذَا أَمْرَاتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكَ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتَ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُخْصِنُهُ (مشکوٰۃ ص ۵۳)
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ (اے عائشہ) تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئیں تھیں تمہیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہیں میں نے تمہارے رخسے کپڑا ہٹایا تو تم تھیں میں نے کہا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اسے جاری (پورا) فرما دے گا۔

قارئین محترم اگرچہ منافقوں نے سیدہ عائشہ کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ اور بے ہودہ باتیں کیں، مگر وہ سیدہ عائشہ جس کے بارے میں سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما چکے ہوں۔

اے عائشہ یہ جبریلؑ میں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اور وہ عائشہ جس کو قدرتِ ثور کے پردوں سے ڈھانپ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمائے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس بیوی کا خود انتخاب کیا ہو کیا اُس بیوی کے بارے میں منافقوں کی اڑائی ہوئی بخاستوں اور پھیلائی ہوئی خباثتوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بد خصلت و بد خواہوں کی لگائی ہوئی افرا کی آگ میں اُن کے ہم خیال ہو گئے تھے کہ آپ کو سیدہ عائشہ کی پاک دامن میں شک ہو گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک الف الف مرۃ۔ حالانکہ آپ نے اس موقع پر مسجد شریف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا :

مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي إِذَا هُوَ فِي أَهْلِي فَوَاللَّهِ
مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۳۶۴)

کون مجھ سے عذر کرتا ہے اُس شخص کے بارے میں جس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ میرے اہل کے متعلق — اللہ کی قسم میں نے نہیں جانا اپنے اہل میں مگر نیکی ہی نیکی۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر سیدہ عائشہ صدیقہ کی پاک دامن بیان کی تو جس بد بخت اُمتی کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسموں پر بھی یقین نہ آئے ہم اُسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا کیسے یقین دلا سکتے ہیں۔ وہ بد نصیبی کے ایسے حصار میں ہے کہ حق سمجھنے کی سعادت سے ہمیشہ محروم ہے۔

نیز جب حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن رزیع اور حضرت ہلال بن اُمیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایکٹ کروایا تھا پورے مدینہ منورہ میں ان سے کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ ایک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بیویوں کو بھی ان سے

علیحدہ کروادیا۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اتنا سخت ہائیکاٹ کہ حضرت کعب کہتے ہیں سب لوگوں نے ہم سے ہر قسم کا تعلق قطع کر لیا تو میں ایک دن اپنے بھائی کے باغ میں گیا کہ وہ تو مجھ سے بات کریں گے کچھ بوجھ ہلکا ہو گا مگر انھوں نے بھی بات تک نہ کی۔ اندازہ فرمائیے کہ اتنا سخت ہائیکاٹ، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کے بارے میں یہ بھی فرمادیا کہ انھوں نے سچ بولا ہے۔ باقی منافقین پیچھے رہ جانے کے بہانے اور معذرتیں کرتے گئے اور ان کی معذرتیں آپ قبول کرتے گئے۔ مگر یہ تینوں آئے تو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ہائیکاٹ کروادیا۔ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ اب تمہارا فیصلہ اللہ کرے گا۔

بالکل اسی طرح سیدہ عائشہ کا معاملہ ہے کہ ایک تو اتنا عرصہ پریشان و غمگین رہ کر صبر کرنے کی وجہ سے اجر عظیم بھی حاصل ہوا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم قرآن میں فیصلہ نازل کر دے تاکہ پاک باز عورتوں پر تمت لگانے والوں کے لیے مستقلاً قانون خداوندی میسر آجائے اور یہ بھی سیدہ عائشہ کا ذکر قرآن میں آجائے تاکہ رہتی دنیا تک لوگ مصلوں، محرابوں اور منبروں پر آپ کی عظمت و پاکیزگی کے گن گاتے رہیں۔ رہا مسئلہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا تو عرض ہے کہ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنے کی اجازت و سہولت قدرت کی طرف سے مست محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بہت بڑا انعام ہے اور اس انعام کا سبب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہی ہار بنا تھا جو کہ ایسی جگہ گم ہوا تھا جس کے بارے بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۶۳ پر یہ الفاظ ہیں

وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَ لَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ۔ کہ وہ پانی کی جگہ تھی اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا۔ ہار گم ہوا لوگ ہار تلاش کر رہے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کی گود میں سر انور رکھ کر آرام فرما تھے۔ صبح کے وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت سے اُٹھے۔ وضو کے لیے کسی کے پاس پانی نہ تھا۔
فَانْزَلَ اللّٰهُ اٰیَةَ التِّیْمَةِ فَتِیْمَمُوْا فَقَالَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ
مَا هٰی بِاَوَّلِ بَرَکَتِکُمْ یَا اَلْ اَبِیُّ بَکْرٍ قَالَتْ فَبِعَثْنَا
الْبَعْبِرَ الَّذِیْ کُنْتُ عَلَیْهِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهُ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۶۳)

پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی پس لوگوں نے تیمم کیا اس پر حضرت
اُسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابو بکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے سیدہ صدیقہ
فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں تھی تو اس کے
نیچے ہار موجود تھا۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اگر ہار گم نہ ہوتا تو اس کی تلاش کے لیے قافلہ نہ ٹھہرتا وضو
کے لیے پانی کا فقدان نہ ہوتا تو آیت تیمم کیسے اُترتی جسے اللہ کریم نے اُتارنا ہی اسی
موقع پر تھا۔

اور عجب شان ہے کہ اُدھر صحابہ اس واقعہ کو آل ابو بکر کی برکت قرار دے کر
خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اُدھر علمبردارانِ توحید اس واقعہ کی آڑے کر اُمتی کہلو کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کر رہے ہیں :-

حالانکہ یہ نہ سوچا کہ یہ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ زمین کے اوپر چلتے ہوئے
زمین کے نیچے کے حالات بتا دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۳۵)

”مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ملک شام میں لڑی جانے والی جنگ
موتہ کا آنکھوں دیکھا حال براہِ راست بیان فرمانے والے ہیں۔“

(بخاری جلد ۲ ص ۶۱۱)

”زمین پر رہتے ہوئے جنت و دوزخ کو دیکھتے ہیں۔“ (بخاری جلد ۲ ص ۱۶۲)

اور واضح اعلان فرماتے ہیں کہ :

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ - (مشکوٰۃ ص ۴۵)
کہ بیشک جو میں دیکھتا ہوں تم اُسے نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سُنتا ہوں
تم نہیں سُن سکتے۔

کیا اُن کو اُونٹ کے نیچے پڑے ہوئے ہار کی خبر نہ تھی۔

بات یہ ہے کہ حکمتِ خداوندی یہ تھی کہ آپ کی توجہ مبارکہ اس طرف سے کچھ دیر
کے لیے ہٹ جائے تاکہ یہی گم ہونے والا ہار یتیم جیسے بہت بڑے انعام کا سبب بن
جائے۔

تو جس کو اتنی روشن حکمتیں و برکتیں بھی سمجھ نہ آتی ہوں اور وہ اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو بے علم ثابت کرنے پر تُلّا ہوا ہو تو اُسے ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔

دارِ عمل اب ہے پھر دارِ جزا ہوگا

جہاں فیصلہ کرنے کو خود آپ خدا ہوگا

مے چھوڑا اے ناداں اس فرقہ پرستی کو!

حق بات کا حامی بن تیرا ہی بھلا ہوگا

اور سنّتِ قاریوں کو بھیجنے کی جو بات ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ
اللہ کریم عزّوجلّ خود فرماتا ہے :

أَيُّنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ

فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۖ (النساء ۷۸)

تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آ لے گی۔ اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

اس آیت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موت ایک اُل

حقیقت ہے۔

موت تو آنی ہی ہے اور اگر کسی کو شہادت کی موت آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہے کہ شہادت کے بارے میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْكُمْ كَلِمٌ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كَلِمَ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ وَرِيحُهُ رِيحُ مُسْكِ -

کہ قسم ہے اُس ذات مقدسہ کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ کی جان ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو جو زخم لگتا ہے قیامت کے دن وہ اسی حالت میں آئے گا جو حالت زخم لگنے کے دن تھی اُس کا رنگ تو خون کے رنگ جیسا ہی ہو گا لیکن خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

شہید اور شہادت کے فضائل پر بہت مواد پیش کیا جاسکتا ہے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اور جو یہ عقیدہ آج معترض رکھتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نہ بھیجتے تو وہ بچ جاتے یہ عقیدہ بے ایمانوں کا ہے جیسا کہ منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگر کسی غزوہ میں جاتے تو اگر ان میں سے کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو وہ اُسے بُرائی اور نقصان خیال کرتے۔

ملاحظہ فرمائیے قرآن میں یہ حقیقت یوں بیان ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لَا خُوفَ عَلَيْنَا إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا (آل عمران ۱۵۶)

اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر کو یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

اس آیت سے توصاف ظاہر ہے کہ ایسے اعتراضات جو آج نام نہاد علمبردارین کتاب و سنت کرتے رہتے ہیں، اُس وقت کفار کیا کرنے بھے اور اپنے دوستوں یعنی منافقین کے جنگ میں جانے پر افسوس کرتے تھے۔
لیکن ایمان والے شہادت کو سعادتِ عظمیٰ سمجھتے ہوئے خذہ پیشانی سے قبول کرتے تھے۔

وگرہ اللہ تعالیٰ کے جو برگزیدہ بنی اُس کی توحید کے احکامات کا پرچار کرنے کی پاداش میں شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اُن کو اللہ نے کیوں نہ بتایا کہ اے ذکرِ یا اے یحییٰ علیہما السلام آج فلاں جگہ تم شہید ہو جاؤ گے وہاں مُت جاؤ۔
اور مسجد کی خادمہ کا جو واقعہ ہے وہ تو علمِ غیب کا بہت بڑا ثبوت ہے مگر ستیاناس ہو ایسے تعصب اور ایسی ضد کا جو قبولِ حق میں سدِ راہ ہو۔
غور فرمائیے۔ جب مسجد کی خادمہ مائی صاحبہ صحابیہ کا انتقال ہوا۔ صحابہ کرام نے اُس کا جنازہ پڑھا اور دفن کر آئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان حضرات نے اطلاع نہ دی۔

فَفَقَدَ هَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَالَ عَنْهَا
فَقَالُوا مَا نَتَّ۔
پس آپ نے اُسے نہ پایا تو اُس کے
بارے میں سوال کیا صحابہ نے عرض کیا
وہ فوت ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے اذن کیوں نہیں لیا راوی کہتے ہیں صحابہ نے اذن اس لیے نہیں لیا (آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام یا مصروفیات کی وجہ سے) اس معاملہ کو اتنا اہم نہ سمجھا اور جنازہ پڑھ کر دفن آئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکی قبر بتاؤ (جب صحابہ قبر بتانے آپ کے ساتھ گئے تو آپ نے (دوبارہ) اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرُ مَمْلُوْۤءَةٌ
 ظُلُمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ
 يَنْوِرُهَا لَسَهْمٌ بِصَلَاتِنِ عَلَيْهِمْ
 (مسلم شریف جلد ۱ ص ۳۱)

کہ بیشک یہ قبروں اندھیروں سے بھری
 ہوئی ہیں میری نماز سے اللہ ان کو منور
 کر دیتا ہے۔

اللہ کریم عزوجل کے فضل و کرم سے زمین کے پوشیدہ اسرار جو جان لیتے ہوں اور
 جنہیں معلوم ہو کہ پہلے صاحب قبر کا کیا حال تھا۔ اب کیسا ہے؟ انہیں بے علم کہنا کہا
 کا انصاف ہے؟

رہا سوال کرنا، تو سنئے ہر سوال، لا علمی کی وجہ سے ہی تو نہیں ہوتا! کچھ سوال کسی
 حکمت کے پیش نظر کیے جاتے ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ جلّ وعلیٰ نے فرمایا:
 وَمَا تِلْكَ بِسَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰی؟
 اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟
 نیز بخاری شریف میں ہے کہ وہ فرشتے جو آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں جب فجر اور عصر
 کے وقت اللہ کریم کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے۔

كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ.....؟
 میرے بندوں کو کس حال میں تم نے
 چھوڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے فرمانا کہ تم لوگوں نے مجھ سے اجازت کیوں
 نہ لی؟ سوال کا مقصد یہ مسئلہ سمجھانا تھا کہ میت کے وارث کی اجازت نماز جنازہ میں
 ضروری ہے اور اس خادمہ صحابہ کے وارث آپ ہی تھے۔

کیا شانِ لچپالی ہے اور کیسی عظیم مہربانیاں ہیں
 اور اس نورِ مبین کے جلوؤں کی کیا انرا نگیزیاں ہیں
 کہ آپ کے قدم مبارک قبرستان میں پڑتے ہیں قبریں نور سے بھر جاتی ہیں اور

اللہ کی رحمت کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ قبر میں رشکِ جنت بن جاتی ہیں۔

کیا خوب فرمایا امام عاشقان الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
 ۵ لَكَ بَدْرٌ فِي الْوَجْهِ الْأَجْمَلِ خَطَّ هَالَهُ مَاهُ زُلْفُ أَبْرَاجِلِ
 تورے چندن چندر پروہ کنڈل رحمت کی بھرن برسا حبانہ

(۴۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ

فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِينَةِ

هَاجَتْ رِيحٌ تَكَادُ أَنْ تُدْفِنَ

الرَّائِبَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هَذِهِ

الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ

فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا عَظِيمٌ

مِّنَ الْمُنَافِقِينَ قَدْ مَاتَ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

(۲۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ

بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ

رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ فَبَيَّنَمَا

عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ

يُصَيِّحُ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ

فَقَدِمَ رَسُولٌ مِّنَ الْجَيْشِ

فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آ

رہے تھے جب مدینہ شریف کے قریب

پہنچے تو سخت آندھی چلی قریب تھا کہ

وہ (اپنے ساتھ اڑانے والی ریت مٹی میں)

مسافر کو دفن کر دے۔ پس رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک

منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے جب مدینہ

منورہ پہنچے تو پتہ چلا کہ اُس روز ایک

بہت بڑا منافق مرا ہے۔

حضرة عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شکر

بھجیا اور ان پر حضرت ساریہ کو امیر بنایا

ایک دن جب کہ آپ خطبہ ارشاد فرما

ہے تھے (یکایک) آپ نے زور سے پکارا

اے ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو پس ایک

قاصد لشکر سے آیا۔ اور بولا اے امیر المؤمنین

لَقَيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُونَا
فَإِذَا بِصَارِیحٍ يُصِیْحُ یَا
سَارِیَ الْجَبَلِ فَأَسْنَدْنَا ظُهُورَنَا
إِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ
اللَّهُ-

(مشکوٰۃ ص ۵۴۶)

(۲۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى زَيْدٍ يَعُودُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَلَكِنْ كَيْفَ لَكَ إِذَا عَمِرْتَ بَعْدِي فَخَمِيتَ قَالَ أَحْتَسِبُ وَأَصْبِرُ قَالَ إِذَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ-

(مشکوٰۃ ص ۵۴۳)

(۳۰) عَنْ أَبِي أَيُّوبٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ دُاعِيًا

ہمارا دشمن سے آمنہ سامنا ہوا۔ دشمن ہمیں شکست دینے ہی والا تھا کہ چانک ایک پکارنے والے کی آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف (توجہ کرو) پس ہم نے پہاڑ کی طرف اپنی پشتوں کو جما دیا تو اللہ نے ہمارے دشمن کو شکست دے دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کی عیادت کے لیے تشریف لائے جب کہ وہ بیمار تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بیماری سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں لیکن اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ہماری (وفات شریف) کے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے انھوں نے کہا ثواب حاصل کروں گا اور صبر کروں گا فرمایا پھر بغیر حساب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جب کہ سورج غروب ہونے والا

فَقَالَ يَهُودُ تَعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

(۳۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۴۱)

(۳۲) ایک موقع پر جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔

پس ایک شخص آیا جس کی داڑھی گھنی تھی گال ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے محمد اللہ سے دُور۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں

تھا۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا کہ یہودیوں کو اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دُعا مانگی) پس کہا کہ اے اللہ تو برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں، اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا ہمارے نجد میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر دُعا مانگی) اے اللہ برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا اور ہمارے نجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيْأُ مَسْنِي عَالِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي قَالَ شَرَّ أَذْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ يَرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ مِنْ ضِئْضِي هَذَا قَوْمٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَا جَوْهَهُمْ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْتَانِ يَمْرِفُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرِقُ السَّهْمُ مِنَ التَّرْمِيَةِ۔ (مسلم جلد ۱ ص ۳۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو پھر اُس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے۔ اور تم مجھے امین نہیں مانتے پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا قوم سے ایک شخص نے اُس کے قتل کی اجازت چاہی۔ لوگوں کا خیال وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُن کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب دیکھیے کہ قرآن و حدیث کی آڑے کر لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کا آپ نے کس طرح ذکر فرمایا۔

شاید آج جو لوگ علم غیب کا انکار کرتے ہیں اس انکار کی وجہ یہی ہو کہ اگر علم غیب مان لیا تو مذکورہ حدیث میں جو حقیقت ہے اُسے بھی ماننا پڑے گا۔ قارئین محترم! یقین فرمائیے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر مشتمل معتددا حدیث مبارکہ — اور پیش کی جاسکتی ہیں طوالت اور حجم کتاب کے پیش نظر

انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات وارشادات نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَاُضِدَّ عَلَيَّ مِنْ جَنَابِهِ الْمُقَدَّسِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةً
تَرْقِي الْعَبْدَ مِنْ حَيْزِمٍ إِلَى الْقَدَسِ فَتَجَلَّى
لِي كُلُّ شَيْءٍ (فیوض الحرمین ص ۵۹)

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فاضل ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے بارگاہ قدس کی طرف کیسے ترقی کرتا ہے پس مجھ پر روشن ہو گئی ہر چیز۔

فائدہ - علوم مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو گنج شاہ صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھ پر ہر چیز ظاہر ہو گئی۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبہ میں تھا کہ غیب کی کیفیت طاری ہو گئی اور میرے لیے اُس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا اور اُس مدت میں آغاز آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔

(انفاس العارفین مترجم ص ۶۷)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ :

حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک تبرکات سلسلہ وار اپنے آباء و اجداد سے ملی ہوئی تھی جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے علاقے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت کی بلندیوں پر فائز تھا۔ ایک رات حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو (کشف میں) اپنے

سامنے موجود پایا جو فرما رہے تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان سن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ کی تخصیص یقیناً کوئی سبب رکھتی ہے چنانچہ امتحان کی نیت سے کلاہ مبارک کے ساتھ ایک قیمتی تحفہ بھی شامل کر لیا اور پوچھ گچھ کرتے حضرت خلیفہ ابوالقاسم کی خدمت میں جا پہنچا اور ان سے کہا یہ دونوں تبرک حضرت غوث اعظم کے ہیں۔ اور انھوں نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات اُن کے سامنے رکھ دیئے خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اس شخص نے کہا یہ تبرکات بہت بڑے بزرگ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں لہذا اس کے شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کر کے رؤسائے شہر کو مدعو کیجئے۔ حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا ہم کافی مقدار میں کھانا تیار کرائیں گے۔ آپ جس جس کو چاہیں بلا لیں۔ دوسرے روز علی الصبح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی اور فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں۔ ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے۔ اس قدر کھانا کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اس قیمتی تحفے کو بیچ کر ضروری چیزیں خریدی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص بیخ اٹھا کہ میں نے اس فقیر کو اہل اللہ سمجھا تھا مگر یہ تو مکار ثابت ہوا ہے ایسے تبرکات کی اُس نے قدر نہیں کی۔ آپ نے فرمایا چپ رہو، جو چیز تبرک تھی وہ میں نے محفوظ کر لی۔ اور جو سامان امتحان تھا ہم نے اُسے بیچ کر دعوت شکرانہ کا انتظام کر ڈالا۔ یہ سن کر وہ شخص متنبہ ہو گیا اور اُس نے تمام اہل مجلس پر ساری حقیقت حال کھول دی جس پر سب نے کہا الحمد للہ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔

(انفاس العارفين ص ۵۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ :

میرے چچا حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم کسی بُری عادت میں

بتلا تھا۔ آپ نے اسے اشاروں کنایوں میں کئی بار تنبیہ فرمائی مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تجھے اشاروں کنایوں میں سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہیں کی تو شاید سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں خدا کی قسم اگر زمین کے نچلے طبقے میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں نساوے خیالات کو نہیں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سو فیصد خیالات سے باخبر ہے یہ سن کر خادم نے اپنی بُرائی سے توبہ کر لی۔ (انفاس العارفین ص ۵۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے	رسول علیہ السلام مطلع ست بہ نور نبوت بر
ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے	دین ہر تدین بدیں خود کہ در کلام درجہ ازیں
کس درجہ میں ہے؟ اور اس کے ایمان کی حقیقت	دین من رسیدہ؟ و حقیقت ایمان او چیست؟
کیا ہے؟ اور کون سا حجاب اس کی ترقی کی راہ	و جابے کہ بداں از ترقی محبوب ماندہ است
میں مانع ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم	کدام ست؟ پس اومی شناسد گناہاں شمار
تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات	و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیک
کو تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے	شمارا و اخلاص و نفاق شمارا، لہذا شہادت
اخلاص و نفاق کو جانتے پہنچاتے ہیں	بحکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب
اس لیے ان کی گواہی بحکم شرع اُمت کے	العمل ست۔ (تفسیر غزیری)
حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔	

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

روح محفوظ پر مطلع ہونا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے	اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش
اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے	نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول ست۔
تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔	(تفسیر غزیری سورہ جن)۔

رَعُوفٌ رَّحِيمٌ

رَعُوفٌ رَّحِيمٌ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔
رَأْفَت ورحمت اُس کی صفتیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں آیات قرآنیہ :

(۱) إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَعُوفٌ
رَّحِيمٌ (البقرہ ۱۴۳)

(۲) وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَّحِيمٌ
(النور ۲۰)

(۳) وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ
رَّحِيمٌ (الحديد ۹)

(۴) رَبَّنَا إِنَّكَ رَعُوفٌ رَّحِيمٌ
(الحشر ۱۰)

بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان
رحم کرنے والا ہے۔

بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا
ہے۔

اوبیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم
کرنے والا ہے۔

اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت
مہربان رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کریم عز و جل
رَعُوف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رب قدوس اپنے بندوں پر رأفت ورحمت کرنے والا
ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اُس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے
ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی اور زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اُسی رب کریم
و مہربان کی عنایت ورحمت سے ہیں۔

عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اُس رَعُوف رَحِيم کی رأفت
ورحمت کا یوں ذکر کرتے ہیں :

۵ جو جو رزق کے داکیتوں، لکھیا کدے نہ ٹالے
لکھ کر ورٹے بُریا یاں پھروں اونویں پالے
توحید و شرک کا یہ پیمانہ کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت مخلوق کے لیے بہر حال
شرک ہے !!

اگر یہ پیمانہ درست مان لیا جائے تو اللہ رؤف رحیم کے علاوہ کسی کو بھی ان
ادصاف سے پکارنا شرک ہونا چاہیے۔ جب کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جہاں قرآن
میں متعدد مرتبہ آیا ہے کہ اللہ رؤف رحیم ہے، وہاں قرآن پاک بر ملا اعلان فرما رہا ہے:
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا
عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝
بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم
میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں
پڑنا گراں ہے تمہارا ہی بھلائی کے نہایت
چاہنے والے۔ ایمان والوں پر بہت مہربان
رحم کرنے والے۔ (توبہ ۱۲۸)

قرآن عظیم کی اس آیت میں واضح طور پر ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
رؤف رحیم جیسی پیاری صفتوں سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔

دعوتِ فکر ہے ان لوگوں کے لیے جو صبح و شام مسلمانوں پر شرک کے فتوے
صادر کرنے کو زندگی کا مقصد وحید قرار دے چکے ہیں۔ اور اس غلط عقیدے کی اشاعت
کھلے عام کرتے رہتے ہیں کہ کوئی بھی وصف جو خالق کے لیے مستعمل ہو وہ اللہ کے
علاوہ کسی اور کے لیے استعمال کرنا کھلا شرک ہے۔ ایسے دعوے اور فتوے صادر
کرنے کی بجائے بنظر عدل و ایمان قرآن عظیم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ وہ قرآن عظیم
جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ اللہ جلّ جلالہ بھی رؤف، اس کے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم بھی رؤف۔ اللہ جلّ جلالہ بھی رحیم اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحیم۔

میرا اللہ بھی رحیم اُس کے محمد علیہ وسلم بھی رحیم
 دو رحیموں میں گناہگار کی بن آئی ہے

کَرِیْمُ

کَرِیْمُ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کا صفاتی نام ہے کہ مکرنا بھی اُس کی ایک صفت ہے۔
 قرآن کریم فرماتا ہے :

(۱) یَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ
 بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ (الفطار ۶)
 اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا
 اپنے رب کریم کے بارے میں۔
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کریم ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ آیات بھی نہ ہر
 مطالعہ لائیں :

(۲) وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝
 (الحمد ۱۸)
 (۳) إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝
 (الواقہ ۷۷)
 کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے
 عرش کا مالک ہے۔
 بے شک یہ عزت والے رسول کا
 پڑھنا ہے۔
 (۴) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
 الْكَرِيمِ ۝ (المومنون ۱۱۶)
 (۵) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝
 (التکویر ۱۹)

حضرت محترم ! دیکھا آپ نے کہ جس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے
 کا ذکر ہے اسی قرآن پاک میں قرآن کو کریم کہا گیا، عرش کو کریم کہا گیا۔

اور رسول کو بھی کریم کہا گیا۔

اب اگر معیارِ شرک وہی ہے جو بعض لوگوں نے وضع کر رکھا ہے تو کیا قرآن شرک سے بچتا ہے کیا قرآنی تعلیمات شرک کی آلودگیوں سے مُنترہ و مُبرّہ رہتی ہیں —؟ وہ قرآن جو پوری دنیا کو دعوتِ توحید دینے کے لیے نازل کیا گیا ہو — جو ساری نسلِ انسانی کے لیے پیغامِ رشد و ہدایت ہو اور جس نے کفر و شرک کی بنجاستوں و نحوستوں کا کھل کر ذکر کیا ہو۔ معاذ اللہ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ قرآن خود شرکاً نہ تعلیمات و عقائد پر مشتمل ہو — ہاں اگر کوئی شخص ذہنی کدورتوں اور قلبی بیماریوں کی وجہ سے اسلوبِ قرآن اور مطلوبِ ایمان کو نہ سمجھ سکے تو اسے یہی عرض کیا جاسکتا ہے۔

تَبِيعَ پھرتے دل نہ پھریا کہیہ لینا تسبیح پھڑ کے ہوا!
 علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا کہیہ لینا علم نوں پڑھ کے ہوا!
 چلے کٹے تے کجھ وی نہ کھٹیا کہیہ لینا چلیاں وڑھ کے ہوا!
 جاگ بناں دودھ جمدے نیں باہو بھانویں لال ہوں کڑھ کڑھ کے ہوا!

سَمِيعٌ بَصِيرٌ

یہ بھی اللہ کریم کے صفاتی نام ہیں۔
 سماعت و بصیرت اُس کی صفتیں ہیں۔

وہ خود ارشاد فرماتا ہے :

(۱) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

(نساء ۵۸)

(۲) لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

اُس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا

هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوری ۱۱) دیکھتا ہے۔
(۳) اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ بیشک وہ سُنتا دیکھتا ہے۔

(بنی اسرائیل ۱)

ان آیات مبارکہ میں اللہ کریم کے سمیع اور بصیر ہونے کا ذکر ہے وہ ہی سُنتا اور دیکھتا ہے۔
آئیے! دیکھیں انسان کے بارے میں قرآن کیا فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ
نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝
بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا،
نطفہ مخلوط (مٹی ہوئی مٹی) سے کہ ہم اسے
آزمائیں پس ہم نے اسے سُنتا دیکھتا
کر دیا۔

(دہر ۲)

حضرات گرامی! دیکھا آپ نے کہ اللہ کریم بھی سمیع، انسان بھی سمیع۔ اللہ تعالیٰ
بھی بصیر انسان بھی بصیر۔

شرک تو ہو گیا مگر نہیں۔ اب یہی کیا جائے گا کہ یہاں اس لیے شرک لازم نہیں
آتا کہ خالق کے سمیع اور بصیر ہونے کا اور مطلب ہے۔ انسان کے سمیع اور بصیر ہونے کا
اور وہ مستقلاً ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہے، جب کہ انسان اُس کی عطا سے سمیع و بصیر ہے
حضرات یہی مفہوم ہم نے واضح کرنا اور دنیا کو بتانا ہے کہ مخلوق کے بہترین افراد انبیاء
عظام و اولیاء کے کرام ہزاروں اوصاف اور لاکھوں خوبیوں کے باوجود مقام الوہیت
کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہ اُس کی مخلوق ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے اس کی نہ ابتداء ہے
نہ انتہاء۔ وہ واجب الوجود ہے۔ تمام اغیاث و اقطاب، اولیاء و ابدال و جملہ انبیائے
کرام و رسل عظام اُسی معبودِ برحق کے عابد ہیں۔ اُس کے شریک نہیں۔ اُس کے
محبوب اور پیارے بندے ہیں۔ جو انھیں خدا کا شریک ماننے اور مقام الوہیت پر

فائز جانے۔ وہ شخص قطعی کافر و مشرک ہے۔ لیکن جو اوصاف و کمالات انہیں اللہ کریم نے عطا فرمائے ہیں انہیں ماننا شرک نہیں، بلکہ عین ایمان اور پیغام قرآن ہے انہیں تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت کا اجاگر کرنا ہے کیونکہ وہ قادر کریم مجبور نہیں کہ کسی کو کچھ دے نہ سکے۔ اللہ قدوس جو کہ سمیع و بصیر ہے اُس نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا ہے۔ لیکن سب کی قوت سماعت برابر نہیں، سب کی کیفیت بصیرت ایک جیسی نہیں بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دیکھیے! ایک وہ ہیں جن کے کان ہیں، آنکھیں ہیں، زبان بھی رکھتے ہیں، باتیں بھی کرتے ہیں، اوروں کی گفتگو سنتے بھی ہیں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ شہروں میں آتے جاتے ہیں، تجارتی سفر کرتے ہیں، سنتے دیکھتے ہیں۔ مگر قرآن عظیم فرماتا ہے:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمًى فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ (بقرہ ۱۸) لوٹنے والے نہیں۔

اس آیت میں سنتے، بولتے اور دیکھتے کافروں کو۔ ہرے، گونگے اور اندھے کہا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حق نہیں سنتے، حق نہیں بولتے اور حق نہیں دیکھتے۔ اسی طرح قرآن مجید میں زندہ کافروں کو مردہ کہا گیا ہے۔

اللہ کریم عز و جل فرماتا ہے:

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ
الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝
وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ
ضَلَالَتِهِمْ ۚ إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ
يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (النمل ۸۸)

بیشک تمہارے سنائے ہوئے نہیں سنتے اور نہ تمہارے سنائے ہوئے پکار سکیں۔ جب پھر میں پیٹھ دے کر اور اندھوں کو گمراہی سے تمہاری ہدایت دینے والے نہیں۔ تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں ”مَوْتٰی“ سے مراد اصحابِ قبور نہیں بلکہ چلتے پھرتے کافر ہیں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ تمہارے سنائے وہ نہیں سُنّے تمام معتبر و مستند تفاسیر میں یہی ہے کہ مَوْتٰی سے مراد کافر ہیں۔
تفاسیر کے حوالہ جات کے علاوہ ایک اور بہت بڑی دلیل ہے جو کہ خود اسی آیت میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ :

وَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْعٰصِيّٰ كَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْغٰصِيّٰ كَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْغٰصِيّٰ كَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْغٰصِيّٰ
فرمائیے کیا کوئی نابینا ہدایت یافتہ ہے کہ نہیں؟ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی کوئی شخص نابینا تھا کہ نہیں؟ مشرق و مغرب میں جتنے نابینے ہیں، معاذ اللہ کیا وہ سب گمراہ و کافر ہیں؟

تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح اس آیت میں نابینا سے مراد آنکھوں کا اندھا نہیں دل کا اندھا مراد ہے۔ اسی طرح مَوْتٰی سے مراد اصحابِ قبور نہیں بلکہ چلتے پھرتے وہ کافر ہیں جو حق سُنّے سمجھتے ہی نہیں۔ وگرنہ ایسی آیات میں لفظی ترجمہ کرنے پر اصرار کرنے والے کیا کہیں گے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ :

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهِ اَعْمٰی
فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی۔
(بنی اسرائیل ۷۲)

جو اس دُنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔

اس بات کا مزید ثبوت ملاحظہ فرمائیں کہ کافروں کو جو اندھا کہا جا رہا ہے اس سے مراد دل کا اندھا پن ہے۔ جس اندھے پن کی وجہ سے یہ لوگ دُنیا میں چلتے پھرتے اور سُنّے دیکھتے ہونے کے باوجود اندھے بہرے اور گونگے کھلوائے۔
پڑھیے، التذکریم فرماتا ہے :

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي
فَأَن لَّهٗ مَعِيشَةٌ ضَنُكًا وَ
نَحْشُورَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَعْمَى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي
أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۝
قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا
فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ
تُنْسَى ۝ (طہ ۱۲۶)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک
اُس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے
قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے
گالے میرے رب مجھے تو نے کیوں اندھا
اٹھایا میں تو آنکھیاں کھلتا تھا۔ (اللہ) فرمے گا
یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں
تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری
کوئی خبر نہ لے گا۔

قارئین محترم! پتہ چلا کہ کچھ وہ لوگ ہیں جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے ہیں، کان
رکھنے کے باوجود بہرے ہیں۔

اور کسی وہ محبوبانِ بارگاہِ قدس ہیں کہ جن کی سماعت و بصیرت اتنی بلند و بالا
ہے کہ وہ دربارِ سلیمانی میں بیٹھ کر ملکِ مین کی ملکہ کے تحت، اُس کی ہیبت
کڑائیہ اور اس کے تحت کو لانے کے لیے صرف ہونے والی طاقت کا یوں بیان
فرما دیتے ہیں کہ :

أَنَا أَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ
يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ۔ (النمل ۴۰)
میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا،
ایک پل سے پہلے (پلک جھپکنے سے پہلے)
جن کے سینے اللہ کریم نے روشن کیے ہوں جن کی آنکھوں کو مافوقِ الاسباب دیکھنے
کا ملکہ خود ارزانی فرمایا ہو پھر ان کی بصیرت و فراست کا کہنا
وہ تو بر ملا فرما دیتے ہیں :

وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا
تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ.....
اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور
جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

اللہ سمیع و بصیر نے بنایا تو ہر انسان کو سمیع و بصیر ہے مگر کیا ہماری تمہاری نظر کھائے ہوئے پیٹ میں موجود کھانوں پر جاتی ہے، کیا گھروں میں چھپائی ہوئی چیزوں کو دیکھنا اور اُن کے جاننے کا دعویٰ ہر انسان کے بس کی بات ہے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر اس عقیدہ مبارکہ کو قبول کر لینے میں ہی نجات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو مافوق الاسباب دیکھنے سُننے کی قوتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ مگر بُرا ہو ضد اور ہٹ دھرمی کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے اس واقعہ کو تسلیم کر کے اللہ کریم کے عطا کردہ کمالات ماننے کی بجائے یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور تو کچھ نہیں تو اس کے جواب میں ہماری چند گزارشات ہیں ملاحظہ ہوں:

(۱) کیا کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ مخلوق کے لیے ویسے مانیں تو شرک ہو اور معجزہ کے طور پر مانیں تو عین توحید ہو؟

(۲) حضرت آصف بن برخیا کی نظر کا اُمورِ غیبیہ کو دیکھنا اور مافوق الاسباب تصرف جس کا ذکر صاحب تفسیر ثنائی نے بھی کیا ہے کہ اُسے کتابی علم کی وجہ سے ایسے اُمور پر قدرت حاصل تھی۔ کیا آصف بن برخیا بھی نبی تھے کہ اس بات کو ان کا معجزہ قرار دے کر بات کو ٹال دیا جائے؟

(۳) اگر کہا جائے کہ آصف بن برخیا کی یہ کرامت تھی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا پیٹ میں موجود کھانوں کی خبر دینا اور گھروں میں پوشیدہ چیزوں اور رازوں کی نقاب کشائی کرنا، تو ہم عرض کریں گے:

دل ما روشن چشم ما شاد

چلو ایسے ہی سہی۔ انبیائے کرام کا اُمورِ غیبیہ کو دیکھنا، جاننا اور اُن میں تصرف بطور معجزہ اور اولیائے کرام کیلئے بطور کرامت ہی مان لو..... تو جھگڑا ختم!!
مان لو کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ ما کان وما یکون کو جانتے

اور دیکھتے ہیں۔ اللہ کریم حق ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرات محترم! بنایا تو اللہ کریم نے سب کو سمیع و بصیر ہے مگر سب کی سماعت و بصیرت برابر نہیں اسی مفہوم کو کتنے کھلے لفظوں میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵)

جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سن سکتے۔

اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مجھ پر تمہارے خشوع و رکوع پوشیدہ نہیں۔

وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ دَرَاءٍ ظَهْرِي۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۲)

میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اور جنگ موتہ کا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست بیان فرما دیتے ہیں۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۱۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین راتیں جو کچھ بیت المال میں معاملہ

پیش آتا رہا صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ کہہ کر بیان

فرما دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۳۱)

مُحْيٍ وَمُمِيتٍ

زندہ کرنے والا۔ اور موت دینے والا اللہ قدوس ہے۔

زندگی عطا کرنا اور موت طاری کرنا اُسی کی صفتیں ہیں۔

قرآن فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ أَوْ كُنَّ جَانِبَ بَيْتٍ حَكِيمٌ خُذَ مِنْهُ سَكَنٌ،

موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔

اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو
زندہ سے نکلنے والا ہے یہ ہے اللہ
تم کہاں اوندر سے جاتے ہو۔
اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ کرتا
اور مارتا ہے۔

اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے
اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔

وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اُسی
کی طرف پھرو گے۔

اور بیشک ہمیں زندہ کریں اور ہمیں
ماریں اور ہمیں وارث ہیں۔
اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا
پھر تمہیں روزی دی۔ پھر تمہیں موت دیا
پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مارتے
ہیں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا

(آل عمران ۱۳۵)

(۲) وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ۔

(آل عمران ۱۵۶)

(۳) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ
اللَّهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ (الانعام ۹۵)

(۴) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَ

يُمِيتُ ص (الاعراف ۱۵۸)

(۵) وَمَنْ يُخْرِجِ الْحَيَّ مِنَ

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجِ الْمَيِّتَ مِنَ

الْحَيِّ۔ (یونس - ۳۱)

(۶) هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَ

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (یونس - ۵۶)

(۷) وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَ

نُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ (حجر ۲۳)

(۸) اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ

رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

يُحْيِيكُمْ۔ (روم ۴۰)

(۹) إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَ

إِلَيْنَا الْمَصِيرُ (ق ۴۳)

(۱۰) وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝ اور بے شک وہ ہی ہے جس نے مارا
(النجم ۴۴) اور جلایا۔

ان آیات قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیدا کرنے والا، زندگی دینے والا،
اور موت دینے والا اللہ قدوس ہے۔

کسی کو زندہ کرنا یا موت دینا اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

دوسری طرف سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان
ہے پڑھئے قرآن پاک:

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ
كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ
فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ جَوَائِزُ
الْأَكْمَةِ وَالْأَبْرَصِ وَالْأُحْمَى
الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ —
(آل عمران ۴۹)

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی
سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک
مارتا ہوں تو وہ پرندہ بن جاتی ہے اللہ
کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر
زاد اندھے اور برص کے مریض کو اور
میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے
حکم سے۔

حضرات محترم! غور فرمائیں کسی کو زندہ کرنا یہ اللہ قدوس کی وہ صفت ہے
جس کا ذکر قرآن پاک کی متعدد آیات میں ہے۔ کہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام ہے
اُسی کے دست قدرت میں ہے کہ کسی کو زندگی عطا کرے۔

لیکن دوسری طرف اُسی اللہ کریم کے سچے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے
ہیں میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھوں کو اور سفید داغوں والے مریض کو شفا بھی دیتا
ہوں اور اپنے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

اگر کوئی دعویٰ تو حیدر رکھنے والا کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں

شفا دیتا ہوں اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اس لیے شرک نہیں آپ فرماتے ہیں میں اللہ کے حکم سے ایسا کرتا ہوں تو یقین فرمائیے ہمارا بھی یہی عقیدہ و دعویٰ ہے کہ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے علوم اور قدرتِ تصرف جو ہم مانتے ہیں وہ سب کے سب کمالات اللہ تعالیٰ کے اذن و عطا اور فضل و رضا سے ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امورِ غیبیہ کے جاننے، شفا دینے، اور مردے زندہ کرنے کا دعویٰ قطعاً شرک نہیں اُسی طرح ہمارا عقیدہ و دعویٰ بھی شرک نہیں۔

اسی طرح کسی کو وفات دینا اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے مگر اُسی کے حکم و عطا سے حضرت ملک الموت کو یہ مقام حاصل ہے کہ لوگوں کو وفات دیتے ہیں۔

پڑھیے قرآن :

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ
الْمَوْتِ الَّذِي ذُكِّلَ بِكُمْ
ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝

تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا
فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے رب
کی طرف واپس جاؤ گے

(السجہ ۱۱) اسی طرح ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ مُّسَلِّمًا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا
كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَ
شَهِدُوا عَلَٰى أَنْفُسِهِمْ
أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے
بیچھے ہوئے اُن کی جان لکانے آئیں تو ان
سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ
کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم
ہو گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے
ہیں کہ وہ کافر تھے

(الاعراف ۳۷)

عَظِيمٌ

اللہ تعالیٰ عزوجل کا صفاتی نام ہے آئے دیکھیں کہ یہ لفظ کس کس کے لیے قرآن پاک میں آیا ہے۔

- (۱) عَذَابٌ عَظِيمٌ (بقرہ ۷) بڑا عذاب۔
- (۲) بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكَ عَظِيمٌ (بقرہ ۴۹) تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش
- (۳) عَذَابٌ عَظِيمٌ (بقرہ ۱۱۳) بڑا عذاب۔
- (۴) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (بقرہ ۱۵۵) اور وہی ہے بلند عظیم۔
- (۵) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (آل عمران ۷۴) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
- (۶) أَجْرٌ عَظِيمٌ (آل عمران ۱۶۲) اجر عظیم۔
- (۷) وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (آل عمران ۱۶۴) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
- (۸) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران ۱۷۶) اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔
- (۹) ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (النساء ۱۳) اور یہ عظیم کامیابی ہے۔
- (۱۰) وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (المائدہ ۹) اور اجر عظیم۔
- (۱۱) عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ ۴۱) عذاب عظیم
- (۱۲) ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (المائدہ ۱۱۹) یہ عظیم کامیابی ہے۔
- (۱۳) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ (الانعام ۱۵) عذاب عظیم دن کا۔

- (۱۴) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الاعراف ۵۹) عذابِ عظیمِ دن کا۔
- (۱۵) بِسَحْرِ عَظِيمٍ ۝ (الاعراف ۱۱۶) عظیمِ ہادو کے ساتھ۔
- (۱۶) بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ (الاعراف ۱۴۱) تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش۔
- (۱۷) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ (الانفال ۲۹) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
- (۱۸) أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (توبہ)
- اجرِ عظیم۔
- (۱۹) ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ۶۳) یہ عظیم رسوائی ہے۔
- (۲۰) ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ۷۲) یہی عظیم کامیابی ہے۔
- (۲۱) ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ۸۹) یہ عظیم کامیابی ہے۔
- (۲۲) ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ۱۰۰) یہ عظیم کامیابی ہے۔
- (۲۳) إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝ (التوبہ ۱۰۱) عظیم عذاب کی طرف۔
- (۲۴) وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ۱۱۱) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔
- (۲۵) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (یونس ۱۵) عظیمِ دن کا عذاب۔
- (۲۶) ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (یونس ۶۴) یہی عظیم کامیابی ہے۔
- (۲۷) بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ (ابراہیم ۶) تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش۔
- (۲۸) وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ ۝ (الحجر ۸۷) اور قرآنِ عظیم۔
- (۲۹) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (النمل ۱۰۶) اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔
- (۳۰) مَشْهَدٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (مریم ۲۷) عظیم دن کی حاضری۔
- (۳۱) مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ۝ (الانبیاء ۷۶) عظیم کرب سے۔
- (۳۲) وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ اور عرشِ عظیم کا رب۔
- (۳۳) لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (النور ۱۱) اور اُس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔
- (۳۴) عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (النور ۱۴) عذابِ عظیم۔

(۳۵) هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ (النور ۱۶) یہ عظیم بہتان ہے۔

(۳۶) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (النور ۲۳) اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

(۳۷) كَا لَطَوْدٍ الْعَظِيمِ ۝ (الشعراء ۶۳) عظیم پہاڑ کی طرح۔

(۳۸) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الشعراء ۱۳۵) عظیم دن کا عذاب۔

(۳۹) وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ (النور ۱۵) اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی عظیم بات ہے۔

(۴۰) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الشعراء ۱۸۹) عظیم دن کا عذاب۔

(۴۱) وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ (النمل ۲۳) اور اُس کے لیے عظیم تخت ہے۔

(۴۲) لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ (القصص ۹) عظیم نصیب والا۔

(۴۳) يَذِ بِحِ عَظِيمٍ ۝ (الصف ۱۰) ذبح عظیم۔

(۴۴) مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ (الصف ۱۱) عظیم کرب سے۔

(۴۵) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الزمر ۱۳) عظیم دن کا عذاب۔

(۴۶) وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (المومن ۹) اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۴۷) ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ (حم السجده ۳۵) عظیم نصیب والا۔

(۴۸) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝ (اشوری ۲) اور وہی ہے بلند عظیم۔

(۴۹) عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْنَيْنِ عَظِيمٍ ۝ (الزخرف ۳۱)

مکتے اور طائف میں سے کسی عظیم آدمی پر کیوں نہ اُتارا گیا۔

(۵۰) ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (الدخان ۵) یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۵۱) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (الباقیہ ۱۰) اور ان کے لیے عظیم عذاب ہے۔

(۵۲) عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الاحقاف ۲۱) عظیم دن کا عذاب۔

(۵۳) وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (الحجرات ۳) اور اجر عظیم۔

(۵۴) عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ۝ (الواقعه ۴۶) عظیم گناہ پر۔

(۵۵) وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّتَوْتَعِلْمُونَ عَظِيمٌ (الواقعه ۷۶) اور تم سمجھو تو یہ عظیم قسم ہے۔

(۵۶) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الواقعه ۷۷)

تو تم اپنے عظیم رب کی تسبیح کرو۔

(۵۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الواقعه ۹۶)

تو تم اپنے عظیم رب کی تسبیح کرو۔

(۵۸) ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (الحديد ۱۲)

یہی عظیم کامیابی ہے۔

(۵۹) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحديد ۲۱) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(۶۰) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحديد ۲۹) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(۶۱) ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (الصافات ۱۲) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۶۲) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الجمعة ۴) اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

(۶۳) ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التغابن ۹) یہ عظیم کامیابی ہے۔

(۶۴) وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (التغابن ۱۵) اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔

(۶۵) وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم ۴)

اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

(۶۶) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقة ۵۲) تو اپنے رب عظیم کی تسبیح کرو۔

(۶۷) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ (النبا ۲) عظیم خبر ہے۔

(۶۸) لِيَوْمٍ عَظِيمٍ (المطففين ۵) ایک عظیم دن کے لیے۔

قارئین محترم! ہم نے کتاب کے شروع میں شرک کی بحث و اقسام کے بعد

غلط انداز و فکر کے تحت چند اشارات بطور مثال دیئے تھے جن میں پہلا کلمہ

عظیم تھا، ہم نے مناسب سمجھا کہ کلمہ عظیم کے کثیر حوالے پیش کر دیئے جائیں تاکہ واضح ہو

جائے کہ مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے والوں کا معیار شرک کس حد تک ٹھیک ہے خود فرمائیے جس قرآن میں کلمہ عظیم اللہ کے لیے آیا ہے اُسی قرآن پاک میں یہی کلمہ عظیم اور کس کس کے لیے آیا ہے؟ آنکھیں بند کر کے مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر دینا، لڑائی جھگڑے کو اصلاح و اخلاص کی آڑ میں ہوا دینا، کم شعور و کم سن لڑکوں کو بخاری شریف کی مترجم جلدیں دے کر اور چند آیات قرآنیہ پر نشان لگا کر گلی گلی، محلے محلے میں پھیل کر بحث و مباحثوں میں خلق خدا کو الجھانے کی کوشش کرنا۔

کیا یہ دین کے نام پر بے دینی کی انتہا نہیں؟ کیا یہ علم کے نام پر جہالتِ تامہ نہیں؟
 ۵ مُقید کر دیا ہے سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے
 کہ انسانوں کو انسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے

الْحُكْمُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

- (۱) اَلَا لَہُ الْحُكْمُ وَفِی (انعام ۶۲) خبردار اُسی کا حکم ہے۔
- (۲) اَفْغِیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حُكْمًا۔ (انعام ۱۱۴) تو کیا اللہ کے علاوہ چاہوں کوئی اور حکم (فیصلہ کر نیوالا)
- (۳) اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ (یوسف ۴۰) حکم نہیں ہے مگر اللہ کا۔
- (۴) اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ (یوسف ۶۷) حکم نہیں ہے مگر اللہ کا۔
- (۵) لَہُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (قصص ۸۸) اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔
- (۶) وَلَہُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (قصص ۹۰) اور اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔
- (۷) فَحُكْمُہٗ اِلَی اللّٰہِ۔ (شوریٰ ۱۰) تو اُس کا حکم (فیصلہ) اللہ کے سپرد ہے۔
- (۸) وَلَا یُشْرِکْ فِیْ حُكْمِہٖ اَحَدًا ۝ (کہف ۲۶) اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

حضرات محترم! ان آیات مبارکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکم اللہ کے لیے ہے۔
اور وہ ہی حکم ہے۔

آئیے! اسی قرآن سے پوچھتے، میں کیا کسی اور کو حکم ماننا جائز یا نہیں، تو ملاحظہ فرمائیے
الذکریم عزوجل فرماتا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ
وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا (النساء ۳۵)
اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف
ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو،
اور ایک حکم عورت والوں کی طرف سے۔
اب اگر کوئی شخص اَفْخَرُ اللہ اُبْتَغَى حَكَمًا پر تو یقین رکھے لیکن فَاَبْعَثُوا
حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ... سے آنکھیں موند لے تو اُس کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔
کہ اُس نے خارجیوں کی روٹ کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے۔ کیونکہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی
اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا اور حضرت امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا،
صلح و معاہدے کے لیے تو خارجیوں نے یہی کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں ہے۔
خارجیوں کی نظر اَفْخَرُ اللہ اُبْتَغَى حَكَمًا پر تو تھی لیکن فَاَبْعَثُوا حَكَمًا پر بالکل
نہ تھی۔ اور اب بھی مذہبی فرقہ بندیاں اسی طرز فکر کا نتیجہ ہیں کہ کچھ آیات کو لے لینا اور
کچھ کو قصداً چھوڑ دینا۔ جو کہ ایک خالص مسلمان کو قطعاً زیا نہیں ہے۔

اسی طرح :

جس قرآن پاک سے یہ ثابت ہے اَلَا لَهُ الْحُكْمُ کہ حکم اللہ کے لیے ہی ہے
ملاحظہ فرمائیے۔ یہی قرآن فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ
اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے
کتاب اور حکم اور نبوت سے پھر وہ لوگوں

ثُمَّ يَسْأَلُ لِلنَّاسِ كُفُولًا عِبَادًا ۖ
لِي مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُفُولُوا
رَبَّانِيَيْنِ..... (آل عمران ۷۹) جاؤ۔
سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے

(۲) اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت ۸۴ تا ۸۶ میں حضرت اسحاق، حضرت یعقوب،
حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت
موسے، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس،
حضرت اسماعیل، حضرت یسع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام
کا ذکر اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنَیْنَهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ۚ
(انعام ۸۶)
کہ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب حکم
اور نبوت عطا کی۔

قارئین محترم! جس قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکم اللہ کے پاس ہے، وہ
قرآن بڑا فرما رہا ہے کہ حکم اُس کے انبیاء کرام کو عطا ہوا ہے۔
جبھی تو چاند اشارے پر ٹوٹ کر قدموں پر تیار ہو رہا ہے، درخت بجلانے پر حاضر
ہو کر نبوت کی گواہی دے رہے ہیں۔ درندے اور وحشی جانور فرمانبردار نظر آتے ہیں۔
دریا راستہ چھوڑ رہے ہیں۔ بادل اشارے کے منتظر ہیں؛

یہ بات حقیقت ہے کہ بَلِ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِیْعًا۔ (رعد ۳۱)
امر سب کا سب اللہ کے لیے ہے۔

وہ ہی امر والا ہے۔

آئیے دیکھیں یہی قرآن فرماتا ہے :

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ.....

کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُن کی جو تم میں امرِ وائے ہیں۔
 کیا اللہ کے علاوہ اوروں کا امرِ وائے ہونا منافی توحید نہیں۔ اور اگر نہیں اور یقیناً
 نہیں تو جو معنوی فرق اور امتیازِ حقیقت و مجاز اس قسم کی آیات میں بیان کیا جاتا ہے
 وہ فرق اور امتیاز اُس وقت کیوں ملحوظ نہیں ہوتا جب ہم اللہ تعالیٰ کے اذن و عطا سے
 اُس کے مقبول اور محبوب بندوں کے کمالات و تصرفات پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیا اُس
 وقت یہ ساری کی ساری آیات قرآن سے معدوم ہو جاتی ہیں یا اُس وقت توحید و شرک
 کے پیمانوں میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔ یا اُس وقت معیارِ کفر و ایمان کسی انقلاب
 کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ظلمِ عظیم نہیں کہ قرآن و حدیث کو بچوں کا کھیل تماشا بنا دیا جائے۔
 حقیقت و مجاز کا فرق کیا جائے نہ عطائی و ذاتی کا۔
 مستقل و عارضی کی تمیز کی جائے نہ محدود و غیر محدود کی۔
 فانی و غیر فانی کا لحاظ کیا جائے نہ متناہی و غیر متناہی کا۔
 تو اس کا نتیجہ سوائے بے دینی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہدایت

اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے چسپا ہے اُس سے نواز دے اور جسے
 نہ چاہے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ملاحظہ فرمائیں آیاتِ قرآنیہ :

کیا یہ چاہتے ہو کہ اُسے راہ دکھاؤ جسے
 اللہ نے گمراہ کیا۔

اور اللہ چاہتا تھا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر

(۱) أَتُرِيدُونَ أَنْ يُهْدُوا

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ (النساء ۸۸)

(۲) وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ

دیتا تو اے سُننے والے تو ہرگز نادان
نہ بن۔

یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں
میں سے جسے چاہے دے۔

انہیں راہ دنیا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں
اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔
اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک
اللہ ہدایت نہیں دے گا مگر اسے۔

جسے اللہ راہ دکھائے تو وہ ہی راہ
پر ہے۔

جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے
والا نہیں۔

اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے
اور مدد دینے کو۔

اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

جسے اللہ راہ دے تو وہ ہی راہ
پر ہے۔

اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت

عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْجَاهِلِينَ ۝ (انعام ۳۵)

(۳) ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي
بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝

(انعام ۸۸)

(۴) لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ
اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝ (بقرہ ۲۷۲)

(۵) اِنْ تَحَرَّصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ ۝

(نحل ۳۷)

(۶) مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ
الْمُهْتَدِى ۝ (اعراف ۱۷۸)

(۷) مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
لَهُ ۝ (اعراف ۱۸۶)

(۸) وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝
(فرقان ۳۱)

(۹) وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝

(نحل ۹۳)

(۱۰) مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِى ۝

(کہف ۱۷)

(۱۱) وَمَا اَنْتَ بِهَادِيَ الْعُمَىٰ

عَنْ ضَلَالَتِهِمْ (نمل ۸۱)
 (۱۲) وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (رعد ۳۳، زمر ۲۳، ۳۶، ۳۷)
 (مومن ۳۲)

کرنے والے نہیں۔
 اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت
 کرنے والا نہیں۔

(۱۳) وَمَا أَنْتَ بِمُهْدٍ الْعُمِّي
 عَنْ ضَلَالَتِهِمْ (روم ۵۳)
 (۱۴) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
 وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (قصص ۵۶)

اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے
 والے نہیں۔
 بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف
 سے چاہو ہدایت کر دو مگر اللہ ہدایت
 فرماتا ہے جسے چاہے۔

مذکورہ آیات قرآنیہ میں اس حقیقت کا خوب بیان ہے کہ
 ہدایت کا مالک اللہ ہے حقیقتاً وہ ہی ہادی ہے۔
 اس کے علاوہ کوئی کسی کو ہدایت دینے والا نہیں ہے۔
 آئیے دیکھیں یہی قرآن جس میں ہے کہ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ کہ اے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔
 یہی قرآن واضح طور پر فرما رہا ہے۔

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الشوریٰ ۵۲)
 اور بے شک آپ ضرور ہدایت فرماتے ہیں سیدھے راستے کی۔
 قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ آپ ہدایت نہیں دیتے۔ جیسا کہ إِنَّكَ لَا
 تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ والی آیت میں ذکر ہے اور اس کے علاوہ وَمَا أَنْتَ
 بِمُهْدٍ الْعُمِّي..... اور دیگر کئی آیات سے یہ ثابت ہے مگر یہی قرآن یہ اعلان
 بھی کر رہا ہے کہ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ کہ آپ ضرور ہدایت

دیتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف۔

اب کامل اور سچا مسلمان وہ ہے جہاں آیاتِ قرآنیہ میں تضاد کا تصور پیدا ہو ان میں تطبیق پیدا کرے اور لوگوں کو بتائے کہ قرآن پاک من الاول الی الاخر تمامہ سچا ہے اور اس کی تمام آیتیں ایک دوسری کی تصدیق و تفسیر کرتی ہیں۔ اب اگر آیاتِ قرآنیہ میں تطبیق بیان نہ کی جائے، اسنادِ حقیقت و مجاز کا ذکر نہ کیا جائے۔ ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے، تو یقین جانیئے سارے کا سارا قرآن تضاد سے بھرپور نظر آئے گا۔

آیاتِ قرآنیہ ایک دوسری سے الجھتی و ٹکراتی نظر آئیں گی مثلاً:

ایک آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے۔

تو دوسری آیت میں انسان کے سمیع اور بصیر ہونے کا ذکر بھی ہے۔

ایک آیت میں ذکر ہے کہ اللہ رؤف رحیم ہے،

تو دوسری آیت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رؤف رحیم کہہ رہی ہے۔

قرآنی آیات میں اللہ کا حفیظ اور علیم ہونا مذکور ہے۔

تو اسی قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے حفیظ اور علیم کے صیغے بھی آئے ہیں۔

اسی قرآن میں اگر کلمہ نغم کے ساتھ اللہ کی تعریف ہے تو ہی قرآن اسی کلمہ نغم کے ساتھ اللہ کے بندوں کی تعریف بھی کرتا ہے۔

اسی قرآن سے ثابت ہے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔

اور یہی کلام ربی حق سچ کا یہ اعلان بھی کر رہا ہے کہ

عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے

لیے ہے۔

اسی قرآن میں اللہ کے لیے لفظ کریم آیا ہے۔

اور اللہ کے علاوہ کے لیے بھی۔

اسی قرآن پاک میں اللہ کو ”عظیم“ کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ اوروں کو بھی۔
تو اس معنوی فرق کو بیان نہ کرنے کی وجہ سے بے دینی و مذہبی آوارگی کے دروازے
کھل رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان پریشان ہیں کہ کسے مانیں اور کسے نہ مانیں؟
ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیات میں تطبیق کرنا اور سب کی صداقت پر
اعتقاد رکھنا اور قرآنی آیات میں معنوی امتیاز و مواقع کا لحاظ رکھنا یہ شرف صرف اور
صرف اہل سنت کو حاصل ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اب آئیے مذکورہ آیات ہدایت کے مفہوم کی طرف۔

جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں دیتے، وہاں مطلب ہے اللہ
کی مرضی کے خلاف ہدایت نہیں دیتے، اُس کے مقابل کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔
یوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ کسی کو گمراہ کرنا چاہے اور نبی ولی اسے ہدایت دے دیں۔
اور جہاں ثابت ہے اور ذکر ہے کہ نبی ہدایت دیتے ہیں۔
وہاں مطلب ہے باذن الہی ہدایت دیتے ہیں۔

بلکہ انبیاء کرام کی بعثت کا تو سب سے بڑا مقصد ہی ہدایت ہے۔ اس پر کثیر
التعداد آیات و احادیث شاہد ہیں اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو عرب کے بدوؤں کو راہِ حق
کس نے دکھائی صدیوں کے گمراہیوں کو صراطِ مستقیم کس کے نقش قدم پر چلنے سے حاصل
ہوئی؟ اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو نسل در نسل قتل و غارت کے بازار گرم رکھنے والوں
کو ایثار و محبت کے جذبے کس کی مساعی جمیلہ کے صدقے میں میسر آئے۔

اگر نبی ہدایت نہیں دیتے تو اوس و خمر ج سینکڑوں مقتولوں کے قتل و خون
جھول کر ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر کیسے ہو گئے؟

۵ کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
 کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
 کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرّ یتیم
 اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
 آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
 اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اگر انبیاء و رسل ہی ہدایت و رہنمائی کے منصب پر فائز نہیں تو تم مبلغ کیسے بن گے
 ہو؟ تبلیغ کا مقصد و مفہوم کیا ہے؟ تبلیغی مراکز ہدایت کے اڈے ہیں یا گمراہی کے محل؟
 اگر مبلغ کو تبلیغ کے وقت ہادی و راہنما کی بجائے مشرک اور گمراہ سے تعبیر کیا جائے، تو
 آپ کی کیفیت کیا ہوگی؟ جب ہدایت مبلغ سے وابستہ ہی نہیں تو ایسی صورت میں
 یقیناً وہ جہالت و گمراہی کو پھیلانے والا ہوگا؛ فاعتبروا یا اولی الابصار؟

وَلِی

”ولی“ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور ولایت اُسی کے لیے ہے۔

قرآن پاک فرماتا ہے :

اللہ ولی ہے ایمان والوں کا انہیں
 اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(۱) اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
 یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی
 النُّوْرِ۔ (بقرہ ۲۵۷)

ولایت سچے اللہ کی ہے۔

(۲) هٰذَا لِكِ الْوَلٰیةِ لِلّٰهِ
 الْحَقِّ۔ (رکف ۴۴)

(۳) وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ۔
(شوری ۲۸)
اور وہی ہے ولی سب خوبوں
سراہا۔

(۴) وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ
(آل عمران ۶۸)
اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

مذکورہ آیات مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ”ولی“ اللہ قدوس ہے۔
اب اگر معیارِ شرک وہی ہے جو علمبردارانِ توحید نے وضع کیا ہے پھر تو اللہ کے
علاوہ کسی اور کو ولی ماننا صریح شرک ہونا چاہیے۔

جب کہ ایسا نہیں ہے۔ پڑھیے قرآن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا..... الخ (المائدہ ۵۵)
بیشک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول
اور ایمان والے۔

(۲) فرشتے صالح مومنوں کو قبضِ روح کے وقت کہتے ہیں۔

نَحْنُ أَوْلِيَاءُكُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ..... ثم يردونهم
اور آخرت میں۔

(۳) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أَوْلِيَاءَكَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (انفال ۷۲)
بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے
گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے
مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں
نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے
کے ولی ہیں۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ جس قرآن سے اللہ کریم کا ولی ہونا ثابت ہے اُسی
قرآن پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ولی کہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کو بھی ولی کہا ہے۔ صالحین مؤمنین کو بھی ولی کہا۔

اتنی واضح حقیقت کے باوجود بھی جو مسلمانوں کو مشرک بنانے پر تلا ہوا ہو۔ اُسے تو ہم سمجھا نہیں سکتے، ہاں اپنے بھولے بھالے، سادہ لوح مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ :

۵ تیری راہ میں کئی راہزن رہبر بن کے بیٹھے ہیں
نہ لٹ جائے متاع تیری خیال اس کا ذرا رکھنا
دولت عشقِ احمد ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی اور نسبت رب کے ولیوں کی
خزانہ ہے گراں اس کو ٹیروں سے بچا رکھنا
وَلِیُّ اللّٰہِ اور وَلِیُّ مِنْ دُونِ اللّٰہِ۔

ولی بمعنی مددگار، دوست۔ دو طرح کے ہیں ایک اللہ قدوس کے ولی۔ اور دوسرے اللہ قدوس کے مقابلے میں ولی۔ اللہ کریم عزوجل کے ولی تو وہ ہیں جو اُس کے مقرب اور مقبول ہیں اور اسی قرب و قبولیت کی وجہ سے دنیا والے انہیں محبوب اور دوست رکھتے ہیں۔

اور ولی من دون اللہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ کے دشمنوں کو مددگار اور دوست بنایا جائے جیسے کافروں، بتوں وغیرہم کو دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو یعنی انبیاء و اولیاء کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے کہ خدا چاہے نہ چاہے یہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔ ہماری بگڑی بنا سکتے ہیں۔ تینوں پر قرآنی شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ”وَلِیُّ اللّٰہِ کُؤْمَانَا عِینَ اِیْمَانِہِ“

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالتَّوْحِیْدُ اٰمَنُوْا.....

اس آیت میں ”اللہ و رسول جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کا ولی ہونا

ظاہر ہے اور ان کو اپنا ولی ماننا عین ایمان ہے

(۲) ”اللہ کے دشمن کو ولی ماننا“ اللہ فرماتا ہے :

آل عمران

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝
 نہ پھر میں مومن کافروں کو ولی سوائے مومنوں کے۔

(۳) وَمَالَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (شوری ۳۱)
 اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی ولی (دوست) نہ مددگار

حضرات محترم! قرآن عظیم بچوں کا کھیل نہیں کہ جو کسی کے جی میں آئے ترجمہ کر ڈالے۔ نہ سیاق و سباق کو دیکھے نہ پس منظر کو۔ نہ معنوی حیثیت کو سمجھے نہ شان نزول کو توجہالت کے اس انداز کا نتیجہ ضلالت و شقاوت ہی ہوگا۔
 جیسا کہ ہم نے ولی کے معانی کے مختلف پہلو بیان کیے ہیں اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو بہت بڑی خرابیاں لازم آئیں گی مثلاً

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ایمان والوں کا اللہ کے علاوہ کوئی مددگار و حمایتی نہیں تو اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔۔۔۔۔ والی آیت کا انکار اور تحذیب لازم آئے گی کیونکہ اس میں تو ایمان والوں کا ولی ”اللہ“ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو قرار دیا ہے اور جن کا کوئی ولی و مرشد اور مددگار نہیں قرآن تو انہیں بے ایمان اور گمراہ کہتا ہے۔ پڑھیے قرآن :

- | | |
|---|--|
| (۱) وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِنْ بَعْدِهِ ۝ (الشوری ۴۳) | اور جسے اللہ گمراہ کرے پس نہ پاؤ گے اُس کے بعد اُس کا کوئی ولی |
| (۲) وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْسِدًا ۝ (الکاف ۱۷) | اور جسے اللہ گمراہ کرے پس نہ پاؤ گے اُس کے لیے کوئی ولی، مرشد۔ |
| (۳) وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ يُضْعِفُ لَهُمْ | اور اللہ سے جدا ان کے کوئی حمایتی نہیں، انہیں عذاب پر عذاب |

ہوگا۔

اور ان (کافروں) کا کوئی مددگار نہیں۔

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اور جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی
مددگار نہ پاؤ گے۔

اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا انہیں
وردناک سزا دے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا
نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ
مددگار۔

اور اگر نہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب
کرے گا دنیا اور آخرت میں۔ اور زمین
میں اُن کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ
ہوگا۔

اور جسے گمراہ کر دے (اللہ) تو اُن کے لیے
اس کے سوا کوئی حمایت کرنے والے نہ
پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن
ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے۔ اندھے
گونگے اور بہرے۔

الْعَذَابُ - (ہود ۲۰)

(۴) وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

(آل عمران ۲۲)

(۵) وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ

أَنْصَارٍ ۝ (بقرہ ۲۰۰)

(۶) وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فْلَنْ

تَجِدْ لَهُ نَصِيرًا ۝ (النساء ۵۲)

(۷) وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا

وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمُ

عَذَابُ الْيَمَاءِ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

(النساء ۱۴۳)

(۸) وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يَعْذِّبْهُمُ اللَّهُ

عَذَابَ الْيَمَاءِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

نَصِيرٍ ۝ (التوبة ۷۴)

(۹) وَمَنْ يَضِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِمْ وَنَحْشُرُهُمْ

يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَى وُجُوهِِهِمْ

عُمِّيًّا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۝

(بنی اسرائیل ۹۷)

اور ستمگاروں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۰) وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝

(الحج ۷۱)

اور تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۱) وَمَا أَوْلَاكُمْ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝ (عنکبوت ۲۵)

اور ظالموں کا کوئی دوست اور نہ مددگار۔

(۱۲) وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (الشوریٰ ۸)

تو کون ہدایت کرے جیسے خدا نے گمراہ کیا اور ان (گمراہوں) کا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۳) فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝ (الروم ۲۹)

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ پائیں گے کوئی حمایتی نہ مددگار۔

(۱۴) إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (الاحزاب ۶۵)

اور ظالموں کا نہ کوئی دوست یا سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

(۱۵) مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝

(المومن ۱۸)

قارئین کرام! مذکورہ آیات قرآنیہ سے یہ حقیقت خوب عیاں ہوتی ہے کہ ”ولی، مرشد اور مددگار جن کے لیے نہیں — وہ ایمان و ایقان والے نہیں بلکہ کفر و طغیان والے ہیں۔“

اب اُن چند آیات کی وضاحت کی جاتی ہے جن میں اولیاء من دُون اللہ کا ذکر ہے۔ اور جن کی آڑ میں انبیاء و اولیاء کی نسبتوں کے بے وقعت ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے دیلوں کا متغیر اڑایا جاتا ہے۔ وہ آیات جو بتوں کی تردید اور اُن کے پُجاریوں کی تکذیب کے لیے اُتری ہیں اور جن کو کتاب و سنت کے دعویدار محض سینہ زوری سے مسلمانوں کو مُشرک ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ — حالانکہ بخاری شریف میں واضح ہے :

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ قَالَ إِنَّهُمْ أَنْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوا هَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو تمام خلقِ خدا سے شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے انھوں نے کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات مومنوں پر چسپاں کیں۔

حضراتِ محترم! قبل اس کے کہ ہم اولیاء من دُون اللہ والی آیات کی تشریح و شانِ نزول اسلام کے مایہ ناز مفسرین کی بند پایہ تفسیروں سے پیش کریں، مناسب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں پر مُشرک کے فتوے صادر کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ نبویہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام پیش کر دیں۔

علامہ حافظ عطاء الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ تلمیذ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اپنی مشہور و معتبر تصنیف تفسیر ابن کثیر میں درج ذیل آیت

وَإِذْ عَلِمْنَا نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْعَوِينَ۔ (اعراف ۱۷۵)

ترجمہ :- اور اے محبوب انھیں اس کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ اس سے صاف نکل گیا پس شیطان اُس کے پیچھے لگا تو گمراہوں سے ہو گیا۔

کے تحت ایک حدیث درج فرماتے ہیں:

آپ بھی وہ حدیث پڑھیے اور مسلمانوں پر فتویٰ شرک کی حقیقت بتائیے۔

حدیث شریف : عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُوِيَ بِهِ جَنَّتْهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَاءَهُ الْإِسْلَامَ إِعْتَرَاهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ السُّلْخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشَّرِكِ - قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشَّرِكِ ؟ الْمَرْمِيُّ أَوِ التَّرَامِيُّ ؟ قَالَ بَلِ التَّرَامِيُّ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آجائے گی اور اسلام کی چادر اُس نے اوڑھ لی ہوگی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بہر کا دے گا وہ اسلام کی چادر سے نکل جائے گا۔ اور اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دے گا، اور اس پر شرک کے طعنے مارے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کا زیادہ حق دار کون ہوگا جس پر شرک کی تہمت لگائی جائے گی یا شرک کی تہمت لگانے والا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حق دار ہوگا۔

قارئین کرام! اس حدیث کے ایک ایک جملے کو غور سے پڑھیں اور اندازہ فرمائیں کہ مخبر صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم و ما کان و ما یکون کی خبریں رکھنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فتویٰ شرک کی حقیقت سے نقاب اٹھایا اور واضح فرمایا کہ مجھے ایسے شخص سے خوف ہے اسلام جس کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہوگا مگر وہ بے دین و گمراہ ہو کر مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے گا۔

شاید آج علم غیب کا انکار اس شد و مد سے اسی وجہ سے کیا جائے کہ اگر مَا كَانَ وَ
مَا يَكُونُ کا علم مان لیا تو ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود مشرک
ہیں۔۔۔ کہ

ایک طرف توحید کا یہ پرچار کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد لینا حرام و ناجائز ہے
مگر جب مدد مانگنے کی باری آئے تو کعبے کے متولی ہونے کے باوجود امریکہ، برطانیہ اور
دیگر کافر ممالک سے مدد مانگ لیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پاک بندوں سے استمداد
بشرک اور شیطان کے محبوب اور پسندیدہ لوگوں سے استمداد عین توحید؟ فیاللعجب۔
حالانکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

مَا اخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَشْرِكُوا مِن بَعْدِي

کہ مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔
ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی امت کے مشرک ہونے کا ڈر
نہیں، لیکن کتاب و سنت کے دعویدار بد ملاکتے ہیں جن نے یا رسول اللہ کہہ دیا وہ
بھی مشرک، جس نے یا علی کہہ دیا وہ بھی مشرک، جو اللہ کے محبوب بندوں کے مزارات
پر چلا گیا وہ بھی مشرک، کھانے سامنے رکھ کر کلمات طیبات پڑھ کر کسی کو ایصالِ ثواب
کر دیا تو بھی مشرک۔

حضرات محترم! ان فتوے بازوں کی تندی اور تیزی کو دیکھیں اور تفسیر ابن
کثیر والی و حدیث بھی ذہن نشین رکھیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
مسلمانوں پر مشرک کے الزام لگانے والا خود مشرک کا زیادہ حقدار ہے۔

۵۔ ایسے باغیاں بکلیوں کو بلا کر
گلشن پہ شعلے گرا دیئے تو نے

اخلاص و اصلاح کی آڑ لیگر تباہی کے ساماں پھیلا دیئے تو نے

أَوْلِيَاءُ مَنْ دُونِ اللَّهِ

قرآن پاک کی اصطلاح میں اکثر و اغلب اُولیاءِ مَنْ دُونِ اللہ سے مراد شیاطین کفار و معبودانِ باطلہ ہیں۔ کفار و مشرکین نے اپنی فکرِ نارہا میں باطل پرستی اور شیطان دوستی کا جو وطیرہ بنا رکھا تھا قرآن عظیم نے یوں بیان فرمایا ہے :

وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ (الاعراف ۳۰)

اور ایک فریق کی گمراہی ثابت ہوئی انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو ولی بنالیا۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

قارئین کرام! عموماً اُولیاءِ مَنْ دُونِ اللہ سے ہی معنی و مفہوم مراد ہے سوائے چند ایک مقام کے۔ وہ بھی معبودیت کے معانی میں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر اُن کی عبادت کو روارکھا۔ اب چند ایسی آیات کی تفاسیر کی روشنی میں وضاحت پیش کرتے ہیں، جن آیات کو علمبردارانِ توحید مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

(۱) حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا آئِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

یہاں تک کہ جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے اُن کی جان نکالنے آئیں تو اُن سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم ہو گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی

اَنْتَهُمْ كَانُوا كَافِرِيْنَ ۝ دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟

(الاعراف، ۳۷)

اس آیت مبارکہ سے بعض حضرات کلمہ تَدْعُوْنَ سے انبیاء و اولیاء سے استدلال اور اُن کو پکارنا مراد لے کر کفر و شرک کے فتوے صادر کرتے ہیں جو سراسر سیئہ زوری ہے وضاحت کے لیے اُمت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مسلمہ مفسرین کرام کی تفاسیر مدنیہ ناظرین ہیں۔

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۰۱

(حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ شَهُمْ دُعَاٰهُمْ)

يَعْنِي مَلِكَ الْمَوْتِ وَ

اَعْوَانَهُ (يَتَوَفَّوْنَهُمْ)

يَقْبِضُوْنَ اَرْوَاحَهُمْ

(قَالُوْا) عِنْدَ قَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ

(اَيُّهَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

فَيَمْنَعُوْكُمْ عَنَّا (قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا)۔

یہاں تک کہ جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے یعنی ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے آتے ہیں۔ اور قبض رُوح کے وقت کہتے ہیں وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں تم سے روکیں، وہ بولے ہم سے گم ہو گئے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۵ الجزء الثامن۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ۔ مذکورہ بالا آیت کے تحت فرماتے ہیں :

فرشتے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو اللہ کے علاوہ تم پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

قَالَتِ الرُّسُلُ اَيُّنَ الَّذِيْنَ

كُنْتُمْ تَدْعُوْنَهُمْ اَوْلِيَاءَ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ وَتَعْبُدُوْنَهُمْ۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۴ الجزء السابع۔

(قَالُوا اَيُّنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) سَوَالُ تَوْبِيْخِ

وَمَعْنَى (تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ۔

کہ اس آیت میں جو سوال ہے وہ توزیح (دھانٹ) کے لیے ہے اور تدعون کا معنی ہے تَعْبُدُونَ، کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ ص ۱۵۹

(حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُثَبِّتُونَ أَرْوَاحَهُمْ
لِعَيْنِ مُلْكٍ السَّمَوَاتِ وَاعْوَانَهُ (قَالُوا) يَعْنِي يَقُولُ الرَّسُولُ لِلْكَفَّارِ
(أَيُّمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ۔

یعنی جب اُن کی رُوح قبض کرنے کیلئے فرشتے آتے ہیں تو قبض رُوح کے وقت اُن کافروں کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۲۱ پر بھی مذکورہ آیت کے تحت یہ وضاحت موجود ہے:
أَيُّنَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ بِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
تَدْعُونَ لَهُمْ وَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

کہ کہاں ہیں جن کو تم دنیا میں شریک ٹھراتے تھے اور اُن کو پکارتے تھے اور اُن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۱۲ ص ۱۲۱

(أَيُّمَا كُنْتُمْ) مَعْنَاهُ أَيُّنَ الشُّرَكَاءِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَدْعُونَ لَهُمْ
وَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کہاں ہیں وہ شریک جن کو تم پکارتے تھے اور جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۷) تفسیر رُوح البیان جلد ۳ ص ۱۵۹

(أَيُّمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) أَيُّ أَيُّنَ الْأِلَهَةِ . الَّتِي كُنْتُمْ

تَعْبُدُونَ فِي الدُّنْيَا.

یعنی وہ معبود کہاں ہیں جن کی تم دُنیا میں عبادت کرتے تھے۔
(۸) تفسیر خازن جلد ۲ ص ۹۱

(أَيُّنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) وَهَذَا سُؤَالُ تَوْبِيْعٍ
وَتَقْرِیْعٍ وَتَبَكِيْعٍ لَا سُؤَالِ اسْتِعْلَامٍ وَالْمَعْنَى أَيُّنَ الَّذِينَ كُنْتُمْ
تَعْبُدُونَ مِنْهُمْ.

کہ اس مقام پر جو سوال ہوتا ہے کہ (وہ کہاں ہیں؟) یہ سوال ڈانٹ ڈپٹ اور
کافروں کو رُلانے کے لیے ہے، نہ کہ جاننے کے لیے۔ اور معنی یہ ہے کہ کہاں ہیں
وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے؟
(۹) تفسیر جلالین ص ۱۳۲۔

(أَيُّنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِ اللَّهِ)

کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۱۴۲۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی
فرماتے ہیں :

”اُن کو کہتے ہیں فرشتے قبض کرتے وقت کہ کہاں ہیں وہ بہت، کہ دُعا مانگتے تھے
اور بندگی کرتے تھے تم اُن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے.....“

ناظرین محترم! آپ نے اچھی طرح ملاحظہ کیا سورہ اعراف کی اس آیت میں
مِنْ دُونِ اللَّهِ سے مراد کون ہیں؟ اور اُن سے دُعائیں مانگنے والے اور اُن بتوں
کی بندگی کرنے والے کون ہیں؟ لکڑی، پتھر اور مختلف اشیاء کے گھڑے ہوئے مجسموں
کی عبادت کرنے والے کون ہیں؟ سورہ مکیہ کی یہ نئی آیت مکہ کے مشرکوں کے رد میں
نازل ہوئی۔ تو جو شخص محض حق سے روگردانی کرتے ہوئے کفار و مشرکین کے حق میں

نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرے، بتائیے اس کا تعلق اُمت محمدیہ سے رہ جاتا ہے؟ نہیں ہرگز ہرگز نہیں اس کا دین قبلہ دینوں سے ملا ہوا ہے، وہ اس بات کے لائق نہیں ہے کہ اسے سمجھایا جائے، اسے قرآن فہمی سے کچھ علاقہ نہیں، ایسے لوگوں کی ضیافت طبع کے لیے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ کن فرمان پیش کیا جاتا ہے جسے امام بخاری رحمہ الباری نے بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۰۲۲ میں درج فرمایا ہے :

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ وَقَالَ لَا تَتَّبِعُوا إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُواهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔
اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اُن لوگوں کو اللہ کی ساری مخلوق میں سے بڑھ کر شرارتی تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ انھوں نے کافروں کے رد میں نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کیا۔

قارئین کرام! آپ فیصلہ فرمائیں کہ جو لوگ بتوں کی عبادت تو درکنار اولیائے کرام اور انبیاء عظام کی عبادت کو بھی حرام قرار دیتے ہوں۔ نیز صرف اور صرف اللہ تعالیٰ عز و جل کی ہی عبادت کے قائل ہوں۔ ایسے موحدين و صادقین کو شرک کا مرتکب ٹھہرانا کہاں تک جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ اسلوب و مطلوب قرآن کریم کو سمجھنے اور حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت (۲) اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ O (اعراف ۱۹۲)
بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ پس انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

قارئین حضرات! اس آیت کی تشریح ملاحظہ کرنے سے پہلے اس بات پر خوب

غور فرمائیں کہ آیات قرآنیہ کے ترجمہ و تفسیر کے وقت شارع شریعت کی مرضی و منشاء کو بالائے طاق رکھ کر اپنی رائے کو ٹھونسنا کتنا بڑا جرم ہے؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأَيْهِ فَلْيَسْتَبِئْهُ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ
كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

کہ جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے کو داخل کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔
تو آئیے! اب ان تفاسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کے مفسرین نے للہمیت اور خدا خدائی سے قرآنی مقاصد و مطالب کھول کر بیان کیے۔ علم و حکمت کے موتیوں سے مزین اور منور یہ تفاسیر رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے نشان منزل اور گراں قدر خزانہ ہیں۔
اس آیت کریمہ سے بعض حضرات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا رہا ہے وہ بھی تو ہماری طرح کے انسان تھے۔ تصرف و اختیار تو دور کی بات ہے وہ تو سن بھی نہیں سکتے، جواب بھی نہیں دے سکتے؟
تو حضرات! قبل اس کے کہ ہم اس آیت کی وضاحت اُمتہات الکتب سے پیش کریں۔ اس آیت کے بعد والی چند آیات پیش کرتے ہیں تاکہ سیاق و سباق کی روشنی میں اس آیت کا مفہوم مزید واضح ہو جائے آئیے پڑھیے قرآن کریم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَثَالِكُمْ فَادْعُوهُمْ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ
بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا
أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ الْخ...

بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ وہ تمہاری طرح بندے ہیں پس

انہیں پکارو پھر وہ تھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں
یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے
کان ہیں جن سے سُنیں.....

غور فرمائیے! ہاتھوں، پیروں، آنکھوں اور کانوں کی جن سے نفی کی جا رہی
ہے، یہ علامتیں پتھر، لکڑی اور لوہے وغیرہ کے بنے ہوئے مجسموں کی ہیں یا انبیاء
واولیاء کی؟

اسی رکوع میں کتنے کھلے الفاظ سے عِبَادُ امثالکم کی وضاحت ہو
رہی ہے، پڑھیے قرآن کریم :

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصَرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا ۚ وَتَرَاهُمْ
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ (الاعراف ۱۹۶)

اور جنہیں اللہ کے علاوہ پوجتے ہو، وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے نہ اپنی۔ اور اگر انہیں
راہ کی طرف بلاؤ نہ سُنیں۔ اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بصر
نہیں رکھتے۔

لیجئے!! ان کلمات مبارکہ نے عِبَادُ امثالکم کا مفہوم خوب واضح کر دیا کہ وہ
ایسے مجسمے ہیں جو ان مشرکوں نے انسانی شکل کے بنائے ہوئے ہیں۔ اعضاء انسانیہ کی
طرح ان کے اعضاء تو ہیں، لیکن پاؤں میں چلنے کی اور ہاتھوں میں بطش (پکڑنے)
کی طاقت نہیں ہے۔ آنکھوں میں دیکھنے کی اور کانوں میں سُننے کی قوت نہیں ہے اور
جب کوئی آدمی ان بتوں کے سامنے کھڑا ہو تو ان کی مصنوعی آنکھیں تو اس کی طرف
کھلی ہوئی ہیں مگر (وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ) ان آنکھوں میں بصارت نہیں۔

انصاف سے کہیے اس آیت کو انبیاء و اولیاء پر کیسے چسپاں کیا جاسکتا ہے کیونکہ

یہاں تو اُن کا ذکر ہے جو بت اور مجسمے کا فرض نے پوجا کے لیے گھر کر گھر لے گئے ہوئے ہیں اور جن کی مصنوعی کھلی ہوئی آنکھیں اُن کے بجاری دیکھ رہے ہیں۔

مذکورہ آیت تفاسیر کی روشنی میں

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۱۲

(إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ تَعْبُدُونَ) (مَنْ دُونَ اللَّهِ) مِنَ الْأَصْنَامِ (عِبَادُ امْتَالُكُمْ) مَخْلُوقُونَ امْتَالُكُمْ الْح.

بے شک وہ بت جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمہاری مثل گھرے ہوئے (مجسمے) ہیں۔ وَ تَرَاهُمْ) يَا مُحَمَّدُ يَعْنِي الْأَصْنَامَ (يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ) كَأَنَّهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ الْح.....

اور آپ انہیں دیکھتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اُن بتوں کو گویا کہ وہ آپ کی طرف آنکھیں کھولے دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ بصارت نہیں رکھتے۔ (۲) تفسیر ابن جریر جلد ۶ ص ۱۵۱ الجزء التاسع۔

إِنَّ الَّذِينَ..... الْح

يَقُولُ جَلَّ شَأْنُهُ لِهَيْوَلَاءِ الْمُشْرِكِينَ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْتَانِ.....
اللَّهُ جَلَّ شَأْنُهُ بُتُونِ كِي عِبَادَتِ كَرْنِ وَ اَلْ مُشْرِكُونِ كُو فَرْمَا تَا هـ۔

الْهَمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ..... الْح

يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لِهَيْوَلَاءِ الَّذِينَ عَبَدُوا الْأَصْنَامَ..... الْح
بلند ذکر و شان والا اللہ اصنام کی عبادت کرنے والوں کو فرماتا ہے۔

وَمَعْنَى الْكَلَامِ! وَ تَرَى يَا مُحَمَّدُ إِلَهَهُ هَيْوَلَاءِ الْمُشْرِكِينَ
مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْتَانِ يُقَابِلُونَكَ وَيَحَاذُونَكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُونَكَ

لَا تَنهَوْنَ عَنْ ابْصَارِهِمْ —

اور معنی کلام یہ ہے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرک عابدوں کے پتھر و لکڑی کے معبودوں کو دیکھیں آپ بالکل اُن کے سامنے برابر کھڑے ہو جائیں پھر بھی یہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اُن کی آنکھیں ہی نہیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۲ ص ۲۱۴ الجزر السابع

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ
حَاجَّتُهُمْ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ (تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ.....
وَسُئِلَتْ الْأَوْتَانُ عِبَادًا لِأَنَّهُمَا مَمْلُوكَةٌ لِلَّهِ مُسَخَّرَةٌ وَ
الْمَعْنَى أَنَّ الْأَصْنَامَ مَخْلُوقَةٌ أَمْثَالُكُمْ۔

فرماتے ہیں اللہ کریم نے مشرکین سے بتوں کی عبادت میں محبت فرمائی ہے۔
تدعون کا معنی سے تعبدون کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو اور بتوں کو عباد اس لیے
کہا گیا کہ پتھر و لکڑی کے وہ مجسمے اللہ کی ملکیت و زیر حکم ہیں اور امثالکم یعنی تمہاری
مثل (دندے) ہیں، اس کا مطلب ہے کہ پتھر و لکڑی کے گھڑے ہوئے وہ مجسمے انسانی
شکل پر ہیں اور آگے چل کر دیکھیں تَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔
کے تحت فرماتے ہیں يَعْنِي الْأَصْنَامَ یعنی وہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو اور
پھر اُن کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَتْ لَهُمْ أَعْيُنٌ مِنْ جَوَاهِرَ مَصْنُوعَةٍ۔ اُن بتوں کی مصنوعی
آنکھیں ہیں جو (مختلف) جواہرات سے بنائی گئی ہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ ص ۲۲۲

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ، يَعْنِي الْأَصْنَامَ (عِبَادٌ
أَمْثَالُكُمْ) يُرِيدُ أَنَّهَا مَمْلُوكَةٌ أَمْثَالُكُمْ — یعنی جن بتوں کی تم

عبادت کرتے ہو، وہ (تمہارے) ہاتھوں کے گھڑے ہوئے تمہاری طرح انسانی شکل کے مجسمے ہیں جس طرح تم اللہ کی ملکیت و تسخیر میں ہو اسی طرح یہ بت بھی اللہ کی ملکیت و تسخیر میں ہیں۔

(وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا) يَعْنِي الْأَصْنَامَ (وَتَرَاهُمْ يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ هُنَّ أُنثَىٰ طَائِفَةٌ لَّا يُفْقَهُنَّ كَتَبَتْ لَهُمْ فِي قُلُوبِهِنَّ الْمَوْتَ وَأَهُنَّ أُلْهِنَ لَهُنَّ وَالْأَصْنَامَ) (وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ) اور اگر آپ ان بتوں کو بلائیں تو نہ سنیں، اور آپ ان بتوں کو دیکھیں کہ ان کی آنکھیں آپ کی طرف کھلی ہوئی ہیں لیکن وہ بصارت نہیں رکھتے۔
(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۸۷، ۲۸۸۔

علامہ ابن کثیر اس مذکورہ آیت کے تحت بار بار ہذہ الْأَصْنَامُ اور عَلَى الْأَصْنَامِ الْمُشْرِكِينَ کہہ کر بتوں کا اور ان کے بچاری کافروں کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں (وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَيُّ يُقَابِلُونَكَ بِعُيُونٍ مُّصَوَّرَةٍ كَأَنَّهَُا نَاطِرَةٌ دِهَىٰ جَمَادٍ..... الخ۔ یعنی کہ آپ جب ان مجسموں کے سامنے آئیں تو وہ مصنوعی آنکھوں سے گویا کہ دیکھنے والے ہیں (حالانکہ وہ دیکھتے نہیں) کیونکہ وہ پتھر وغیرہ ہی تو ہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۱۵ ص ۹۲۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کہ اُن بتوں کے از قبیل جمادات ہونے کے باوجود اُن کو عباد کیوں کہا اس کے جوابات دینے کے بعد اَللّٰهُمَّ ارْجُلُ يَمْشُونَ بِمَاءٍ کے تحت فرماتے ہیں:

أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ: بَيَانُ أَنَّ الْإِنْسَانَ أَفْضَلُ وَأَكْمَلُ حَالًا مِنَ الصَّنَمِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَهُ رِجْلٌ مَا شَيْءٌ دُونَ بَاطِشَةٍ

وَعَيْنٌ بَاصِرَةٌ : وَادُنُّ سَامِعَةٌ وَإِذْ كَانَ كَذَلِكَ كَانَ الْإِنْسَانُ أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ حَالًا مِّنَ الصَّيْنِ وَاشْتِغَالَ الْأَفْضَلَ الْأَكْمَلَ بِمَادَّةِ الْأَخْسِ الْأَدْوَنِ جَهْلٍ . فَهَذَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنْ ذِكْرِ هَذَا الْكَلَامِ .

اس حقیقت کا بیان ہے کہ انسان ہر حال میں بُت سے افضل و اکمل ہے کیونکہ انسان کے لیے چلنے والے پاؤں ہیں اور پکڑنے کے لیے ہاتھ ہیں اور دیکھنے کیلئے آنکھیں ہیں اور سُننے کے لیے کان، میں اور بُت کے پاؤں (تو گھڑے ہوئے) ہیں لیکن اُن میں چلنے کی طاقت نہیں۔ اور اس کے ہاتھ تو ہیں لیکن پکڑنے کی صلاحیت سے عاری ہیں، آنکھیں تو ہیں لیکن بصارت سے محروم ہیں۔ کان ہیں لیکن سماعت نہیں رکھتے اور جب معاملہ یوں ہے تو انسان کا ہر حال اور ہر طرح سے بُت سے اکمل و افضل ہونا واضح اور یقینی امر ہے۔ اور افضل و اکمل کا گھٹیا اور حقیر کی عبادت میں مشغول ہونا جہالت ہے۔ پس یہی مقصود ہے اس کلام کا۔

(۷) رُوح البیان جلد ۳ ص ۲۹۵۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (أَيُّ تَعْبُدُ وَنَهْمُ مِنْ دُونِهِ تَعَالَى مِنَ الْأَصْنَامِ وَتَبْمُوْنَهُمُ إِلَهَةً..... الخ

یعنی وہ بت جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو اور اُن کا معبود نام رکھتے ہو۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۲ ص ۱۶۹۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَمْثَالِكُمْ
يَعْنِي أَنَّ الْأَصْنَامَ الَّتِي يُعْبُدُهَا هِيَ أَمْثَالُ الْمُشْرِكُونَ إِنَّمَا هِيَ مَمْلُوكَةٌ
لِلَّهِ أَمْثَالُهُمْ..... الخ

یعنی وہ بُت جن کی یہ مُشرک عبادت کرتے ہیں۔ یہ بُت اللہ کی ملکیت میں ہیں (جس طرح ان کے) پجاری اللہ کی ملکیت میں ہیں۔

وَفِيهِ سُؤَالٌ وَهُوَ أَنَّهٗ وَصَفَهَا بِأَنَّهَا عِبَادٌ مَّعَ أَنَّهَا جَعَادٌ وَ
الْجَوَابُ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَمَّا ادَّعَوْا أَنَّ الْأَصْنَامَ تَضُرُّوْنَ وَتَنْفَعُ
وَجَبَّ أَنْ يَعْتَقِدُوا كَوْنَهَا عَاقِلَةً فَاهِمَةٌ فَوَرَدَتْ هَذِهِ
الْأَلْفَافُ عَلَى وَفْقِ مَعْتَقَدِهِمْ تَبْكِيَةً لَّهُمْ وَتَوْبِيحًا وَلِذَلِكَ
قَالَ عَزَّ وَجَلَّ (فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ) فِي كَوْنِهَا إِلَهَةٌ وَجَوَابُ آخِرٍ هُوَ أَنَّ هَذَا اللَّفْظَ
إِنَّمَا وَرَدَ فِي مَحْرُضِ الْأَسْتِزَاءِ بِالْمُشْرِكِينَ..... الخ

اس میں ایک سوال ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن ربتوں کو لفظ عباد سے تعبیر فرمایا حالانکہ وہ از قبیل جمادات ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مُشرکین نے جب دعویٰ کیا کہ بُت نقصان اور فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو امر واجب ہے کہ اُن کا اس بات پر بھی اعتقاد ہو کہ یہ بُت عاقل و فہم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق استعمال فرمائے اور اُن کو اُن کے اس فاسد عقیدے پر افسوس دلانے کے لیے اور ڈانٹ ڈپٹ کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ مُشرکوں کے استہزاء کے طور پر وارد ہوئے ہیں وہ یوں کہ کافروں کو خطاب کے انداز میں یہ بات فرمائی جا رہی ہے جس کا معنوم یہ ہے کہ اے مُشرک جن ربتوں کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے معتقدات کے مطابق ان کو نذہ اور عاقل سمجھ بھی لیا جائے تو یہ بُت تمہاری ہی طرح کے بندے ہیں تمہارے اعتقاد کے مطابق، یعنی ان کو تم پر کوئی فضیلت تو حاصل نہیں۔ اور جب ان کو تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تو فَلِمَ عَبَدْتُمُوهُ وَجَعَلْتُمُوهُمُ إِلَهًا

وَجَعَلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ لَهُمْ عِبِيدًا۔

پس کیوں تم نے ان کی عبادت کو روار کھا ہے اور ان کو اپنا معبود اور خود کو ان کا عابد بنا رکھا ہے۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۱۲۶۔

(إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ مَمْلُوكَةٌ... الخ)
بے شک وہ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے یعنی اللہ کی ملک میں جس طرح تم ہو ویسے ہی یہ بھی اللہ کی ملکیت میں ہیں۔
اور آگے چل کر (وَإِنْ تَدْعُوهُمْ) کے تحت فرماتے ہیں اَيُّ الْأَصْنَامِ
یعنی اگر ان بتوں کو بلاؤ..... الخ

وَتَرَاهُمْ أَيْ الْأَصْنَامَ۔ یعنی آپ ان بتوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کی آنکھیں
تمہاری طرف ہیں مگر وہ بصارت نہیں رکھتے۔
(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۱۶۳

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ..... الخ
اس آیت کے تحت حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں :-
تحقیق جن بتوں کو مجندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، تابعدار
خدا کے مانند تمہارے (یعنی جیسے تم اللہ کے زیرِ حکم ہو یہ بھی اللہ کے زیرِ حکم ہیں)،
آیت (۳) وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
بَشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٍ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ
بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝ (الرعد ۱۴)

اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اُس کی طرح جو
پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اُس کے منہ میں پہنچ جائے اور

وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔ اور کافروں کی ہر دُعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

قرآن عظیم کی اس آیت کے ذریعے بھی لوگوں نے محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کی نسبتوں و برکتوں کا مستحضر اڑایا ہے۔ انبیاء اور اولیاء سے استعانت کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں تو واضح طور پر یہ جملہ ہے وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ کہ کافروں کی ہر دُعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

مکہ المکرمہ میں نازل ہونے والی اس مکی سورت کی اس آیت میں کافروں کا صراحت سے ذکر ہے مگر بُرا ہو تعصب کافروں کے رد میں اُترنے والی آیت مسلمانوں پر چسپاں کی جاتی ہے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ يَشْرَارَ خَلَقَ اللَّهُ وَقَالَ إِنَّهُمْ أَنْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوا هَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲)

کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما ان (لوگوں) کو خلقِ خدا میں شر ترین قرار دیتے تھے اور فرماتے۔ کہ انھوں نے کافروں کے رد میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کی ہیں۔

اب اسی مذکورہ آیت کو معتبر تفاسیر کی روشنی میں دیکھیے۔

۱۱، تفسیر ابن عباسؓ ۱۵۶

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ) يَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِهِ) مِنْ دُونِ اللَّهِ
(لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ) لَا يَنْفَعُ إِنْ دَعَوْهُمْ (إِلَّا كَبَاسِطٍ
كَفِّهِ) (إِلَّا كَمَا وَدَّيْهِ) (إِلَى الْمَاءِ) مِنْ بَعْدِ (لِيَبْلُغَ فَاهُ)
لِكِيْ يَبْلُغَ الْمَاءُ إِلَى فِيهِ (وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ) بِتِلْكَ الْحَالِ الْمَاءُ

إِلَىٰ فِيهِ أَبَدًا۔

يَقُولُ كَمَا لَا يَبْلُغُ الْمَاءُ فَاءَ هَذَا الرَّجُلِ كَذَلِكَ لَا تَنْفَعُ
الْأَصْنَامُ مَنْ عَبَدَهَا۔

اور وہ جن کو (یہ مشرکین) اللہ کے علاوہ پوجتے ہیں۔ ان کی کچھ بھی سنتے یعنی اُن
اُن کو بلائیں تو کوئی نفع نہ ہو۔

یہ تو اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص دُور سے پانی کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے
تاکہ پانی اس کے مُنہ تک پہنچے جب کہ اس حال میں کبھی بھی پانی اس کے مُنہ تک نہ پہنچے
گا تو یہی فرمان الہی کا مفہوم ہے کہ جس طرح اس شخص کے مُنہ تک اس حال میں پانی نہ
پہنچے گا۔ اسی طرح بت اپنے تجاریوں کو کوئی نفع نہ دیں گے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۸ ص ۲۸ الجزء الثالث عشر۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ) يَقُولُ تَعَالَىٰ ذِكْرُهُ: وَالْإِلَهَةُ
الَّتِي يَدْعُونَهَا الْمُشْرِكُونَ أَرْبَابًا وَالْإِلَهَةُ۔

اللہ تعالیٰ اس مقام پر اُن معبودانِ (باطلہ) کے بارے میں فرما رہا ہے جن کو یہ
مشرکین رب سمجھ کر اور معبود جان کر پکارتے ہیں۔

قارئین کرام! تفسیر ابن جریر کی مذکورہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ کافروں کا بتوں
کو پکارنا بھی اُن کی عبادت کے زمرے میں ہے کیونکہ وہ اُن کو معبود سمجھتے تھے۔

(لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمُ بِشَيْءٍ) کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن جریر
فرماتے ہیں۔ لَا يَنْفَعُ دَاعِيَ الْإِلَهَةِ دُعَاؤُهُ أَيَاهَا إِلَّا كَمَا لَا يَنْفَعُ بِاسِطُ
كَفْيِهِ إِلَى الْمَاءِ بَسْطُهُ۔

کہ اِن معبودانِ باطلہ کو پکارنے والے کی پکار اُسے کوئی فائدہ نہ دے گی۔
جس طرح کہ جو آدمی پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے تو اُس کا ہاتھ پھیلا نا اُسے کوئی

فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک کہ پانی اس کی طرف کسی برتن وغیرہ میں بڑھایا نہ جائے۔
(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ ص ۱۹۷ الجزء التاسع۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) اَيُّ يَعْبُدُونَ الْاَصْنَامَ وَالْاَوْثَانَ۔
یعنی وہ مجسمے اور بت جن کی یہ کفار و مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ لَا يَسْتَجِيبُونَ
لَهُمْ..... الخ۔ وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے۔ اور آگے چل کر علامہ قرطبی
(وَمَا كَانَ دُعَاءُ الْكَافِرِينَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ) کے تحت فرماتے ہیں اَيُّ لَيْسَتْ
عِبَادَةُ الْكَافِرِينَ الْاَصْنَامَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ، لَا تَهَا شَرَكٌ۔ یعنی کافروں کا
بتوں کی پوجا کرنا سوائے گمراہی کے کچھ نہیں کیونکہ یہ عبادت شرک ہے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۱۱

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) اَيُّ يَعْبُدُونَ الْاَصْنَامَ مِنْ
دُونِ اللّٰهِ عَالِي..... الخ

اور وہ جن کو پکارتے ہیں اُس کے علاوہ یعنی التذکریم کے علاوہ جن بتوں کی یہ
مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ یہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۲۵۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) اَيُّ وَمِثْلُ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ
اِلٰهَةً غَيْرَ اللّٰهِ.....

یعنی مثال اُن لوگوں کی جو اللہ کے علاوہ اور معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اُس کی
طرح ہے جو دور سے پانی کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے جس طرح وہ اپنے ہاتھ پانی تک
نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے پانی سے محروم ہے۔

فَكَذَلِكَ هُوَ لَا الْمُشْرِكُونَ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
غَيْرَهُ لَا يَنْتَفِعُونَ بِهِمْ اَبَدًا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

پس اسی طرح یہ مشرکین جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں (معبودانِ باطلہ) کی عبادت سے کوئی فائدہ اور فیض حاصل نہیں کر سکتے۔
(۶) تفسیر کبیر جلد ۱۹ ص ۲۹۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ، يَعْنِي الْإِلَهَةَ الَّذِينَ يَدْعُوْنَهُمْ
الْكُفَّارُ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... الخ

یعنی وہ معبودانِ (باطلہ) جن کو کافر پکارتے ہیں۔

لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ، مِمَّا يَطْلُبُونَهُ إِلَّا اسْتِجَابَةً
كَاسْتِجَابَةِ بَاسِطِ كَفِّهِ إِلَى الْمَاءِ جَمَادٍ لَا يَشْعُرُ بِبَسِطِ كَفِّهِ
وَلَا بِعَطَشِهِ وَحَاجَتِهِ إِلَيْهِ وَلَا يَقْدِرُ أَنْ يُجِيبَ دُعَاءَهُ وَيَبْلُغَ
فَاهُ فَكَذَلِكَ مَا يَدْعُونَهُ جَمَادٍ.....

وہ اُن کی کچھ بھی نہیں سنتے اُن کی طلب و تمنا کے بھرنے کے لیے۔ اُن کی استجابت (کسی کی بات سن کر قبول کرنا) تو ویسی ہی ہے جیسا کہ پانی کی استجابت اُس شخص کے بارے جو پانی کو آوازیں دیتا ہو کہ میرے منہ میں آپہنچے (علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں) کہ عدم شعور اور عدم استجابت میں پانی پتھر کی طرح ہے پانی کو نہیں شعور ہوتا کہ میری طرف کسی نے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ نہ اُس کی پاس کو جانتا ہے اور نہ اُسکی ضرورت کو۔ نہ پانی میں جواب دینے کی طاقت ہے نہ اُس کے منہ تک نمود بخود پہنچنے کی۔

فَكَذَلِكَ مَا يَدْعُونَهُ جَمَادٍ..... الخ

پس اسی طرح وہ بت از قبیل جمادات ہیں جن کو یہ کافر و مشرک پکارتے ہیں۔

(۷) رُوح البیان جلد ۴ ص ۳۵۵۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ، أَيْ وَالْأَصْنَامُ الَّذِينَ يَدْعُوْنَهُمْ
یعنی وہ بت جن کو کافر پکارتے ہیں۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۵۸۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) يَعْنِي وَالَّذِينَ يَدْعُونَهُمْ إِلَى
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهِيَ الْأَصْنَامُ الَّتِي يَعْبُدُونَهَا۔
یعنی وہ معبودان (باطل) جن کو یہ الٰہ پکارتے ہیں اور وہ بت ہیں جن کی یہ مشرکین
عبادت کرتے ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۲۰۲۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ) يَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِهِ) أَيْ غَيْرِهِ وَهُمْ
الْأَصْنَامُ۔

جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ اور وہ بت ہیں۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۲۵۲۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ کے تحت شاہ عبدالقادر محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو بلا تے ہیں اور پکارتے ہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے بتوں کو جو انہیں
خدائے تعالیٰ کا شریک کہتے ہیں۔ وہ بت اُن کا پکارنا اور بلانا نہیں مانتے اور سنتے اور ان
کی حاجت روا نہیں کرتے۔ ان کی مثال ویسی ہے کہ جیسے کوئی پیاسا اپنے دونوں ہاتھ
پسارے کنوئیں کے پانی کی طرف اور پکارے پانی کو جو پانی اس کے منہ کو پہنچ جاوے
بغیر ڈول رستی کے اور پانی بغیر اسباب کے نہیں پہنچنے والا اس کے منہ کو۔ اسی طرح بتوں
کی بھی قدرت نہیں جو کسی کا کچھ کام کر سکیں۔ (وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ)
اور نہیں ہے بلانا اور پکارنا کافروں کا بتوں کو مگر بیچ بھلاوے کے اور بہکاوے کے
پڑے ہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا، کبھی اُن کو بتوں سے کسی طرح۔

قارئین محترم! آپ نے دیکھا کہ سورہ الرعد کی لاکھابا سطر والی آیت کا تمام

مفسرین نے یہی مفہوم بیان فرمایا ہے کہ یہاں بُتوں کے بجا ریوں کی جہالت و حماقت بیان کی جا رہی ہے۔ کافروں کی نادانی و بے شعوری بیان کی جا رہی ہے۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اتنی واضح حقیقت کے باوجود کہ عبارت النص سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافروں کے رد میں یہ آیت اُتری ہے پھر بھی اگر کوئی محض سینہ زوری سے اہل ایمان پر چسپاں کرے تو ہم ایسے ہٹ دھرم کو جہنم کا ایندھن بننے سے کیونکر روک سکتے ہیں۔

دار اس قدر شدید کہ دشمن ہی کر سکے

چہرہ مگر ضرور کسی آشنا کا تھا!

جگر تھام کر سوچئے! کیا انبیاء و اولیاء کرام کو بت کہنا یا سمجھنا جائز ہے؟ کیا اُن کے مزارات مقدسہ بُتوں کی مثل ہیں؟

جبھی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کافروں کے رد میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کرنے والوں کو خلقِ خدا میں سب سے بڑے شرارتی قرار دیتے ہیں۔ یہ شرارت و شوخی نہیں تو اور کیا ہے کہ اُن کے مزارات کو اصنام و اوثان کا درجہ دیا جائے جنھوں نے زندگیاں بُتوں اور اُن کے بُجا ریوں کی تکذیب و تردید کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اُن کے مزارات پر سلام پیش کرنے کے لیے جانے والوں پر شرک و کفر کے فتوے صادر کیے جائیں جنھوں نے دُنیا کو تو حید حق کے اسباق پڑھا کر سلامتی کی راہوں پر گامزن کر دیا۔

آفت کی تاک جھانک قیامت کی شوخیاں

پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو!

(۴) وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءُ ۝ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ (۲۱)

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں
مردے ہیں زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت میں مَنْ دُونَ اللہ سے کون مراد ہیں ؟

ملاحظہ ہوں تفاسیر !!

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۶۸، ص ۱۶۹۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا)
لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَخْلُقُوا شَيْئًا كَخَلْقِنَا (وَهُمْ يُخْلِقُونَ)
يُنْحِتُونَ مَخْلُوقَةً مِّنْ حُوتَةٍ (أَمْوَاتٍ) أَصْنَامٌ أَمْوَاتٌ... الخ
اور وہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ وہ کسی قسم کی تخلیق پر کوئی قدرت
نہیں رکھتے ہماری تخلیق کی طرح۔ بلکہ وہ (بت، بنائے گئے ہیں گھڑے ہوئے تراشے
بے جان بت ہیں۔

تفسیر ابن عباس کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ جو کچھ بنا نہیں
سکتے اور بے جان مجسمے ہیں یہ بتوں کا حال ہے نہ کہ محبوبانِ رب العالمین کا۔ اور اللہ کریم
نے اپنے خواص و عوام بندوں کو تخلیق و ایجاد کی کیسی کیسی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔
عنقریب اس کا تذکرہ آیت لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا کے تحت آئے گا۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۸ ص ۹۳ الرابع عشر۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ)
يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ وَأَوْثَانُكُمْ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةٌ
لَا تَخْلُقُ شَيْئًا وَهِيَ تَخْلُقُ فَكَيْفَ يَكُونُ إِلَهًا مَا كَانَ مَصْنُوعًا
مُدَبَّرًا لَا تَمْلِكُ لَكُمْ نَفْسُهُمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔

والذین یدعون والے اس فرمانِ باری کا مطلب ہے کہ اے لوگو جن بتوں کو تم

اللہ کے علاوہ معبود مان کر پکارتے ہو یہ کچھ بھی نہیں بناتے بلکہ یہ خود (تمہارے ہاتھوں کے) بنے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ کیسے معبود بن سکتے ہیں جو اپنے آپ کے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

حضرت علامہ ابن جریر آگے (اَمْوَآتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ.....) کے تحت واضح فرماتے ہیں۔ وَهِيَ هَذِهِ الْاَوْثَانُ الَّتِي تُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَمْوَآتٌ لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا — کہ یہاں اُن بتوں کا ذکر ہے جن کی عبادت (مشرکین) کرتے تھے۔ یہ اموات ہیں یعنی ان میں رُوحیں نہیں ہیں۔
(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ ص ۶۳ الجز العاشر۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا اَمْ يَلْمِزُوْنَ عَلَى خَلْقِ شَيْءٍ (وَهُمْ يَخْلُقُوْنَ) (اَمْوَآتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ) اَمْ هُمْ اَمْوَآتٌ يَعْنِي الْاَصْنَامُ لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تَبْصُرُ اَمْ هِيَ جَمَادَاتٌ فَكَيْفَ تُعْبَدُ وَنَسَهَا وَاَنْتُمْ اَفْضَلُ مِنْهَا بِالْحَيٰوةِ۔ اللہ کے علاوہ جن معبودانِ باطلہ کو یہ (مشرکین) پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ وہ اموات ہیں یعنی بے جان بُت ہیں۔ جن میں ارواح نہیں ہیں، نہ سُنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں۔ یعنی جمادات ہیں پس اے مشرک! تم کیسے اُن کی عبادت کو روارکھتے ہو جن سے تم افضل ہو کہ تم میں زندگی ہے اور یہ بے جان مجسمے ہیں۔

حضرت علامہ قرطبی مزید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان نقل فرماتے ہیں۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَبِعْتُ الْاَصْنَامَ وَتُرْكِبُ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ وَمَعَهَا شَيَاطِينُهَا فَيَتَّبِعُوْنَ مَنْ عْبَدَتْهَا ثُمَّ يَوْمَرُ الشَّيَاطِينُ وَالْمُشْرِكِيْنَ اِلَى النَّارِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) بتوں کو اٹھایا

جائے گا، اُن میں رُوحیں پیدا کی جائیں گی اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین ہونگے۔ پھر بُت اپنے بچاریوں سے برات دے زاری کا اظہار کریں گے۔ پھر (اُن سب شیطانوں و مشرکوں کو جہنم میں جانے کا حکم سنایا جائے گا۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۶۵ الجزء الرابع عشر۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ (لَا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ) (أَمْوَاتٌ) أَيْ الْأَصْنَامَ (غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ (أَيَّانَ) مَتَى (يُبْعَثُونَ) وَلَقُرَّانٌ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْأَصْنَامَ تَبَعَتْ وَتُجْعَلُ فِيهَا الْحَيَاةُ فَيَتَبَوَّءُ مِنْ عَابِدِيَّهَا — جن معبودان (باطلہ) کو یہ پکارتے ہیں یعنی بتوں کو وہ بے جان مجسمے ہیں وہ بُت نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس کے بعد علامہ ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی صاحب تفسیر معالم التنزیل فرماتے ہیں:

قرآن دلالت کرتا ہے کہ بتوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور ان میں زندگی پیدا کی جائے گی پھر وہ اپنے بچاریوں سے نفرت دے زاری کا اظہار کریں گے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۸۶

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... کے تحت علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

شِعْرًا خُبْرًا أَنَّ الْأَصْنَامَ الَّتِي يَدْعُونَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ (الْعَبْدُ وَنَ مَا تَنْحِتُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْلَمُونَ) وَقَوْلُهُ (أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ) أَيْ هِيَ جَمَادَاتٌ لَا أَرْوَاحَ فِيهَا فَلَا تَسْمَعُ وَلَا تَبْصُرُ وَلَا تَعْقِلُ.....

پھر (اللہ عزوجل نے) خبر دی کہ بے شک بت جن کو یہ پکارتے ہیں وہ کچھ نہیں

بناتے (بلکہ وہ بنائے گئے ہیں) پھر ایک اور آیت نقل فرماتے ہیں، کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے اور اموات ہیں یعنی جمادات ہیں، اُن میں نہ تو ارواح ہیں اور نہ سماعت و بصرات رکھتے ہیں اور انہیں شعور بھی نہیں۔
(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۰ ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶۔

علامہ فخر الدین رازی نے انتہائی شرح و بسط سے بتوں اور ان کے بھاریوں کا حال بیان کیا — اور اپنے روایتی انداز میں خوب سوالات قائم کر کے اُن کے جوابات دیتے ہوئے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں تحریر کیا۔

إِنَّ هَذَا الْكَلَامَ مَعَ الْكُفَّارِ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ —
کہ یہ اُن کافروں کے بارے میں کلام ہے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔
(۷) تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۳، ۲۴۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ) اَي وَالْاِلَهَةِ الَّذِينَ يَعْبُدُونَهَا الْكُفَّارُ
وَالدُّعَاءُ بِمَعْنَى الْعِبَادَةِ فِي الْقُرْآنِ كَثِيرٌ —
یعنی وہ معبود جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں۔ اور دُعَا بمعنی عبادت قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔
(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۱۷، ۱۱۸۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ الَّتِي
يَدْعُونَهَا اِلَهَةً مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

یعنی وہ بت جن کو یہ (مشرکین) معبود سمجھ کر پکارتے ہیں۔
(۹) تفسیر جلالین ص ۲۱۔

(وَالَّذِينَ يَدْعُونَ) يَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِ اللَّهِ) وَهُوَ الْأَصْنَامُ
(لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ) يُصَوِّرُونَ مِنَ
الْحِجَارَةِ وَغَيْرِهَا..... الخ

یعنی وہ بُت جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خوردہ پتھر وغیرہ سے بنائے گئے ہیں۔

(نوٹ) یہ کہنا کہ انھوں نے بتوں کو معبود جان کر پکارا یا یہ کہنا کہ انھوں نے بتوں کی عبادت کی دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۲۷۱

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ۔
اور جن کو پوجتے ہیں مکتے کے لوگ سوائے خدائے تعالیٰ کے (انھوں نے) کوئی
چیز نہیں پیدا کی اور نہیں پیدا کر سکتے کیونکہ پیدا کریں جو وہ آپ پیدا کیے ہوئے
ہیں یعنی بنائے ہوئے ہیں یہ بت اور امواتِ غیبرِ اَحیاءِ جِ دَمَا یَشْعُرُونَ
اَیَّانَ یُبْعَثُونَ ۝ مُردے ہیں جیتے ہوئے نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ پھر کب جی
اٹھیں گے یہ یا ان کے پوجتے والے !! کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بتوں کو جاندار اٹھاویں
گے تو وہ اپنے پوجنے والوں کو جھٹلا دیں گے۔ اور بے زار ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں
نہیں پوجتے تھے۔ بلکہ دل کی خوشی کرتے تھے۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ کتنے بڑے بڑے مایہ ناز مفسرین کرام نے اس
آیت کریمہ کا کھول کر مطلب بیان کرتے ہوئے صراحت کر دی کہ یہاں کافروں کا ذکر
ہے جنھوں نے بندگی کرنے کے لیے پتھر، لکڑی وغیرہ کے معبود بنا رکھے تھے اور انھیں کے
آگے زانوں سے تعبد طے کرتے تھے افسوس مگر یہ ہے کہ یہی آیت مسلمانوں پر چسپاں
کرنے والے اور ان کو بے ایمان و مشرک ثابت کرنے والے خود مسلمان کہلانے والے
ہیں۔

دار اس قدر شدید کہ دشمن ہی کر سکے!
چہرہ مگر ضرور کسی آشناء کا تھا

(۵) قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الْقَطْرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰهَ رَبِّهِمْ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (بخاری جلد ۲ ص ۵۶)

تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور پھر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

قبل اس کے کہ تفاسیر سے مذکورہ آیت کی وضاحت کی جائے۔ بخاری شریف سے اس آیت کا شان نزول پیش کرتے ہیں۔

بخاری جلد ۲ ص ۶۸۵۔

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰهَ رَبِّهِمْ الْوَسِيْلَةَ قَالَ نَاسٌ مِنَْ الْجِنِّ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فَاَسْلَمُوْا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ کچھ لوگ بعض جنات کی عبادت کرتے تھے، پھر وہ جن تو مسلمان ہو گئے (لیکن بخاری انہیں پوجتے رہے)

قارئین کرام! دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گیا کہ ایسی آیات میں يَدْعُوْنَ کا معنی يَعْبُدُوْنَ ہے۔ بخاری شریف میں جہاں اس کا شان نزول بیان ہوا وہاں دو مرتبہ يَعْبُدُوْنَ آیا ہے (بخاری جلد ۲ ص ۶۸۵)

اب بھی اگر کوئی بخت کا مارا نہ سمجھے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں

رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرے کہ انھوں نے متعدد آیات میں یَدْعُونَ کا معنی یَعْبُدُونَ کر کے قرآنی تعلیمات میں دخل اندازی کی ہے تو اسے کم از کم بخاری شریف کی مذکورہ حدیث کو ہی مان لینا چاہیے، مگر وہ کیسے مانے جس کا وظیفہ ہی لَا نُسَلِّمُ ہے۔

تفاسیر کے حوالے

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۷۹۔

(قُلْ) يَا مُحَمَّدُ لِحَزَاةِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ وَظَنُوا أَنَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ (أَدْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ عِبَادَتُكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِنْدَ الشِّدَّةِ) (فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ) رَفَعَ الشِّدَّةَ عَنْكُمْ (تَحْوِيلًا) إِلَى غَيْرِكُمْ الخ
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ بنی خزاعہ کے ان کافروں کو فرمادیں جو جنات کو فرشتے سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں اُن سے فرماؤ کہ بلاؤ ان کو جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو سختی کے وقت پس نہ تو وہ جنات سختی تم سے رفع کر سکتے ہیں اور نہ تم سے پھیر کر کسی پر ڈال سکتے ہیں۔ الخ

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۲ الجزء الخامس عشر۔

قُلْ أَدْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ
يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِمُشْرِكِي قَوْمِكَ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مِنْ خَلْقِهِ أَدْعُوا إِلَيْهَا الْقَوْمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ أَرْبَابٌ
وَالِهَةٌ مِنْ دُونِهِ

اللہ تعالیٰ عز و جل اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم آپ اپنی قوم کے اُن مشرکوں سے فرما دیجئے جنہوں نے اللہ کے علاوہ اُس کی مخلوق کی عبادت کی کہ بلاؤ اے لوگو اُن کو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ رب اور معبود بنا رکھا ہے... الخ اور آگے چل کر مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ :

كَانُوا يَعْبُدُونَ الْمَلَائِكَةَ وَغُرَبَاءَ الْمَسِيحِ وَبَعْضُهُمْ
كَانُوا يَعْبُدُونَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ —

کہ وہ عبادت کرتے تھے ملائکہ، حضرت عذیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور بعض جنوں کی عبادت کرتے تھے —

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۵ ص ۱۸۱ الجزء العاشر

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفِ
الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝
لَمَّا ابْتُلِيَتْ قُرَيْشٌ وَشَكُّوا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ —

اَمْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَعَمْتُمْ اَنْهُمْ
اِلٰهَةٌ وَقَالَ الْحَسَنُ يَعْنِي الْمَلَائِكَةَ وَعِيسٰى وَغُرَبَاءَ وَقَالَ ابْنُ مَسُوْدٍ
يَعْنِي الْجِنَّ —

(حضرت علامہ قرطبی) فرماتے ہیں اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اب اُن کو بلاؤ جن کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم نے معبود سمجھ رکھا ہے حسن کہتے ہیں یعنی ملائکہ اور حضرت عذیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ابن مسعود فرماتے ہیں وہ جن جنہیں انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا —

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ص ۱۲ -

قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِیْهِ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ
الْبَصْرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝

وَذَٰلِكَ اَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ اَصَابَهُمْ قَحْطٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی اَكَلُوْا
الْحُلَّابَ وَالْجِیْفَ فَاسْتَغَاثُوْا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم لِّیَدْعُوْ
لَهُمْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (قُلْ) لِلْمُشْرِكِیْنَ (اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ
اَنْتَہَا اِلٰہَہُمْ مِنْ دُوْنِیْہِ) الخ

علامہ ابن مسعود البغوی الشافعی فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ پر اتنا شدید قحط پڑا کہ
گتے اور مردار کھانے تک نوبت پہنچ گئی۔ پھر انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد
کی کہ اُن کے لیے دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکوں
کو فرما دیجئے کہ اب انھیں ہی پکارو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے۔
(اُولَئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلَی رَبِّہِہُمُ الْوَسِیْلَۃَ) یَعْنِی
الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَہُمْ الْمُشْرِکُوْنَ اَنْتَہُمْ اِلٰہَہُمْ وَیَعْبُدُوْنَہُمْ —
یعنی وہ جن کے معبود ہونے کا مشرکوں نے دعویٰ کیا ہے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔
(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۵ -

قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِیْہِ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ
الْبَصْرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝

کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ کَانَ
اَهْلُ الشِّرْکِ یَقُوْلُوْنَ نَعْبُدُ الْمَلَائِکَۃَ وَالْمَیْمِیْمَ وَعُزْرِیًّا
کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہم عبادت کرتے ہیں فرشتوں کی اور عیسیٰ اور عزیٰ کی۔
(عَلِیْہِمَا السَّلَامُ)

اور اس کے بعد بخاری شریف کی وہ روایت نقل کرتے ہیں جو امام بخاری نے اسی مذکورہ آیت کے شان نزول و تفسیر میں بخاری جلد ۲ ص ۶۸۵ پر درج فرمائی ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَوْلِهِ (أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ) قَالَ نَاسٌ مِنَ الْجِنَّ كَانُوا يُعْبُدُونَ فَاسْلَمُوا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الْإِنْسِ يُعْبُدُونَ نَاسًا مِنَ الْجِنَّ فَاسْلَمَ الْجِنَّ وَتَمَسَكَ هَؤُلَاءِ بِدِيْنِهِمْ۔

کہ کچھ جنوں کی عبادت کی جاتی تھی پس وہ جن تو اسلام لے آئے! ایک اور روایت میں ہے کہ کچھ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے پس وہ جن تو اسلام لے آئے مگر ان کے پجاری اپنے اسی طریقہ پر قائم رہے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۰ ص ۲۳۰۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِمْ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝

إِعْلَمُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ الرَّدُّ عَلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ ذَكَرْنَا أَنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا يَقُولُونَ لَيْسَ لَنَا أَهْلِيَّةٌ أَنْ نَشْتَغِلَ بِعِبَادَةِ اللَّهِ فَنَحْنُ نَعْبُدُ بَعْضَ الْمُقَرَّبِينَ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ ثُمَّ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا لِذَلِكَ الْمَلَكَ الَّذِي عَبَدُوهُ تِمَثَالًا وَصُورَةً وَاشْتَغَلُوا بِعِبَادَتِهِ عَلَى هَذَا التَّأْوِيلِ وَاللَّهُ تَعَالَى اِحْتَجَّ عَلَى بَطْلَانِ قَوْلِهِمْ فِي هَذِهِ الْآيَةِ۔

تو جان لے کہ اس آیت سے ان مشرکین کا رد مقصود ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ ہم میں اتنی اہلیت نہیں کہ ہم اللہ کی عبادت میں مشغول ہو

سکیں پس ہم اُس کے مقرب بندوں کی عبادت کر لیتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں پھر انہی ملائکہ کی مشرکین اپنے گمان کے مطابق صورتیں اور تمثیلیں بنا لیتے اور اُن کی عبادت میں مشغول ہو جاتے اس تاویل پر اللہ تعالیٰ نے حجت قائم فرمائی اُن کے اس دعویٰ کے بطلان کے لیے۔

اس کے بعد علامہ فخر الدین رازی یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ:

قِيلَ: إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ عَبْدُوا الْمَسِيحَ وَعُزَيْرًا، وَقِيلَ
إِنَّ قَوْمًا عَبْدُوا أَنْفُسًا مِنَ الْجِنَّ فَاسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنَّ
وَبَقِيَ أَوْلَئِكَ النَّاسُ مُتَمَسِّكِينَ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ
یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت
عیسے علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیشک
ایک قوم نے جنوں کی عبادت کی پھر وہ جن تو مسلمان ہو گئے لیکن اُنکے بچاری اُن کی عبادت پر ڈٹے رہے۔
(۷) تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۱۴۳۔

(قُلْ ادْعُوا) بخوانید ای مشرکان مکہ (الَّذِينَ زَعَمْتُمْ)
أَنَّهُمُ إِلَهُةٌ (مِنْ دُونِهِ) اُمّی متجاوزین اللہ تعالیٰ کالملائکہ
وَالْمَسِيحَ وَأُمّتہ وَعُزَيْرٌ —

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین مکہ کو فرماؤ کہ بلاؤ اُن کو جن کو تم نے لائق
عبادت بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ سے تجاوز کرتے ہوئے جیسے کہ فرشتوں، حضرت عیسیٰ
علیہ السلام، اُن کی والدہ محترمہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۴۸

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ..... الخ

وَذَٰلِكَ أَنَّ الْكُفَّارَ أَصَابَهُمْ قَحْطٌ شَدِيدٌ حَتَّىٰ أَكَلُوا
 الْكِلَابَ وَالْجِيْفَ فَاسْتَغَاثُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْعُو لَهُمْ
 فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ اذْعُوا الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّهُمُ الْإِلَهَةُ مِنْ دُونِهِ
 (فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ) أَيْ الْجُوعَ وَالْقَحْطَ (وَلَا تَحْوِيلًا)
 أَيْ إِلَىٰ غَيْرِكُمْ أَوْ تَحْوِيلُ الْحَالِ مِنَ الْعُسْرِ إِلَى الْيُسْرِ وَمَقْصُودُ
 الْآيَةِ الرَّدُّ عَلَى الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ قَالُوا لَيْسَ لَنَا أَهْلِيَّةٌ أَنْ نَشْتَغِلَ
 بِعِبَادَةِ اللَّهِ فَنَحْنُ نَعْبُدُ الْمُقَرَّبِينَ إِلَيْهِ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ
 ثُمَّ أَنَّهُمْ اتَّخَذُوا ذَٰلِكَ الْمَلَكَ الَّذِي عَبَدُوهُ تَمَثَّلًا وَصُورَةً
 وَقَدْ اسْتَغْلَوْا بِعِبَادَتِهِ الخ

علامہ علاؤ الدین علی النمازین مذکورہ آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے
 فرماتے ہیں کہ کافروں کا اتنے شدید قحط سے پالا پڑا کہ نوبت گنتے اور مردار کھانے
 تک جا پہنچی۔ پس انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ آپ اُن کے لیے
 دعا کریں تو اللہ عز و جل نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (مشکوکوں سے) فرمادو
 کہ اب انھیں ہی بلاؤ جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے۔

پس وہ تم سے بھوک اور قحط سالی دور نہیں کر سکتے اور نہ اسے کسی اور کی طرف پھیر
 سکتے ہیں۔ اور نہ تمھاری حالت تنگی کو حالت فراخی سے بدل سکتے ہیں اور مقصود اس
 آیت سے یہ کہنا ہے اُن مشکوکوں کا جو کہتے کہ ہم میں اہلیت نہیں کہ ہم (براہ راست)
 اللہ کی عبادت کر سکیں لہذا ہم اُس کے بعض مقرب بندوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ
 فرشتے ہیں اور پھر انھوں نے اُن فرشتوں کی اپنے گمان کے مطابق تمثیلیں اور صورتیں
 گھڑ لیں اور اُن کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

اس کے علاوہ علامہ نمازین نے اور روایتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ جن میں یہ بھی

ہے کہ :

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْعَرَبِ
كَانُوا يَعْبُدُونَ نَصْرًا مِنَ الْجِنِّ فَاسْلَمَ أُولَئِكَ الْجِنَّ وَلَمْ
يَعْلَمِ الْإِنْسُ بِذَلِكَ فَتَمَسَّكُوا بِعِبَادَتِهِمْ فَغَيَّرَهُمُ اللَّهُ وَ
أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ —

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عرب کے اُن
لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بعض جنوں کی عبادت کرتے تھے پس وہ جن
تو مسلمان ہو گئے، لیکن اُن کے پُجاری انسان بے علم ہی رہے، پس وہ اُنہی کی عبادت
پر قائم رہے تو اللہ نے اُن کو عار دلانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔
(۹) تفسیر جلالین ص ۲۳۴۔

(قُلْ لَّهُمْ (ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ) أَنَّهُم إِلَهُةٌ (مِنْ دُونِهِ)
كَأَنَّمَلَ بَكَّةَ وَعِيسَى وَغُزُرُ —
فرمادیجئے آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہ بلاؤ اُن کو جن کو تم نے اللہ کے
علاوہ سزاوارِ عبادت ٹھہرا رکھا ہے، جیسے کہ ملائکہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت غُزیر
علیہ السلام۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۲۹۲، ۲۹۳۔

(قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ.....) کہہ پکارو تم اُن کو جن کو جانتے تھے
تم سوائے خدائے تعالیٰ کے جو وہ تمہاری اس مصیبت کو اور قحط کو تم پر سے دُور کریں۔ تم
اُسے کافرو بہتیرا کہو گے انہیں پر وہ دُور نہ کر سکیں گے سختی قحط کی تم سے دُور کرنا اور نہ اس
حال کو پھیر سکیں گے! کہتے ہیں ایک قوم فرشتوں کو پوجتی تھی اور ایک فرقہ دیوؤں کی
بندگی کرتا تھا، سو اُن کے حق میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ

يَبْتَغُونَ الخ وہ گروہ یعنی فرشتے اور دیو جن کو یہ کافر پوجتے ہیں اور ان کی بندگی کرتے ہیں وہ ڈھونڈتے ہیں طرف رب اپنے کے وسیلہ جو کوئی کہے نزدیکی الخ قارئین محترم ! دیکھا آپ نے سب مفسرین نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ اللہ کے علاوہ وہ جن کی عبادت کافروں نے کی۔ حالانکہ قرآن پاک کی اس آیت میں لفظ عبادت نہیں لیکن مفہوم و ترجمہ میں بھی نے عبادت ہی مراد لی حتیٰ کہ امام بخاری بھی اس حقیقت سے نقاب کشائی فرما رہے ہیں کہ وہ جن جنہیں مشرکین نے معبود جان کر ان کی عبادت کی۔ اب اس آیت اور اس کی تفسیروں سے دو چیزیں خاص طور پر سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ یہاں ذکر کافروں اور مشرکوں کا ہے۔

دوسری یہ کہ اللہ کے علاوہ کی عبادت کا ذکر ہے۔ حالانکہ اللہ قدوس کے علاوہ کوئی بھی ہستی خواہ کتنی ہی محترم و محترم کیوں نہ ہو لائق عبادت نہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے تو جو شخص یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کافروں کے رد میں اُترنے والی آیت مومنوں پر چسپاں کرے تو کیا یہ شرارتوں اور شقاوتوں کی انتہا نہیں؟ امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی جب پہلی نظر روضہ اقدس پر پڑتی ہے تو یوں گویا ہوتے ہیں :

پیش نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل سے بے قرار

روکئے سر کو روکئے ہاں یہی تو امتحان ہے

غور فرمائیے جن کا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی عقیدہ ہو کہ انھیں سجدہ کرنا جائز نہیں ان کو شرک کے طعنے دنیا کس حد تک درست ہے؟

(۶) اَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَاءَ
اِنَّا اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نَزْلًا ۝ (الکہف ۱۰۲)

تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے۔ بیشک

ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہوئے اس کے محبوب بندوں کو ماننا بے سود ہے خالق کائنات سے منہ موڑ کر کفر و سرکشی کرتے ہوئے اس کے بندوں سے دوستی و محبت رکھنا معبودِ حقیقی کی عبادت سے اعراض کر کے مخلوق کی عبادت پر مکر بستہ ہو جانا شقاوت و جہالت کی انتہا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت اُتری ہے، وگرنہ اس کا یہ مطلب لینا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ولی ماننا مسلمان کے لیے جائز نہیں تو یہ مطلب لینا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کریم خود فرماتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا —

کہ تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے

تو پتہ چلا کہ اَفَحَسِبَ الَّذِينَ وَالِي آیت میں اُس ولی کا ذکر ہے جو اللہ کے مقابلے میں بنایا جائے اور اللہ کا انکار کر کے کسی کو اپنا حمایتی تصور کیا جائے۔ تو ایسا کرنے والا کافر ہے، اس آیت میں بھی اُن کے کافر ہونے کی صراحت موجود ہے۔ تو اب جو شخص یہی آیت پڑھ کر اہل ایمان کو کافر ثابت کرنے کے لیے بضد ہو تو اولاً اُسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان پیش کرتے ہیں :

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - (بخاری جلد ۱۲ ص ۱۰۲)
اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما ان (لوگوں) کو ساری خلقِ خدا سے انتہائی شرارتی قرار دیتے اور فرماتے کہ انھوں نے کافروں کے بارے میں اُترنے والی آیات مومنوں پر چسپاں کر دیں ہیں۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا رستم کیشی تمھاری کو
اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

آئے اب اسی آیت کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھتے ہیں :

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۸۹۔

(أَفَحَسِبَ) أَقْبِظَنَّ (الَّذِينَ كَفَرُوا) بِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالْقُرْآنِ (أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي) أَنْ يَعْبُدُوا عِبَادِي (مِنْ دُونِي
أَوْ لِيَاءِ) أَرْبَابًا أَنْ يَنْفَعُوهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ —

تو وہ لوگ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ساتھ کفر کیا ہے
کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میرے علاوہ میرے بندوں کو رب مان کر ان کی
عبادت کرنے سے انھیں دنیا و آخرت میں نفع حاصل ہوگا؟

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۳۱ جزء السادس عشر۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ
يَقُولُ عَزَّ ذِكْرُهُ أَفَظَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ مِنْ عِبَادَةِ الْمَلَائِكَةِ
وَالْمَسِيحِ أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي الَّذِينَ عَبَدُواهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ
يَقُولُ كَلَّا بَلْ هُمْ لِمُحَادَّةٍ —

اللہ قدوس کہ جس کا عزت والا ذکر ہے فرماتا ہے کہ وہ کافر جنہوں نے فرشتوں
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ (فرشتے اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان کے دوست و حمایتی ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو ان (کافروں)
کے دشمن ہیں —

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۶ ص ۴۴ الجزء الحادی عشر۔

(أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا) أَيْ ظَنُّوا (أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي)
يَعْنِي عِيسَى وَالْمَلَائِكَةَ وَعُزَيْرًا (مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) وَلَا
أَعَاقِبُهُمْ —

یعنی کیا کافروں نے گمان کر رکھا ہے کہ وہ میرے بندوں علیہ السلام، فرشتوں اور حضرت عزیر علیہ السلام کو (مجھ سے منہ موڑ کر) اپنا دوست بنالیں گے (اور کیا یہ سمجھ رکھا ہے کہ) میں اُن کافروں کو سزا نہ دوں گا۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۱۸۵۔

(افْحَسِبَ) أَفَظَنَ (الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ، أَرْبَابًا عِيسَى وَالْمَلَائِكَةِ كَلَّامًا هُمُ لَهُمُ عِدَاءُ وَ يَتَّبِعُهُ دُونُ مِنْهُمْ۔

وہ کافر جنہوں نے میرے بندوں علیہ السلام اور فرشتوں کو (میرے مقابلے میں) رب بنا رکھا ہے۔

کیا وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و (عزیر علیہ السلام) اور فرشتے اُن کے دوست خیر خواہ ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اُن کے دشمن ہیں۔ اور اُن سے بے زاری و برادری کا اظہار کریں گے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۱۵۔

(افْحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) أَيْ اِعْتَقَدُوا أَنَّهُمْ يَصْلَحُ لَهُمْ ذَلِكَ وَ يَنْتَفِعُونَ بِهِ (كَلَّامًا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا)

کافروں نے میرے جن بندوں کو میرے مقابلے میں اپنے حمایتی و دوست سمجھ رکھا ہے کیا یہ اعتقاد کسی قسم کی صلاحیت (دوستی) و نفع کو متضمن ہے؟ (ہرگز ہرگز نہیں) وہ تو ان کی عبادت کا انکار کریں گے بلکہ اُن کی مخالفت کریں گے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۱ ص ۱۶۳۔

إِعْلَمُوا أَنَّهُ تَعَالَى لَمَّا بَيَّنَّ مِنْ حَالِ الْكَافِرِينَ أَنَّهُمْ أَعْرَضُوا

عَنِ الذِّكْرِ وَعَنِ اسْتِمَاعِ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ أَتَّبَعَهُ بِقَوْلِهِ (أَفَحَبِ
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) وَالْمُرَادُ أَفْطَنُوا
أَنَّهُمْ يَنْتَفِعُونَ بِمَا عَبْدُوهُ مَعَ إِعْرَاضِهِمْ عَنْ تَذَبُّرِ الْآيَاتِ وَ
تَمَرُّدِهِمْ عَنْ قَبُولِ أَمْرِهِ وَأَمْرِ رَسُولِهِ وَهُوَ اسْتِفْهَامٌ عَلَى
سَبِيلِ التَّوْبِيخِ -

جان لے کہ جب اللہ عز و جل نے بیان کیا حال کافروں کا کہ انھوں نے اعراض
کیا ہے نصیحت سے، جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کو سننے سے،
تو اللہ قدوس نے پھر اس کے بعد فرمایا کیا گمان کر لیا ہے کافروں نے۔ وہ میرے بندوں
کو میرے مقابلے میں حمایتی بنالیں گے؟

اس سے مراد یہ ہے کہ کیا انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آیات الہیہ سے منہ پھیر کر اور
خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے بغاوت کر کے میرے بندوں
کی عبادت سے فائدہ حاصل کر لیں گے ہرگز نہیں۔ اور یہ استفہام توبیخ کے لیے ہے۔
(۶) تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۳۰۳۔

(أَفَحَبِ الَّذِينَ كَفَرُوا) أَيْ أَكْفَرُوا بِنِي مَعَ جَلَالَةِ شَأْنِي
فَحَسِبُوا أَفْطَنُوا (أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) مِنْ الْمَلَائِكَةِ وَعِيسَى وَ
عُزَيْرٍ وَهُمْ تَحْتَ سُلْطَانِي وَمُلْكُوْتِي - (مِنْ دُونِي) مُجَاوِزِينَ إِيَّايَ أَيْ
تَارِكِينَ عِبَادَتِي (أَوْلِيَاءَ) مُعْبُودِينَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ بَأْسِي —
میری جلالت شان کے باوجود میرے ساتھ کفر کرنے والوں نے کیا یہ سوچ رکھا ہے
کہ میرے علاوہ بندوں ملائکہ، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیٰ علیہ السلام کو جو کہ میری سلطنت و
ملکت میں (میرے پیارے بندے) ہیں اُن کو معبود بنا کر اُن کی مدد حاصل کر لیں گے۔
(ہرگز نہیں)

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۴۴۔

أَفَحَسِبَ أَيُّ أَفْظَنَ (الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ
دُونِي أَوْلِيَاءَ) يَعْنِي أَرْبَابًا يُرِيدُ عَلِيٌّ وَالْعَمَلُ بِكَلِمَةٍ بَلْ هُمْ لَهُمْ
أَعْدَاءُ وَيَتَبَرَّءُونَ مِنْهُمْ —

کیا پس گمان کیا ہے کافروں نے کہ میرے مقابلے میں میرے بندوں عیسے علیہ السلام
اور فرشتوں کو رتبہ مان کر (نفع حاصل کر لیں گے ہرگز نہیں) بلکہ وہ تو ان کافروں کے
دشمن ہوں گے اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۲۵۳۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي، أَيُّ مَدَائِكِي
وَعِيسَى وَعِزْرًا (مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ) أَرْبَابًا أَظَنُّوا أَنَّ الْأَلِهَةَ
الْمَذْكُورَةَ لَا يُغْضِبُنِي وَلَا أَعَارِقُهُمْ عَلَيْهِ كَلًّا۔

میرے علاوہ میرے بندوں ملائکہ، حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت عذیر علیہ
السلام کو رتبہ ماننے والوں نے کیا یہ سوچ رکھا ہے کہ ان کا یہ انداز فکر و عمل مجھے غضبناک
نہیں کرے (کیا انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے) کہ ان کی اس بے دینی پر میں ان کو سزا نہ دوں گا
ہرگز نہیں (ان کا گمان پورا نہ ہو گا اور انہیں سزا مل کر رہے گی)۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۳۱۱۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ
کیا سمجھتے ہیں کافر جو پکڑیں گے قیامت کے دن میرے بندوں کو سوائے میرے دوست
اپنا یعنی یہ کافر جو مجھے چھوڑ کر حضرت عیسے اور حضرت عذیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس واسطے
کہ سمجھتے ہیں کہ قیامت میں ہمیں وہ عذاب خدا سے چھٹاویں گے یہ غلط سمجھتے ہیں وہ
ہرگز نہیں چھٹا سکیں گے۔

قارئین محترم! آپ غور فرمائیں کہ وہ آیات جن میں واضح طور پر کافروں کا ذکر ہو۔ اُن کی بغاوتوں و شقاوتوں کے تذکرے ہوں۔ اُن کی بے دینی و حق دشمنی کا صراحت سے بیان ہو۔ اور تمام مفسرین شرح و بسط سے بیان کرتے ہوں کہ یہاں کافروں کے کفر و سرکشی کا بیان ہے۔

مگر اس کے باوجود جو لوگ مسلمانوں پر اس قسم کی آیات چسپاں کرتے ہوں مزارات مقدسہ کی زیارت کے لیے حاضری دینے والوں کو ایسی آیتیں پڑھ پڑھ کر طعنے دیتے ہوں۔ اور آیات قرآنیہ سے وہ مفہوم لیتے ہوں جو پورے قرآن میں سے کسی جگہ سے بھی اخذ نہ ہوتا ہو۔ اور نہ آئمہ تفسیر نے وہ مفہوم مراد لیا ہو۔ تو کیا یہ اصلاح کے نام پر انتشار کی انتہا نہیں کیا علم کے نام پر جہالت کی حد نہیں؟

کیا یہ کتاب و سنت کے نام پر طغیان و بدعت نہیں۔ کہ ایک طرف تو لوگوں کو یہ تاثر دینا ہم کتاب و سنت کے حامی کسی کو گالی نہیں دیتے گالیوں کے بدلے میں قرآن پڑھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں پر الزام شرک بھوپ دینا۔

حالانکہ شرک سے بڑی گالی اور کیا ہو سکتی ہے

کے بخر تھی لے کر چراغِ مصطفویٰ

جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

(۴) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَفِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ (الحج ۷۳)

وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا

قَارِئِينَ مُحَرَّمٍ! تَدْعُونَ بِمَعْنَى تَعْبُدُونَ ہے۔

اور وہ بُت ہیں جن کی کافر پوجا کرتے تھے، اُن بتوں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ معبودانِ دِیالہ، ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔

حضرات آپ غور کریں اس آیت کو انبیاء کرام پر کس طرح چسپاں کیا جاسکتا ہے جب کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّیْرِ کَهَیئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْ
طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ —

بے شک میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتی ہے پرندہ۔

تو جو مکھی نہیں بنا سکتے وہ بُت ہیں۔ ہمارا اس حقیقت پر بھی ایمان ہے اور جو اللہ کے حکم سے مٹی کی مورتیں تخلیق کر کے اُس میں پھونک کر زندہ پرندہ بنا دے ہمارا اس پر بھی ایمان ہے۔

قرآن کہتا ہے وہ مکھی نہیں بنا سکتے یعنی بُت۔

ادھر اللہ تعالیٰ کی خداداد عقل سلیم سے کام لے کر کتنے کتنے بڑے جہاز آدمی نے بنا ڈالے کہ مکھی سے اُونچا ہو کر اُڑتے ہیں، چھوٹے سے چھوٹے سائنسی آلات سے لیکر بڑی سے بڑی میشرین تک جو چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں، بجلی اور بجلی کی مصنوعات، سائیکل، کار، بس، ریل گاڑی، کارخانے فیکٹریاں سب کی سب انسان نے بنائی ہیں۔

آئیے! اب اسی آیت کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھیں۔

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۲۱۱۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) مِنْ الْاَوْثَانِ

لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا، لَنْ يَقْدِرُوا أَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا (وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ) لَوْ اجْتَمَعَ الْعَابِدُ وَالْمَعْبُودُ (وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ) يَأْخُذُ (الذُّبَابُ) مِنَ الْأَلِهَةِ (شَيْئًا) مِمَّا لَطَخُوا عَلَيْهَا مِنَ الْعِلِّ ... (ضَعْفَ الطَّالِبِ) يَعْنِي الضَّعْفَ (وَالْمَطْلُوبِ) الذُّبَابُ وَيُقَالُ ضَعْفَ الطَّالِبِ الْعَابِدُ وَالْمَطْلُوبُ الْمَعْبُودُ —

اللہ کے علاوہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی بنانے پر بھی قدرت نہیں رکھتے، اگرچہ وہ بت اور ان کے پیجاری سب جمع ہو جائیں اور اگر وہ شہد و غیرہ جو بت پر نالاجباتا ہے اس میں سے کچھ حصہ کوئی مکھی لے اڑے تو یہ بت اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ معبود بت بھی کمزور ہے اور مکھی بھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طالب بھی کمزور ہے یعنی عبادت کرنے والا۔ اور مطلوب بھی کمزور ہے یعنی بت۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص ۲۰۳ الجزء السابع عشر۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا، يَقُولُ إِنَّ جَمِيعَ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنَ الْأَلِهَةِ وَالْأَصْنَامِ لَوْ اجْتَمَعَتْ لَمْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا فِي صِغَرِهِ وَقِلَّتِهِ۔

بے شک جن معبودوں اور بتوں کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ سب جمع ہو کر ایک مکھی جو کہ ایک چھوٹی سی مخلوق ہے — وہ بھی نہیں بنا سکتے۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۶ ص ۶۴ الجزء الثاني عشر۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

وَالْمُرَادُ الْأَوْتَانُ الَّذِينَ عَبَدُوهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَكَانَتْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَهِيَ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ صِنْمًا —

مراد اس سے وہ بت ہیں جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے اور وہ بت تھیں

جو حول کعبہ میں تھے اور وہ تین سو ساڑھے تھے۔

(۳) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۲۹۶۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ، يَعْنِي الْأَصْنَامَ —
یعنی وہ بت جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں —

آگے چل کر حضرت علامہ ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی پھر روایات نقل فرماتے ہیں اس بارے میں کہ بتوں کے اوپر وہ کیا چیز ہوتی تھی جن کو کھتے لے اڑتی تھی —

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانُوا يَطْلُونُ الْأَصْنَامَ بِالزَّعْفَرَانِ فَإِذَا جَفَّ جَاءَ الذَّبَابُ فَاسْتَلَبَ مِنْهُ — وَقَالَ السَّيِّدِيُّ كَانُوا يَصْعُقُونَ الطَّعَامَ بَبْنِ يَدِي الْأَصْنَامِ فَتَقَعُ الذَّبَابُ عَلَيْهِ فَيَأْكُلْنَ مِنْهُ. وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ كَانُوا يَحْلُونَ الْأَصْنَامَ بِالْيَوَاقِيَتِ وَالْأَلْيِ وَأَنُوعِ الْجَوَاهِرِ وَيُطَيَّبُونَهَا بِالْوَانِ الطَّيِّبِ فَرُبَّمَا تَسْقُطُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ فَيَأْخُذُهَا طَائِرٌ أَوْ ذَبَابٌ فَلَا تَقْدِرُ إِلَّا لِمَهْ عَلَى اسْتِرْدَادِهَا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ - (وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الذَّبَابُ شَيْئًا) أَيْ وَإِنْ يَسْلُبِ الذَّبَابُ الْأَصْنَامَ شَيْئًا مِمَّا عَلَيْهَا لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ —

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کافر بتوں پر زعفران ملتے تھے جب خشک ہو جاتا اس کو مکھیاں لے اڑتیں۔ السیدی کہتے ہیں کہ کفار بتوں کے آگے کھانا وغیرہ رکھتے تھے اور اس پر مکھیاں آکر پڑتیں اور کھاتیں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ بتوں پر طرح طرح کے موتی، ہیرے اور جواہرات ڈالتے تھے اور ان بتوں پر زندہ انوشوئیں لگاتے تھے بعض دفعہ کوئی پرندہ اسے دانا دنا سمجھ کر لے اڑتا تو وہ بت اس سے چھڑانے پر قادر نہیں تھے

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۴۵، ۲۴۶۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَمِعُوا لَهُ - إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ

يَقُولُ تَعَالَى مُنِيبَهَا عَلَىٰ حِقَارَةٍ الْأَصْنَامِ وَسَخَافَةٍ عَقُولِ
عَابِدِيهَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ (أَيُّ لَمَّا يَعْبُدُهُ الْجَاهِلُونَ
بِاللَّهِ الْمُشْرِكِينَ بِهِ) (فَاستَمِعُوا لَهُ) (أَيُّ أَنْصِتُوا وَتَفَهَّمُوا) (إِنَّ
الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ)

أَيُّ لَوْ جُمِعَ جَمِيعُ مَا تَعْبُدُونَ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْدَادِ...
اللہ تعالیٰ بتوں کی حقارت اور ان کے پجاریوں کے عقل سے عاری ہونے پر تنبیہ
فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اور اس کے بعد إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ..... کے تحت علامہ ابن کثیر
فرماتے ہیں۔ أَيُّ لَوْ اجْتَمَعَ جَمِيعُ مَا تَعْبُدُونَ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْدَادِ۔
کہ اللہ کے علاوہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب کے سب جمع ہو کر ایک مکھی
بھی نہیں بنا سکتے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۳ ص ۶۷

إِعْلَمُوا أَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَمَّا بَيْنَ مِنْ قَبْلُ أَنَّهُمْ يَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ وَلَا عِلْمَ - ذَكَرَنِي هَذِهِ
الْآيَةُ مَا يَدُلُّ عَلَىٰ بَطَالِ قَوْلِهِمْ -

جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس بات کا پہلے ذکر کر دیا کہ کافروں نے اللہ
کے علاوہ جن کی عبادت کی اُس پر اُن کے پاس کوئی حجت یا علم نہیں ہے پھر ان کے
عقیدے کے بطلان پر دلالت کرنے والی آیت ذکر فرمائی۔

اس کے بعد علامہ فخر الدین رازی **إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ** واسے جلے کی مزید تشریح کے بعد :

صَغَفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ فِیْهِ قَوْلَانِ (اَحَدُهُمَا) الْمُرَادُ مِنْهُ الصَّغَمُ وَالذَّبَابُ فَالصَّغَمُ كَالطَّالِبِ مِنْ حَيْثُ اَنْتَ لَوْ طَلِبَ اَنْ يَخْلُقَهُ وَيَسْتَنْقِذَ مِنْهُ مَا اسْتَطَاعَ لَعَجَزَ عَنْهُ — وَالذَّبَابُ بِمَنْزِلَةِ الْمَطْلُوبِ (الثَّانِي) اَنَّ الطَّالِبَ مَنْ عَبْدَ الصَّغَمِ وَالْمَطْلُوبَ نَفْسُ الصَّغَمِ —
 کہ اس میں دو قول ہیں :

ایک یہ ہے کہ طالب سے مراد بُت ہے اور مطلوب سے مراد کھٹی۔
 اور دوسرا معنی یہ ہے کہ طالب سے مراد بیکاری ہے اور مطلوب سے مراد بُت ہے —

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۶ ص ۶۱۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ، يَعْنِي الْأَصْنَامَ تَعْبُدُونَهَا مُتَجَاوِزِينَ عِبَادَةَ اللَّهِ.....

یعنی وہ بُت جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کی عبادت سے مُنہ موڑ کر۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۱۶۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ، يَعْنِي الْأَصْنَامَ (لَنْ يَخْلُقُوا دُبَابًا، أَيْ وَاحِدًا فِي صِغَرِهِ وَضَعْفِهِ، وَقِلَّتِهِ لِأَنَّهَا لَا يَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ)

بے شک وہ بُت جن کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہو تو یہ ایک چوٹی سی، کمزوری اور معمولی کھٹی بنانے پر بھی قادر نہیں۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۲۸۶۔

(إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِ اللَّهِ) أَيْ غَيْرِهِ وَهُوَ الْأَصْنَامُ۔

تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ جن بتوں کی۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۳۵۰

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ.....

بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں اور یاد کرتے ہیں یعنی پوجتے ہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے بتوں کو جو وہ بت نہیں بنا سکتے اور پیدا نہیں کر سکتے، میں ایک مکھی کو بھی اگرچہ اس کام کے واسطے سب بت اکٹھے ہو جائیں تب بھی نہ کر سکیں گے اگر مکھی بتوں سے کچھ لے جاوے تو بت مکھی سے نہ لے سکیں۔ کہتے ہیں کہ کافر شہد اور سرکہ بتوں کو لگا کر، مکانوں کو خالی چھوڑ کر سب چلے جاتے تھے مکھیاں اُسے کھاتیں تو کہتے اسے ہمارے خداؤں نے کھایا ہے اور خوش ہوتے، سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ بتوں کو اتنی قدرت نہیں جو وہ مکھیوں سے پھیر لیں رُسست اور کمزور ہیں چاہنے والے — یعنی بت پرست اور رُسست اور کمزور ہی چاہتا ہے بت —

(۸) مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ عَلَىٰ شَاوٍ ۖ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْ هَرْنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (العنكبوت: ۴۱)

اُن کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور ولی بنائے، مگڑی کی طرح ہے اُس نے جالے کا گھر بنایا۔ بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مگڑی کا گھر ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے۔ اس آیت کا سہارا لے کر بھی کئی صاحبانِ بغض و عناد نے اولیاء اللہ کی نسبتوں کا مذاق اڑایا ہے۔

اور بائیکاہ اور بے ایمانوں کے محبوبوں کی حمایت و ولایت کو اپنی فکر و مارا میں مٹا دینے کی گھر کی طرح کمزور اور بے کار ثابت کرنا ہی لا حاصل کی ہے۔
 آئیے! معتبر تفاسیر کی روشنی میں اس آیت کا مطلب و مفہوم جانئے :
 (۱) تفسیر ابن عباس ص ۲۴۸۔

(مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا عِبَادًا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ) أَرْبَابًا
 مِنْ الْأَوْثَانِ (كَمَثَلِ الْعُنْكُبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا) مَسْكَنًا (وَإِنْ أُوذِ
 هُنَّ السُّبُوتِ) أَضْعَفُ الْبُيُوتِ (لَبَيْتُ الْعُنْكُبُوتِ) يَقُولُ إِنَّ
 بَيْتَ الْعُنْكُبُوتِ لَا يَقِيهِمَا مِنْ حَرٍّ وَلَا بَرْدٍ كَذَلِكَ الْإِلَهَةُ لَا تَنْفَعُ
 مَنْ عَبَدَهَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ —

جنہوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو رب مان کر ان کی عبادت کی مٹری کے گھر کی
 طرح انکی مثال ہے۔ اور بے شک تمام گھروں سے کمزور ترین گھر مٹری کا گھر ہے۔
 اللہ قدوس کے فرمان کا مطلب ہے کہ جس طرح مٹری کو اُس کا گھر گرمی سردی سے
 نہیں محفوظ رکھ سکتا اسی طرح یہ معبودانِ باطلہ اپنے پیجاری کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔
 (۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۱ ص ۱۵۲۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ.....

يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ: مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْإِلَهَةَ وَالْأَوْثَانَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ.....

(اس مقام پر) اللہ قدوس جس کا ذکر بلند ہے اُس نے اُن لوگوں کی مثال
 بیان کی ہے جنہوں نے اُس کے علاوہ معبودانِ باطلہ اور بتوں کو اپنے حمایتی بنا
 رکھا ہے۔

ذَٰلِكَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِمَنْ عَبَدَ غَيْرَهُ إِنَّ مَثَلَهُ كَقَثَلِ

بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ —

کہ یہ مثال اللہ کریم نے اس کے بارے میں بیان فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ کی عبادت کی کہ اُس کی مثال مگڑی کے گھر جیسی ہے۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۷، ص ۲۲۹، الجزء ۱۳۔

(مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذَتْ هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ

لِمَنْ اتَّخَذَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا.....)

کہ یہاں اللہ قدوس نے اُس کی مثال بیان فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی مزید تفسیر بیان کرتے ہوئے لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ کے بعد فرماتے ہیں :

أَيُّ لَوْ عَلِمُوا أَنَّ عِبَادَةَ الْأَوْثَانِ كَاتِّخَاذِ بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ
الَّتِي لَا تَغْنِي عَنْهُمْ شَيْئًا، وَإِنَّ هَذَا مَثَلُهُمْ لَمَاعْبُدُوهَا.

یعنی اگر وہ (مشرکین) جان لیتے کہ بتوں کی عبادت مگڑی کے گھر کی طرح ہے
انہیں کسی کا قسم کا فائدہ نہیں دے گی اور یہ اُن ہی کی مثال ہے تو وہ اُن بتوں کی
عبادت نہ کرتے۔

(یعنی وہ یہ تو جانتے ہیں کہ مگڑی کا گھر کمزور ترین ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بتوں
کی عبادت کا بھی یہی حال ہے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۶۸

(مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا أَيُّ الْأَصْنَامِ يَرْجُونَ نَصْرَهَا

(كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ بَيْتًا) لِنَفْسِهَا تَأْوِي إِلَيْهِ وَإِنَّ بَيْتَهَا فِي غَايَةِ

الضَّعْفُ وَالْوَهْنُ لَا يَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا فَكَذَلِكَ
الْأَوْتَانُ لَا تَمْلِكُ لِعَايِدِ يَهَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔

مثال اُن کی جھفوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو اپنا حمایتی بنا رکھا ہے اور اُن کی
مدد اور نفع کی امید رکھتے ہیں۔ مگر مٹی کے اُس گھر کی طرح ہے جو مگر مٹی نے اپنے
لیے (خود) بنایا ہو اور اُسی میں پناہ لیتی ہو اور بے شک اُس کا گھر انتہائی کمزور ہے
اُس سے گرمی سردی کو دور نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح یہ بت اپنے پیجاریوں کے
نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۲۴۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا.....

هَذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمُشْرِكِينَ فِي اتِّخَاذِهِمُ إِلَهَةً
مِنْ دُونِ اللَّهِ يَرْجُونَ نَصْرَهُمْ وَرِزْقَهُمْ وَيَتَمَسَّكُونَ بِهِمْ
فِي الشَّدَائِدِ.....

یہ مثال ہے جو اللہ قدوس نے بیان فرمائی ہے اُن مشرکوں کی جھفوں نے
اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنا رکھا تھا۔ اور اُن سے ہی مدد اور رزق کی امید رکھتے
تھے اور سختیوں میں انھیں کو سہارا سمجھتے۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۵ ص ۶۷۔ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا.....

مَثَلُ اتِّخَاذِهِمْ ذَلِكَ مَعْبُودًا بِاتِّخَاذِ الْعُنْكَبُوتِ بَيْتًا.....
اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود بنانے کی مثال مگر مٹی کے گھر کی طرح ہے۔

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۴۷۔ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا.....

وَالْمُرَادُ بِالْأَوْلِيَاءِ إِلَّا إِلَهَةً أَيْ الْأَصْنَامَ۔

اولیاء سے مراد وہ بت ہیں جن کو (مشرکین نے) معبود بنا رکھا تھا۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۴۵ - مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا.....

يَعْنِي الْأَصْنَامَ يَرْجُونَ نَصْرَهَا وَنَفْعَهَا -

(كَمَثَلِ الْعُنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا) لِنَفْسِهَا تَأْوِي إِلَيْهِ فَإِنْ
بَيْتُهَا فِي غَايَةِ الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ لَا يَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا
فَكَذَلِكَ الْأَوْتَانُ لَا تَعْلِكُ بِعَايِدِهَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا.....

مثال اُن کی جنھوں نے اللہ کے مقابلے میں بتوں کو اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے اُس
مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے لیے ایک گھر بنایا جس میں پناہ لیتی ہے اور بیشک
مکڑی کا گھر کمزور ترین ہے اُسے گرمی سردی سے محفوظ نہیں رکھتا پس اس طرح
بتوں کا حال ہے کہ اپنے بچاری کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۳۳۸ -

(مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ) أَيْ أَصْنَامًا يَرْجُونَ
نَفْعَهَا (كَمَثَلِ الْعُنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا) لِنَفْسِهَا تَأْوِي إِلَيْهِ
(وَإِنْ أَوْهَنَ) أَوْهَنَ (الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعُنْكَبُوتِ) لَا يَدْفَعُ
عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا كَذَلِكَ، الْأَصْنَامُ لَا تَنْفَعُ عَابِدِيهَا (لَوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ) ذَلِكَ مَا عَبَدُوهَا —

مثال اُن کی جنھوں نے اللہ کے علاوہ بتوں کو اپنا حمایتی بنایا اور انھیں سے
نفع کی امید رکھتے ہیں، مکڑی کے گھر کی طرح ہے بے شک تمام گھروں سے مکڑی کا
گھر کمزور ترین ہے۔

نہ اُس گرمی کو دور کر سکتا ہے، اور نہ سردی کو۔ یہی حال بتوں کا ہے کہ اپنے
بجاریوں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کاش یہ لوگ سمجھیں کہ کس کی عبادت کرتے ہیں۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۴۲۱ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا.....

ماتر ان لوگوں کے کہ پھر انھوں نے سوائے خدا تعالیٰ کے دوستوں کو یعنی بتوں کو
خدا جاننا مانند مٹری کے ہے کہ واسطے اپنے پھر گھر کو تحقیق کہ بود از یادہ گھروں سے
گھر مٹری کا ہے کہ نہ چھت ہے دیوار اور نہ ہارار کے نہ گرمی.....

(۹) وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ اِنْ
تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَا يُسْمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ فَظَنُّوا

اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں اگر تم
انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روا
نہ کر سکیں

بتوں کی تردید اور ان کے بجا رہیوں کی تکذیب و تجہیل کے لیے اترنے والی اس
آیت کو بھی بعض لوگوں نے انبیاء و اولیاء پر چسپاں کیا کہ وہ تو کجھور کی گھٹلی کے چھلکے
کے مالک نہیں وہ تو سن بھی نہیں سکتے۔

قارئین محترم! قبل اس کے کہ ہم محبوبانِ بارگاہِ قدس کے خدا وادخزانوں اور
خلقِ خدا کی ملکیتوں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے
مذکورہ آیت کی تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں وضاحت ہو جائے۔

کہ وہ مفسرینِ کرام جن کی بلہنت و علمی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہے جن کی
دین دوستی کے تحت کی ہوئی محنت و خدمت سے دنیا اب بھی فیض یاب ہو رہی ہے
اور بفضلِ ربِ قدیر تا قیامِ قیامت ہوتی رہے گی۔

(۱۱) تفسیر ابن عباس ص ۲۷۰۔

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِهِ) مِنْ دُونِ اللَّهِ (مَا
يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ) لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَفْعَلُوا مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ قِطْمِيرٍ
وَهُوَ الشَّيْءُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ النَّوَاةُ مَعَ الْقُمْعِ (اِنْ تَدْعُوهُمْ)

يَعْنِي الْإِلَهَةَ (لَا يَسْمَعُونَ دُعَاءَكُمْ) لَا تَهْمُ صَوْتٌ بِكُمْ لَا يَسْمَعُونَ...
 اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی
 مالک نہیں کہ اُس چھلکے کے برابر بھی کوئی کام نہیں کر سکتے۔
 (اور پھر قطمیر کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر (ہلکا)
 سا پردہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم ان معبودوں کو بلاؤ تو وہ تمہاری نہیں سُن سکتے کیونکہ وہ اچھڑا اور لکڑی کے
 بے جان مجسمے ہیں جو) بہرے اور گونگے ہیں۔
 (۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ ص ۱۲۴ الجزء الثاني والعشرون۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ.....
 يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ وَالَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
 رَبِّكُمْ.....

اللہ تعالیٰ غرور جل فرماتا ہے اور وہ جن کی تم اے لوگو عبادت کرتے ہو اپنے رب
 کے علاوہ۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۲۱ ص ۱۴۲ الجزء ۱۔
 وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ (مَا يَمْلِكُونَ
 مِنْ قُطْمِيرٍ)
 یعنی وہ بت جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک
 کے مالک نہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۵۶۸۔
 (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ (مَا يَمْلِكُونَ
 مِنْ قُطْمِيرٍ)

وَهُوَ لَفَافَةٌ النَّوَاةِ وَهِيَ الْقَشْرَةُ الرَّقِيقَةُ الَّتِي تَكُونُ عَلَى النَّوَاةِ
(وَإِنْ تَدْعُوهُمْ) يَعْنِي إِنْ تَدْعُوا الْأَصْنَامَ.....

اور جن بتوں کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی تک کے مالک نہیں۔ اور
اگر ان بتوں کو بلاؤ تو وہ تمہاری نہیں سن سکتے۔ اس کے بعد قلم کا معنی بیان کیا ہے کہ
(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵۹۔ وہ گٹھلی پر ہلکا سا پردہ ہوتا ہے۔

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) أَيْ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْدَادِ
الَّتِي هِيَ عَلَى صُورَةٍ مَنْ تَزْعُمُونَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ
(مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ)..... (إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا
دُعَاءَكُمْ) يَعْنِي الْأَلِهَةُ الَّتِي تَدْعُونَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا
تَسْمَعُ دُعَاءَكُمْ لَا شَيْءًا جَمَادٌ لَا أَرْوَاحَ فِيهَا.....

یعنی وہ بت اور اللہ کے علاوہ (تمہارے) معبود جن کی تم نے اپنے گمان کے مطابق
مقرب فرشتوں کی صورت میں عبادت کی۔ (مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ) وہ کھجور
کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں۔ اور اگر تم انہیں بلاؤ تو وہ تمہاری دعاؤں کو نہیں سنتے کیونکہ
وہ پتھر ہیں ان میں رُوہیں ہیں نہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۶ ص ۱۲۔ (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ.....)

حضرت علامہ فخر الدین رازی الفایظ قرآنہ کی خوب شرح و بسط سے وضاحت
کرنے کے بعد (إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا.....) کے تحت فرماتے ہیں:
إِبْطَالًا لِمَا كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ عِزَّةً مِنْ
حَيْثُ الْقُرْبُ مِنْهَا وَالنَّظَرُ إِلَيْهَا وَعَرْضُ الْحَوَائِجِ إِلَيْهَا وَاللَّهُ
لَا يُرَى وَلَا يَصِلُ إِلَيْهِ أَحَدٌ فَقَالَ هُوَ لَا يَسْمَعُونَ دُعَاءَكُمْ
وَاللَّهُ يَصْعَدُ إِلَيْهِ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ يَسْمَعُ وَيَقْبَلُ.....

کافروں کا یہ کہنا کہ بے شک بتوں کی عبادت میں عزت ہے اس اعتبار سے کہ ان معبودوں کے قریب جاسکتے ہیں ان کی طرف دیکھ سکتے ہیں۔ ان پر اپنی حاجتیں پیش کر سکتے ہیں اور اللہ نہ تو دکھائی دیتا ہے نہ اُس کے پاس کوئی پہنچ سکتا ہے۔ ان جیسی خرافات کے ابطال کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے کافرو تم جن کی عبادت کرتے ہو، جنہیں پکارتے ہو، یہ تمہاری کچھ نہیں سنتے اور اللہ قدوس سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اور اس کی بارگاہ میں نیک دعائیں شرفِ باریابی حاصل کرتی ہیں۔

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۲، ص ۳۳۲، ۳۳۳

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ) [وَأَنَا نُرَاكُم مِّنْ دُونِهِ] (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ) (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ)

(مِنْ دُونِهِ) اِیْ حَالِ کَوْنِکُمْ مُتَجَاوِزِیْنَ اللّٰهَ وَعِبَادَتَهُ (مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرِ) (اِنْ تَدْعُوْهُمْ) اِیْ الْاَصْنَامَ
یعنی اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر اور اللہ سے منہ موڑ کر تم جن کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہو ان کو پکارنے اور پوجنے سے کیا حاصل کہ یہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے مالک نہیں اور اگر تم ان بتوں کو (جن کی تم عبادت کرتے ہو) بلاؤ تو تمہاری نہیں سنتے کیونکہ لَا تَسْمَعُ جَمَادٌ وَالْجَمَادُ لَیْسَ مِنْ شَئْنِهِ السَّمَاعُ
یہ پتھر ہیں اور پتھر کی شان نہیں کہ وہ سُن سکیں۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۵۳۲۔

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ (مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرِ) (اِنْ تَدْعُوْهُمْ) یَعْنِی الْاَصْنَامَ (لَا یَسْمَعُوْا دَعَاکُمْ) یَعْنِی اَنْہُمْ جَمَادٌ
اللہ کے مالک وہ جن بتوں کو پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے مالک نہیں ہیں۔ اور اگر ان بتوں کو بلاؤ تو تمہاری کچھ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ پتھر ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۳۶۵

(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ (مِنْ دُونِهِ) اِىْ غَيْرِهِ وَهُوَ
الْاَصْنَامُ.....

اور جن بتوں کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۴۵۶۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ.....

اور وہ جن کو پکارتے ہو سوائے خدائے تعالیٰ کے مالک نہیں ہو سکتے کھجور
کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی یعنی ایک چھلکے پر مالک نہیں ہو سکتے ہیں۔

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ..... اگر پکارو یعنی دُعا مانگو بتوں سے جن کو
شریک کرتے ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ ان سے جو دُعا مانگتے ہو تو وہ نہیں مانتے تمہارے
پکارنے کو جو وہ بے جان ہیں۔

حضرات محترم! یہ تو کٹڑی اور پتھر کے بت ہیں جن کو کافروں نے نفع و
نقصان کا مالک جان کر معبود بنا رکھا ہے اور رب تعالیٰ انہی بتوں کے بارے میں فرماتا
ہے مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ کہ یہ بت تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

آئیے اب

قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ مجبوباتِ بارگاہِ رب العالمین کی شانِ تصرف
کیا ہے؟ اور اُن کے اختیارِ خداداد کا کیا مقام ہے؟ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں؟
اُن کی زبان حق ترجمان سے نکلنے والی باتیں کیا حیثیت و اثر رکھتی ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

(۱) وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَ
اور اُس چیز کو حرام نہیں مانتے جس کو اللہ

اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔
تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔

تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور
رجوع کرو۔

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے
جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا۔
اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے
اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔
اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے
کام دیکھیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول کا زیادہ حق ہے کہ
انہیں راضی کرے۔

تو پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے

اور انہیں کیا برا لگا بھی ناکہ اللہ اور رسول
نے اپنے فضل سے (مسلمانوں) کو غنی
کر دیا۔

جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمادیں۔

ان مذکورہ آیات مغنمہ کو غور سے پڑھیے اور خوب تدبر کیجئے تو آپ پر واضح ہو گا کہ

رَسُولُهُ۔ (توبہ ۲۹)
(۲) قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔

(انفال ۱)

(۳) فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔
(نساء ۵۹)

(۴) وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (توبہ ۵۹)

(۵) وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ (توبہ ۵۹)
(۶) وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَ
رَسُولُهُ۔ (توبہ ۱۰۵)

(۷) وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ
يَُرْضَوْهُ۔ (توبہ ۶۲)

(۸) فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ۔
(انفال ۴۱)

(۹) وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔

(توبہ ۷۴)

(۱۰) وَإِذْ قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا۔ (الاحزاب ۳۶)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے کیسے عظیم اختیار عطا فرمائے ہیں کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے غنی بھی فرماتے ہیں اور اللہ کی نعمتیں بھی تقسیم فرماتے ہیں۔

حضرات محترم!

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کن کی کنجی کی حیثیت رکھتی ہے جو فرمادیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری سے ناراض ہو گئے تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے:

فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۚ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَهُ۔ (طہ ۹۷)

تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جانا اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے اور تجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں دو قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۚ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ۝

اور دوسرا قیدی سولی دیا جائے گا پرندے اس کا سر کھائیں گے، فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

(یوسف ۴۰)

(۳) رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِيهِمْ وَاسْدُدْ عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ (یونس ۸۸)

اے ہمارے رب ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لاویں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونوں کے خلاف تین دعائیں کیں۔

(۱) ان کے اموال پر ہلاکت مسلط ہو (۲) اپنے جیتے جی ایمان نہ لادیں (۳) مرتے وقت ایمان لادیں جو قابل قبول نہ ہو۔

چنانچہ اسی طرح ہوا کہ فرعونوں کی سب دولت برباد ہو گئی اور ایمان کی توفیق زندگی میں نصیب نہ ہوئی، مگر ڈوبتے وقت، دعائے موسوی کا اثر دیکھو! اور تو اور فرعون بھی ڈوبتے وقت پکار اٹھا، امنت۔ کہ میں ایمان لاتا ہوں۔
یعنی ایمان نصیب ہوا بھی تو اس وقت جب قبولیت ایمان کے دروازے اس کے لیے بند ہو چکے تھے۔

(۴) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي
بُوعِدَ غَيْرِ ذِي زُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ
تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ
الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ
اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد اک
ایسی وادی میں بسانی، جس میں کھیتی نہیں
ہوتی، تیرے حرمت والے گھر کے پاس
ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں
پس تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل
کر دے اور انھیں کچھ پھل کھانے کو دے
شاید وہ احسان مانیں۔ (ابراہیم ۳۷)

قارئین کرام! ان قرآنی دُعاؤں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو جو تمنائیں اور
آرزوئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے بھی کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔
کہ جنگل و دیرانے بشمل خطہ دنیا کا آباد ترین شہر بن گیا، باوجود اس کے کہ وہاں
کھیتی باڑی نہیں ہوتی مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے اور لوگوں کے دل مکہ شریف کی
طرف کیسے راغب ہیں، دن رات اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگ ہزاروں روپے
خرچ کر کے وہاں کی وادیوں و گھاٹیوں اور وہاں کے درود یوار کو دیکھنے کے لیے جوق در
جوق، قافلہ در قافلہ جا رہے ہیں۔

اختیارات اور احادیث مبارکہ

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا -

(بخاری جلد ۱ ص ۵۴۶)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دو ٹکڑے کر کے انہیں دکھایا۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اسی کا ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں :

پنجہ او پنجہ حق می شود ماہ ازا نگشت او شق می شود

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ گویا دستِ قدرت ہے کہ اس ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اہل مکہ کا سوال کرنا کہ کوئی نشانی دکھائیے اور آپ کا چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دینا، اس سے صاف ظاہر ہے آپ کا یہی عقیدہ مبارکہ ہے کہ اللہ کریم نے مجھے چاند پر قدرتِ تصرف عطا کی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو چاند کو دو ٹکڑے کرنا تو درکنار آپ ایسا سوچتے بھی نہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ راوی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک پیالہ تھا، جس سے آپ نے وضو فرمایا تو لوگ

(۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ زَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهَشَ

النَّاسُ نَحْوَهُ قَالَ مَا لَكُمْ
قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ
وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ
فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ
الْمَاءَ يُثَوِّرُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ
كَامُثَالِ الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَ
تَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ
قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا
كُنَّا خُمْسَ عَشْرَةِ مِائَةٍ...

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۵)

آپ کی طرف دوڑ کر آئے، آپ نے فرمایا
کیا بات ہے لوگوں نے کہا ہمارے پاس
وضو کرنے اور نوش کرنے کیلئے پانی نہیں ہے
مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے، تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک
اُسی پیالہ میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں
کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی اُبلنے
لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم سب نے
پانی پیا اور وضو کیا حضرت سالم کہتے ہیں
میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ آپ تعداً
میں کتنے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم

ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا ویسے اُس وقت ہم پندرہ سو آدمی تھے۔
اسی حدیث شریف کو امام عاشق مال مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

۵ انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

دستِ نبوت کی انگلیوں کا فیض رساں ہونا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

یوں بیان فرماتے ہیں:

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا، اس وقت
آپ زوراء کے مقام پر تھے آپ نے برتن

(۳) اُنِّي التَّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِإِنَاءٍ وَهُوَ بِالزُّورَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ
فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يُبْعِثُ مِنْ

بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ
قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لَا نَبِيَّ كُمْ
كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ
أَوْ زُهًا ثَلَاثَ مِائَةٍ -

(بخاری جلد ۴ ص ۵۰۴)

کے اندر دست نبوت کو رکھا تو آپ کی انگلیوں
کے درمیان سے پانی کے چشمے اُبل پڑے،
اور سب نے وضو کیا، حضرت قتادہ کہتے
ہیں میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ
آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے تو انھوں نے
جواب دیا تین سو یا اس کے لگ بھگ۔

ابن اُمّ عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(۴) كُنَّا نَحْدُ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ
تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا كُنَّا مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي سَفَرٍ فَقَالَ الْمَاءُ فَقَالَ أَطْلُبُوا
فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ فَبَجَاءُوا بِإِنَاءٍ
فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي
الْإِنَاءِ، ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى
الظُّهُورِ الْمُبَارِكِ وَالْبَرَكَةُ
مِنَ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ
مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(بخاری جلد ۴ ص ۵۰۵)

ہم تو معجزات کو باعث برکت جانتے تھے
اور تم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو، ہم
ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھے پانی کی کمی واقع ہو گئی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سے بچا ہوا
تھوڑا سا پانی تلاش کر لاؤ، تو لوگ ایک
برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست نبوت
اس میں رکھ دیا اور پھر فرمایا اُو برکت والے
پانی کی طرف۔ اور برکت خدائے تعالیٰ
کی طرف سے ہے میں نے دیکھا کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے
پانی اُبل رہا تھا۔

تاجدار بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

۵ پنجہ ہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے!
چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی غم نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(۵) جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ
لَا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِزْنٌ وَضُوءُهُ فَعَقَلْتُ —

(بخاری جلد ۱ ص ۳۲)

کہ میری عیادت فرمانے کے لیے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآن
حالیکہ مرض کی وجہ سے میرے ہوش و حواس قائم نہ تھے آپ نے وضو فرما کر اپنے وضو
والا پانی مجھ پر ڈالا (اُس کی برکت سے) میری عقل و ہوش درست ہو گئی۔

اندازہ فرمائیے! جس کے وضو والا پانی مشکلیں حل کر دے اور بیماریوں
کو دور کر دے کیا اُس کو مشکل کشا ماننے سے ایمان جاتا ہے گا (العیاذ باللہ من ذالک)
(۶) غار ثور میں جب عاشق صادق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سانپ
نے دُس لیا تو :

حضرت ابو بکر کے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے چہرہ اقدس پر گرے تو آپ نے فرمایا
اے ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں مجھے دُس لیا گیا ہے پس
آپ نے اپنا تھوک مبارک سانپ کے
دُسے کی جگہ لگا یا تو تکلیف جاتی رہی۔

فَسَقَطَتْ دُمُوعُهُ عَلَى
وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ
قَالَ لُدِعْتُ فِذَاكَ أَبِي وَأُمِّي
فَتَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ

(مشکوٰۃ ص ۵۵۶)

غور فرمائیے! مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ کا دائرہ اگر اتنا وسیع ہے

کہ اس میں انبیاء و اولیاء بھی شامل ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر یہ آیت اتری تھی۔ کیا آپ توحید و شرک کے اس مفہوم سے ابھی تک معاذ اللہ بے خبر تھے کہ اللہ تو فرماتا ہے کہ انہیں کھجور کی گٹھلی کے پھلکے پر اختیار نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تھوک مبارک سے حضرت ابوبکر کو فیضیاب کر رہے ہیں، اُن کی مشکل و تکلیف کو اپنے تھوک مبارک کے ذریعے رفع کر رہے ہیں۔

(۷) فتح خیبر سے ایک دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اُس کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، لوگ ساری رات اس حسرت پر مست رہے کہ دیکھئے صبح کس خوش نصیب کو یہ شرف و سعادت ملتی ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو لوگ حاضر بارگاہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَيُّنَ عَلِيٍّ بَنُ اَبِي طَالِبٍ
فَقَالُوا اَيُّ شَيْءٍ عَيْنِيهِ يَا رَسُولَ
اللّٰهِ قَالَ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ فَاَتُوْنِيْ
بِهِ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِيْ
عَيْنِيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَّءَ
كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ
وَجُعَ .

علی بن ابوطالب کہاں ہیں، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں، فرمایا جاؤ انہیں بلا کر میرے پاس لاؤ، پس انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا، تو آپ نے اُن کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک لگایا اور دعا فرمائی، پس جناب حضرت علی اس طرح تندرست ہوئے گویا کہ

(بخاری جلد ۱ ص ۵۲۵)

کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

کیا خوب تصرف ہے اور کتنی بلند سگیریاں ہیں پڑھئے اور ایمان کو تازہ کیجئے۔

(۸) حضرت اُمّ عاصم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ بن فرقہ کی بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر کوئی عتبہ کی خوشنودی کے لیے زیادہ سے زیادہ خوشبودار رہنے کی

کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ ہماری خوشبو سے کہیں بہتر ہوتی اور جب عتبہ لوگوں کے پاس جاتے لوگ بھی یہی کہتے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ حضرت ائمہ عاصم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَقُلْنَا لَهُ فِي ذَلِكَ قَالَ أَخَذَنِي
الشَّرِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَّوْتُ
ذَلِكَ إِلَيْهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَتَجَرَّدَ
فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِي وَقَعَدْتُ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْقَيْتُ ثَوْبِي عَلَى
فَرْجِي فَنَفَثَ فِي يَدِهِ ثُمَّ وَضَعَ
يَدَهُ عَلَى ظَهْرِي وَبَطْنِي فَعَبَّقَ
بِي هَذَا الطِّيبُ مِنْ
يَوْمَئِذٍ -

(اختصاص کبریٰ جلد ۲ ص ۸۴)

ہم نے پوچھا عتبہ سے اس کا سبب، تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس میں میرے بدن میں پھنسیاں نکل آئیں تو میں نے آپ کی خدمت میں اس تکلیف کی شکایت کی آپ نے فرمایا کپڑے اتار دے، میں نے کپڑے اتار دیئے، اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر میرے پیٹ اور پیٹھ پر مل دیا تو میری بیماری دور ہو گئی اور اسی دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ
مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا
أَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدْءَكَ
فَبَسَطْتَهُ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ
أَيْ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے کثیر احادیث مبارکہ سنتا ہوں (پھر) انھیں بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی، تو

ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَّمْتُهُ
فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدُ -

(بخاری جلد ۱ ص ۲۲، ۵۱۵)

آپ نے اپنے ہاتھوں سے لب بھر کر
اُس میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے سینے سے
لگا لو میں نے لگا لیا پس میں اُس کے بعد
کبھی کچھ بھی نہیں بھولا۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اکیس

کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیں آپ نے فرمایا :

أَدْعُ فُلَانًا وَاصْحَابَهُ فَآكَلُوا

حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا ثُمَّ

قَالَ أَدْعُ فُلَانًا وَاصْحَابَهُ

فَنَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا

ثُمَّ قَالَ أَدْعُ فُلَانًا وَاصْحَابَهُ

فَنَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا

وَفَضَّلَ تَمْرٌ فَقَالَ لِي أَقْعُدُ

فَقَعَدْتُ فَآكَلْتُ وَآكَلْتُ

وَفَضَّلَ تَمْرٌ فَآخَذَهُ فَأَدْخَلَهُ

فِي السَّمُرِودِ وَقَالَ لِي إِذَا أَرَدْتَ

شَيْئًا فَادْخُلْ يَدَكَ وَلَا

تُكْفَأُ فَمَا كُنْتُ أُرِيدُ

تَمْرًا إِلَّا أَدْخَلْتُ

يَدِي فَآخَذْتُ مِنْهُ

خَمْسِينَ وَسَقَاتِي

فلاں آدمی اور اس کے دوستوں کو بلا لاؤ
تو اُنھوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ پیٹ
بھر کر چلے گئے، پھر آپ نے فرمایا فلاں
آدمی اور اُس کے دوستوں کو بلا لاؤ، تو
اُنھوں نے کھایا یہاں تک کہ پیٹ بھر کر
چلے گئے، پھر آپ نے فرمایا فلاں آدمی اور
اس کے دوستوں کو بلاؤ تو اُنھوں نے کھایا
حتیٰ کہ وہ بھی پیٹ بھر کر چلے گئے، اور
کھجوریں باقی رہیں پھر آپ نے مجھ کو فرمایا
بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا، آپ نے بھی کھائیں
اور میں نے بھی۔ اور کھجوریں پھر بھی باقی
رہیں، پس آپ نے انھیں تھیلے میں ڈال
دیا اور مجھ سے فرمایا جب تم نکالنا چاہو تو
اپنا ہاتھ اس تھیلے میں ڈال کر نکالتے رہنا۔
مگر اسے اوندر ہانہ کرنا تو میں اپنا ہاتھ ڈالتا اور

سَبِيلِ اللَّهِ وَكَانَ مُعَلِّقًا خَلْفَ رَحْلِي فَوَقَعَ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ فَذَهَبَ -

جتنی چاہتا نکال لیتا۔ اور میں نے اُسی تھیلے میں پچاس وسق کھجوریں خدا کی راہ میں دیں وہ تھیلی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میری سواری کے پیچھے لٹکی ہوئی تھی پس گم ہو گئی۔

(بہیقی، ابو نعیم، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۵)

اندازہ فرمائیے کہاں بٹوں کا معاملہ انھیں ایک کھجور کی گٹھلی کے چھکے پر ملکیت نہیں۔ اور کہاں حبیبِ اعظم، رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف کر لیں! کھجوریں سینکڑوں لوگوں نے کھائیں، پھر بھی ختم نہ ہوئیں، کئی سال کام آتی رہیں حتیٰ کہ جو کھجوریں اُن میں سے عام ضروریات کے علاوہ صرف راہِ خدا میں حضرت ابو ہریرہ نے خرچ کیں وہ پچاس وسق ہیں اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کلو گرام کا ہوتا ہے تو پچاس وسق کھجوریں تقریباً بارہ ہزار کلو گرام ہوئیں۔ کہاں اکیس کھجوریں جو کہ ایک کلو گرام بھی نہیں بنتیں اور کہاں یہ وسعت۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بھوک میں زمین اپنے جگر پر اعتماد کرتا تھا۔ اور میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں عام راستہ پر بیٹھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُس راستے سے گزرے میں نے اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ کے بارے پوچھا۔ اور میں نے اُن سے صرف اس لیے پوچھا تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کچھ کھلائیں مگر وہ چلے گئے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے میں نے قرآن پاک کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا اور اُن سے پوچھنے کا بھی یہی مطلب تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں۔ مگر وہ بھی چلے گئے پھر ابوالقاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے اور آپ جان گئے جو میرے دل میں تھا اور جو میرے چہرے پر تھا، پھر آپ نے فرمایا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا بئیک یا رسول اللہ فرمایا میرے ساتھ چلو پس آپ چلے اور میں بھی آپ

بچھے ہو یا جب آپ کا شانہ اقدس میں داخل ہو گئے تو میں نے بھی اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے مجھے اجازت دی اور میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا آپ نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے جواب دیا گیا کہ فلاں شخص نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، فرمایا: جاؤ اصحابِ صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ تو ان کے پاس گھر تھا اور نہ دنیاوی ساز و سامان جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اُسے اُن کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجتا تو آپ اُسے قبول فرما لیتے اور اصحابِ صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیا کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اصحابِ صفہ کے لیے صرف ایک دودھ کا پیالہ کیا کام دے گا۔ اور میں چاہتا تھا کہ پورا دودھ مجھے ہی مل جائے تاکہ اسے پی کر جسم میں کچھ طاقت آجائے اور چونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں لہذا جب وہ لوگ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہی حکم دینا ہے کہ میں ان کو پیلاؤں تو اس صورت میں شاید ہی مجھے اس میں سے کچھ حصہ مل سکے۔

لیکن اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے سوا میرے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا تو میں اصحابِ صفہ کو بلا لایا۔

اور جب وہ لوگ آ گئے اور سب اپنی اپنی جگہ پر گھر میں بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں تو فرمایا: خُذْ فَأَعْطِهِمْ فَأَخَذَتْ الْقَدَحَ پیالہ پکڑو اور ان لوگوں کو دو، میں نے

فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلُ فَيَشْرَبُ
 حَتَّى يَرَوِيَ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى
 الْقَدَحِ أُعْطِيهِ الْآخَرَ فَيَشْرَبُ
 حَتَّى يَرَوِيَ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَى
 الْقَدَحِ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ
 فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ
 عَلَى يَدِهِ وَنَظَرَ إِلَيَّ وَتَبَسَّمَ
 وَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَيْكَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ
 قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
 اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ
 اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ
 فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُولُ
 اشْرَبْ فَاشْرَبْتُ حَتَّى قُلْتُ
 لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا
 أَحَدٌ مَسْلُكًا لَهُ فَأَعْطَيْتُهُ
 الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللَّهُ وَسَمِعْتُ
 وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ.

(بخاری، خصائص کبری جلد ۱ ص ۴۸)

پیالہ اٹھا کر ایک شخص کو دے دیا اُس نے شہم
 سیر ہو کر بیا پھر اُس نے پیالہ مجھے واپس
 کر دیا اسی طرح یکے بعد دیگرے پیتے اور
 پلاتے ہوئے وہ پیالہ رسول اللہ تک پہنچا
 اور سب اصحاب صفہ جی بھر کر پی چکے تھے
 تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اپنے مقدس
 ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا
 اور فرمایا اے ابو ہریرہ میں نے عرض کیا،
 حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا اب ہم اور تم
 باقی رہ گئے میں نے عرض کیا اے اللہ کے
 رسول آپ نے سچ فرمایا۔

فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو پس میں نے پیا،
 فرمایا اور پیو، میں نے پھر پیا، آپ برابر
 یہی فرماتے رہے کہ پیو اور میں پیتا رہا۔
 یہاں تک کہ میں نے عرض کیا، قسم ہے
 اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ
 مبعوث فرمایا ہے کہ اب تو دودھ گزرنے
 کی بھی راہ باقی نہیں رہی اور وہ پیالہ میں
 نے آپ کو پیش کر دیا، تو آپ نے
 اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا
 دودھ پی لیا۔

۵ اُن کے تثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہونگے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

(۱۲) مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم اختیار کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَبَّةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَقَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِينَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أَيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرْقِ

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آدمی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے حالتِ روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کرے، اُس نے کہا نہیں، فرمایا دو مہینے لگانا روزے رکھنے کی استطاعت رکھتے ہو، کہا نہیں، فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا ہم بھی خاموش رہے، رسول اللہ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائل کہا

فِيهَا تَمَرٌ وَالْعَرَقُ الْمَكْتَلُ
فَقَالَ آيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ
خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ
الرَّجُلُ أَعْلَى أَفْقَرِمَنِي يَا رَسُولَ
اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ
الْحَرَتَيْنِ أَهْلَ بَيْتِ أَفْقَرِمَنِي
أَهْلَ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ
أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمُهُ
أَهْلَكَ۔

ہے، اُس نے عرض کیا میں حاضر ہوں،
فرمایا اسے لے جاؤ اور صدقہ کر دو۔ اُس
نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں اُسے دوں
جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو؟

خدا کی قسم مدینہ کے دونوں سنگلاخ
میدانوں کے درمیان میرے اہل و عیال
سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک
کہ دندان مبارک کی چمک
ظاہر ہوتی پھر فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں
کو (یہی کھلا دو۔

(بخاری جلد ۲۵۹، ۲۶۰)

غور فرمائیے! کتنا عظیم اختیار ہے کہ سائل مانگے جا رہا ہے اور بارگاہِ عظمیٰ سے
خیرات کے خزانے پار رہا ہے۔

(۱۳) ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُرخ و سفید کا مالک بنا دیا گیا ہے جی تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أُعْطِيْتُ الْكَزَّيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)
مجھے دونوں خزانے سُرخ و سفید عطا فرما دیئے گئے۔

۵۔ خدا کی قسم ہر کمالِ خدائی
(۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ
تیری ذات میں ہر کمال آگیا ہے
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں جوامعِ الکلم کے ساتھ مبعوث فرمایا

وَنَصْرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا
نَائِسٌ رَأَيْتُنِي أُتَيْتُ بِمَفَاتِيحِ
خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوَضَعْتُ فِي
يَدِي -

گیا ہوا اور رعب سے میری نصرت فرمائی
گئی ہے اور میں نے بحالت خواب دیکھا کہ
میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں
لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی
گئی۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

اور یہ بات سب پر عیاں ہوئی چاہیے کہ انبیاء کرام کے خواب حق ہوتے ہیں
اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں ہمارے آقا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں اور آسمان پر آپ کا تصرف ابھی آپ پڑھ چکے
ہیں کہ زمین پر کھڑے ہو کر آپ چاند کو دو ٹکڑے کر رہے ہیں۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ساری زمین کے مالک
ہیں۔ سُنئے آپ کا ارشاد آپ فرماتے ہیں :

فَاعْلَمُوا أَنَّكَ الْأَرْضُ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ - (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲)

جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

(۱۶) اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

يَا عَائِشَةُ نَوَيْتُ لِسَارَتِ مَعَى جِبَالِ الذَّهَبِ - (مشکوٰۃ ص ۵۲)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلیں۔

قارئین کرام! اہل ایمان تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اختیار دیکھ کر

خوش ہوتے ہیں، دل و دماغ میں فرحت و مسرت کی عجیب لہریں اٹھتی ہیں کہ جس

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور جنہوں نے قبر و حشر میں ہماری دستگیریاں

فرمائی ہیں وہ صاحب اختیار و وقار ہیں۔ اب جن سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

شان نہ دیکھی جائے وہ اپنی آنکھوں کو بند کریں چاہے حسرت و حسد سے اپنے سروں پر خاک ڈالیں ہمیں اس سے کیا۔

ہمیں تو یہی ناز ہے بقولِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
عطا ئے ارب، جلا ئے کرب، فیوضِ عجب، بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سبب، بربتِ جہاں تمہارے لیے

حضرت علامہ بن اروع سے مروی ہے کہ ہم نے
جنگِ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی معیت میں جہاد کیا، صورتِ حال پیش
آئی کہ اصحاب کے قدم اکھڑ گئے، اسوقت
جب کافروں نے ہجوم کر کے حضورِ اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا آپ اپنی سواری
سے اتر آئے اور زمین سے ایک مشت
خاک لے کر ان کے چہروں پر ماری اور
شاہتِ الوجوہ فرمایا۔

ان میں سے ہر کسی کی آنکھوں میں مٹی بھر
گئی اور وہ پیٹھ دے کر بھاگے۔

نثار جائیے اس خدا داد تصرف اور عظیم اختیار کے کہ ایک مشتِ خاک سے جنگ کا
پانسہ پلٹ دیا۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عتیک ابورافع یہودی کو قتل کر کے اُس کے مکان سے
گر پڑے اور پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں:

فَعَصَبْتُهَا بِعَمَامَةٍ فَأَنْطَلَقْتُ
میں نے ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو عمامہ سے باندھا

(۱۷) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ
غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَنِينًا فَوَلَّى صَحَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشَوْا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ
الْبَغْلَةِ شَرَقَبَضَ مِنْ تُرَابٍ مِّنَ
الْأَرْضِ شَرَأَسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهَهُمْ
فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهَ فَمَا خَلَقَ
اللَّهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ
تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا
مُذَبِرِينَ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۲۴)

إِلَى أَصْحَابِي فَأَنْتَحَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَنِي
فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ
رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَانَ مَا لَمْ
أَشْتَكِهَا قَطُّ.

اور اپنے اصحاب کی طرف چلا پھر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور
واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا پاؤں دراز کر میں نے دراز کیا آپ
نے دست اقدس پھیرا تو یہ حال ہو گیا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۱)

کہ کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔
سُبْحَانَ اللَّهِ کیا شان رسالت ہے اسے کہتے ہیں تصرف کرنا، تندہی
کر دینا، مشکل و مصیبت میں دستگیری کرنا۔

(۹) ایسا ہی واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو پیش آیا کہ جنگ خیبر میں اُن کی
پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں:

فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ
فَمَا أَشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا آپ نے تین مرتبہ دم فرمایا
آج تک کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

(بخاری مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

حضرات محترم! یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ صحابہ کرام زخمی ہو کر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں حاضر ہوئے۔ بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے مریض
معالج کے پاس حاضر ہوتا ہے، زخموں والا کسی جراح کو تلاش کرتا ہے، جنگ میں جو
لوگ زخموں کی مرہم پٹی کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اُن کے پاس جاتا ہے مگر یہ حضرات
کہیں نہ گئے، سیدھے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

اس سے دوپہر کے سورج کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات کا عقیدہ
مبارک یہی تھا کہ مراد پوری کرنا، حاجت بر لانا، مشکل کے وقت دستگیری کرنا، تکلیف کو

راحت میں بدل دینا اور رنج و الم کو خوشی و فرحت میں بدل دینا، اللہ تعالیٰ نے اس کا اختیار اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے۔

(۲۰) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پھر اعرابی نے گھوڑا فروخت کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے گھوڑا انہیں خریدا گواہ پیش کرو۔

تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور فرمایا اے اعرابی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ تم کیسے گواہی دیتے ہو (جب کہ خریدی کے وقت تم موجود ہی نہ تھے تو حضرت خزیمہ نے عرض کیا کہ میں آپ کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں، پس کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی گواہی کو دودھوں کے برابر اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کی گواہی دودھوں کے برابر قرار نہیں دی گئی۔

أَنَا أَصَدِّقُكَ عَلَى خَيْرِ السَّمَاءِ
أَلَا أَصَدِّقُكَ عَلَى ذَا الْأَعْرَابِ
فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
شَهَادَتَهُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ فَلَمْ
يَكُنْ فِي الْأِسْلَامِ رَجُلٌ تَجُوزُ شَهَادَتُهُ
بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ غَيْرِ خَزِيمَةَ بْنِ ثَابِتٍ -

(خصائص کبری جلد ۲ ص ۲۶۳)

(۲۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ کھانے کو کچھ ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے میری بیوی نے بوری زکالی تو اس میں ایک صاع (چار کیلو کے قریب) جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا، پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لیے میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں پانی میں ڈال دیا۔

اور جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کی غرض سے جانے لگا تو بیوی نے کہا کہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو کے آٹے کا انتظام بھی ہے لہذا آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر غریب خانہ پر تشریف لے چلیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے خندق والو جابر نے تمہارے لیے دعوت کا انتظام کیا ہے لہذا آؤ چلو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اٹارنا اور روٹیاں نہ پکانا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ سب لوگوں کے آگے تھے جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھر اگر مجھ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا مجھے اندیشہ تھا میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا میں نے وہ عرض کر دیا تھا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا مانگی پھر ہانڈی میں لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دُعا مانگی اس کے بعد فرمایا کہ روٹی بنانے والی ایک اور بلا لو تاکہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تو اپنی ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اٹارنا۔

کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، حضرت جابر کہتے ہیں، خدا کی قسم سب

فَبَصَقَ فِيهِ دَبَارَكَ شُمَّ
عَمَدًا إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهِ
وَبَارَكَ شُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِرَةً
فَلْتَخْبِزْ مَعِيَ وَاقْدَحِي مِن
بُرْمَتِكُمْ فَلَا تُنْزِلُوها
وَهُمْ أَلْفٌ فَأَقْسِمُ بِاللّٰهِ
لَا أَكَلُوا حَتَّىٰ تَرَكَوْهُ وَانْحَرَوْا
فَوَاوَا إِن بُرْمَتَنَا لَتَغْضَطُ
كَمَا هِيَ وَإِنْ عَجِئْنَا
لَيُخْبِزَنَّ كَمَا هُوَ۔

کھانا کھایا۔ یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو
کر چلے گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اُتنا
ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کے لیے
رکھا ہوا تھا۔ اور ہمارا اُنا بھی اُتنا ہی تھا
جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

(بخاری جلد ۲ ص ۵۸۹)

(۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے ایک شخص نے اپنے ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:

اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اُس نے کہا میں
دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا آپ نے
فرمایا تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے، اُس نے
تکبر کی وجہ سے جھوٹا عذر کیا تھا راوی کہتے
ہیں پھر وہ اس کے بعد اپنا دایاں ہاتھ
مُنہ تک کبھی نہیں پہنچا سکا۔

كُلْ بِيَمِينِكَ قَالَ
لَا اسْتَطِيعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ
لَا مَنَعَهُ إِلَّا الْحَبْرُ قَالَ
فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

۵ وہ زُباں جس کو سب کُن کی گنجی کہیں
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ گنجیں
(۲۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں بیمار تھا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر گزرنے میں شدتِ مرض میں اُس وقت یہ دعا کر رہا تھا کہ یا رب
اگر وقت آگیا ہے تو مجھے موت کے ساتھ اس مرض کی تکلیف سے راحت دے اور اگر
ابھی زندگی باقی ہے تو تندرستی کے ساتھ زندگی میں وسعت عطا فرما اور یہ مرض اگر
آزمائش ہے تو صبر عطا کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم کیا کہہ رہے تھے

میں نے وہ کلمات دہرائے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر ماری اور کہا اے اللہ اس کو عافیت عطا فرما، یا شفاء عطا فرما۔ حضرت علی فرماتے ہیں پھر اس کے بعد اس مرض کی مجھے کبھی تکلیف

فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ
اللَّهُمَّ عَافِهِ أَوْ شَفِّهِ قَالَ
فَمَا اشْكَيْتُ وَجُعِيَ بَعْدُ
(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۶۵)

نہ ہوئی۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک اعرابی حاضر ہوا، جب قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رست کی گواہی دیتا ہے اس نے عرض کی اور کون یہ گواہی دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درخت اور اس کو بلایا آپ وادی کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین پھیرتا ہوا حاضر ہوا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس درخت سے تین مرتبہ شہادت دلوائی اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بجا طور پر سچ ہے۔ پھر وہ درخت لہنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

قَالَ هَذِهِ السَّلْمَةُ فَدَعَاَهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَأَقْبَلَتْ
تَحْدُّ الْأَرْضِ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ
يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا
فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا أَنَّكَ كَمَا قَالَ ثُمَّ
رَجَعَتْ إِلَى مَنَبَتِهَا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

قارئین کرام! ان احادیث مبارکہ کو بھی سامنے رکھیں اور غور کریں کہ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ کہاں کھجور کی گٹھلی کے چپکے تک کا مالک نہ ہونا اور کہاں اشاروں پر درختوں کا حاضر خدمت ہونا۔

(۲۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا کہ میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا بایں دلیل کہ میں اس درخت خرمیا کے اس خوشہ کو بلاتا ہوں وہ میری رسالت کی گواہی دے گا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا۔

فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ. (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

پس وہ خوشہ درخت سے اترنے لگا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گرا، اور رسالت کی گواہی دی، پھر آپ نے اس کو واپس جانے کا حکم دیا وہ واپس چلا گیا اور اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(۲۶) حضرت محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ سرزمین روم میں حضرت سفینہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں شکر کی تلاش میں تھے کہ شیر سامنے آگیا تو آپ نے شیر سے فرمایا :

يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِى كَيْتٌ وَكَيْتٌ فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ إِلَى جَنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَهْوَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ. (مشکوٰۃ ص ۵۴۵)

اے شیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور اس طرح راہ گم کردہ ہوں یہ سنتے ہی شیر ادب کرتے ہوئے سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا، جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا پھر آپ کے پہلو میں آجاتا اسی طرح شیر آپ کے پہلو میں چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے اور شیر واپس ہو گیا۔

قربان جائے اُس نام پاک کی عظمتوں سے کہ جس کی بدولت بڑی بڑی ہونائیاں
مُل جاتی ہیں اور جس کے وسیع سے بھنور خود کنار بن جاتے ہیں

انصاف فرمائیے! وہ علامان حبیب مکرم جنہوں نے آپ کے نامِ طہی کی برکت سے
مشکلات کو حل ہوتے دیکھا کیا وہ پاکباز لوگ یہ ماننے کو تیار ہو سکتے ہیں کہ **صلی اللہ علیہ**
وسلم مشکل کشا نہیں؟ وہ تو بڑے ملا کہیں گے کہ اے نا سمجھ جس کا نام مشکل کشا ہے وہ خود
مشکل کشا کیوں نہیں ہیں؟

(۲۷) مسلم شریف میں حضرت جابر کی تفصیلاً روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک موقع
پر آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے لیکن وہاں پردہ کی کوئی جگہ
نہ تھی تو آپ نے دو درختوں کو باری باری شاخوں سے پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم
سے میرے ساتھ چلو، درخت اس طرح آپ کے ساتھ چلے، جس طرح نکیل
پکڑے ہوئے آدمی کے ساتھ اونٹ چلتا ہے۔

فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا
فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلَى سَاقٍ
(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۳۳)

میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت
جدا ہو کر چلے اور اپنے اپنے تنوں پر دوبارہ
کھڑے ہو گئے۔

(۲۸) حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں
حضرت معوذ بن عفراء کا ہاتھ کٹ گیا۔

فَجَاءَ يَحْمِلُ يَدَهُ فَبَصَقَ عَلَيْهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالصَّقَمُهَا فَلَصِقَتْ۔

پس وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے
تو آپ نے اپنا تھوک مبارک لگا کر کئے
ہوئے ہاتھ کو جوڑ دیا تو وہ اُسی وقت
جڑ گیا۔

(شفا شریف جلد ۱ ص ۲۱۳)

(۲۹) جنگ بدر میں حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کا کاندھا کٹ کر ٹک گیا۔
 فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی
 اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَنَفَثَ عَلَیْهِ
 مَحْوُکٌ مَّبَارَکٌ لِّکَا دِیَا تُو دِه کَنَدَا بَا لَکَل
 حَتّٰی صَحَّ۔

(شفا شریف جلد ۱ ص ۲۱۳) ٹھیک ہو گیا۔

قارئین محترم! یقین فرمائیے، کہ اگر ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات و
 اختیارات کو شرح و بسط سے لکھنے لگیں تو سینکڑوں صفحات بھی ناکافی ہیں۔ انہی پر
 اکتفا کرتے ہوئے موضوع کی طرف آتے ہیں کیونکہ بات ہو رہی تھی:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ
 کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھکے کے مالک نہیں
 الحمد للہ ہم نے کثیر دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ جو کھجور کی گٹھلی کے چھکے کے مالک
 نہیں، وہ لوہے، لکڑی، پتھر اور دیگر دھاتوں کے بنائے ہوئے بت ہیں نہ کہ انبیاء
 اور اولیاء کرام۔

بفضلہ تعالیٰ کثیر احادیث مبارکہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات و
 اختیارات کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔

ممکن ہے کہ تصرفات نبوت کا منکر یہ کہے کہ یہ تو معجزات ہیں تو ہم عرض کریں
 گے کہ چشم مارو شن دل ماشاد، چلو یوں ہی سہی بطور معجزات ہی مان لو کہ اللہ کریم نے
 ہمارے آقا کو بے شمار اختیارات و تصرفات کا مالک بنایا ہے۔

کیا خوب فرمایا تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے
 سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
 باغِ خلیل کا گلِ زیب کہوں تجھے

(۱۰) قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ أَرُونَنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ
فِي السَّمٰوٰتِ ج (فاطر ۳۰)

تم فرماؤ، بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ
انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا یا آسمانوں میں ان کا کچھ سا بھا
(حصہ) ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! اس آیت کی وضاحت تفاسیر کی روشنی میں۔
(۱۱) تفسیر ابن عباس ص ۲۷۲۔

قُلْ، يَا مُحَمَّدُ لَا هِلَ مَكَّةَ (أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ
الَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
أَرُونَنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ (أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ)
مَعَ اللَّهِ (فِي السَّمٰوٰتِ) فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل مکہ کو فرمادیں کہ جن کی اللہ کے علاوہ تم عبادت
کرتے ہو مجھے دکھاؤ کہ زمین کے کس حصے کو انہوں نے پیدا کیا ہے یا آسمانوں کی
تخلیق میں ان کا کتنا عمل دخل ہے۔

(۱۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ ص ۱۳۳ الجزا الثانی والعشرون۔

يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ لِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِمُشْرِكِي قَوْمِكَ (أَرَأَيْتُمْ) أَيُّهَا الْقَوْمُ شُرَكَاءَ كُمُ
الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونَنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ
أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ، يَقُولُ أَمْ لِمُشْرِكِي مَعَ
اللَّهِ فِي السَّمٰوٰتِ

يَقُولُ أَمْ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ الْمُبِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَعَلَيْهِمْ
 مِنَ السَّمَاءِ بِأَن يُشْرِكُوا بِاللَّهِ الْوِثْقَانِ وَالْأَصْنَامَ
 اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے مشرکوں سے فرما دو کہ اے قوم جن کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہو
 مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کس حصے کو بنایا، یا آسمانوں کی تخلیق میں
 ان کی شرکت ہے؟ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ کیا ہم نے اس بات پر کافروں کو کوئی
 سزا عطا کی ہے کہ وہ بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرائیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۲۲ ص ۱۲۴ الجز ۱۲۔

حضرت علامہ قرطبی مذکورہ آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 وَكَانَ فِي هَذَا رَدٌّ عَلَى مَنْ عَبَدَ غَيْرَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لَا نَهْمُ
 لَا يَجِدُونَ فِي كِتَابِ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَمَرَ أَنْ
 يُعْبَدَ غَيْرُهُ —

کہ اس آیت میں رد ہے اُس شخص کا جس نے عبادت کی اللہ کے علاوہ کسی اور
 کی۔ کیونکہ وہ نہیں پاتے کسی کتاب میں کہ اللہ نے حکم دیا ہو کہ اُس کے علاوہ کسی اور
 کی عبادت کی جائے۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ ص ۵۷۳۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 أَمْ جَعَلْتُمُوهُمْ شُرَكَاءَ مِنِّي يَرْزُقُكُمْ مِنْ غَيْرِهِ بِالْأَصْنَامِ۔
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو اللہ کے علاوہ جن کو پوجتے ہو
 یعنی جن بتوں کو تم نے اپنے زعم (باطل) میں میرے شریک بنا
 رکھا ہے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۶۸۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ...
 يَقُولُ تَعَالَىٰ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ لِلْمُشْرِكِينَ
 (أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ)
 أَيْ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْدَادِ.....

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان مشرکوں سے فرمائیے
 کہ بھلا بتاؤ تو تمہارے وہ شریک جنہیں اللہ کے علاوہ پوجتے ہو یعنی بت اور پیریمود
 اللہ کے علاوہ۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۶ ص ۳۲۔

علامہ فخر الدین رازی مذکورہ آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے (شرکاءکم)
 کے تحت فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَصْنَفَ الشُّرَكَاءَ إِلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ أَنَّ الْأَصْنَافَ فِي
 الْحَقِيقَةِ لَمْ تَكُنْ شُرَكَاءَ لِلَّهِ وَإِنَّمَا هُمْ جَعَلُوا شُرَكَاءَ
 فَقَالَ شُرَكَاءُكُمْ أَيْ الشُّرَكَاءُ بِجَعْلِكُمْ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يُقَالَ
 شُرَكَاءُكُمْ أَيْ شُرَكَاءُكُمْ فِي النَّارِ لِقَوْلِهِ -

(إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ)
 کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرکاء کی اضافت انکے بھاریوں کی طرف کی۔ اس لیے
 کہ حقیقت میں بت اللہ کے شریک نہیں ہو سکتے اھیں تو ان کے بھاریوں نے
 اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے۔

یعنی تمہارے ٹھہرائے ہوئے اللہ کے شریک۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یوں
 کہا جائے تمہارے شریک یعنی تمہارے جہنم کے شریک۔ (پھر اس معنی کی تائید میں
 یہ قرآنی الفاظ نقل فرماتے ہیں) کہ بیشک تم اور جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو۔

سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۷، ص ۳۵۷۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمْ.....

أَيُّ إِلَهَتِكُمْ وَأَصْنَامُكُمْ۔

یعنی تمہارے معبود اور تمہارے بت۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۳ ص ۵۳۷۔

(قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ)

يَعْنِي الْأَصْنَامَ جَعَلْتُمُوهَا شُرَكَاءَ بِزُعْمِكُمْ.....

یعنی وہ بت جنہیں تم نے اپنے زعم باطل میں شریک ٹھہرا رکھا ہے۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۳۶۷۔

(قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ) تَعْبُدُونَ

(مِنْ دُونِ اللَّهِ) أَيُّ غَيْرِهِ وَهُمْ الْأَصْنَامُ۔

یعنی وہ بت جن کی عبادت کرتے ہو۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۴۵۸۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ.....

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو پکارتے

ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے دیکھو دکھاؤ تو مجھے جو انھوں نے پیدا کیا ہے زمین میں سے

یا کچھ ان کا سا جہاں آسمانوں میں یا دی ہم نے کوئی کتاب ان شریک کرنے والوں

کو جو بھروسہ حجت اور دلیل پر ہو ویں اس کتاب سے وہ اصل نہیں ہے۔ جو وہ

کہتے ہیں بلکہ وعدہ نہیں دیتے یہ بعض مشرک بعضوں کو کہ بت بخشوا دیں گے ہم

کو قیامت میں مگر فریب اور دغا اور دھوکا ہے یعنی یہ وعدہ بڑا جھوٹ ہے کس واسطے

کہ بت قیامت کو آپ ہی عاجز و حیران ہوں گے عذاب میں اور بیزار ہوں گے

اپنے پوجنے والوں سے۔

حضرات محترم! مشرکین مکہ کے رد میں نازل ہونے والی مکی سورت کی یہ آیت بھی بتوں کے بجا ریوں کی کم عقلی و بے دینی کو اجاگر کر رہی ہے۔ کافروں کے رد میں اترنے والی آیت مومنوں پر چسپاں کرنا انتہائی دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے

یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بعض ناہنجار مسلمانوں کا دعویٰ اگلتے ہوئے اہل ایمان کو بے ایمان ہونے کے طعنے دیتے ہوئے کفار و مشرکین پر نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے رہتے ہیں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

سہر محفل مجھی سے پردہ کرنا تھا تجھے ظالم؛

پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ دھانا

(۱۱) وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝ (الاحقاف ۶، ۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انھیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔

اس آیت کو بھی محض سینہ زوری سے انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے کی سعی ناکام کی جاتی ہے۔

سماعت و بصیرت اہل قبور کے دلائل تو بعد میں ہوں گے پہلے اس آیت کریمہ کو تفاسیر کی روشنی میں دیکھیے۔

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۳۱۲۔

(وَمَنْ أَضَلُّ) عَنِ الْحَقِّ وَالْهُدَى (مِمَّنْ يَدْعُوا) يَعْبُدُ
(مِنْ دُونِ اللَّهِ) وَهُوَ الْكَافِرُ (مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ) مَنْ لَا
يُجِيبُهُ إِنْ دَعَاهُ (رَأَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ) (وَهُمْ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ
(عَنْ دُعَائِهِمْ) عَنْ دُعَاءِ مَنْ يَعْبُدُهُمْ (غَافِلُونَ) جَاهِلُونَ
(وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ) يَوْمَ الْقِيَامَةِ (كَانُوا) يَعْنِي الْأَصْنَامَ ...
اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے حق و ہدایت سے جو عبادت کرے اللہ کے
علاوہ بتوں کی جو کہ قیامت تک اس کی کچھ بھی نہیں سُن سکتے اور یہ عبادت کرنے والا
کافر ہے اور بت جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ اپنے پجاریوں کی دُعا سے بے خبر ہیں
اور جب لوگوں کا حشر ہو گا یہ بت اپنے پجاریوں کے دشمن ہونگے اور ان کی عبادت
سے بیزاری اور لا تعلقی کا اظہار کریں گے۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۳ ص ۴۴ الجزء السادس والعشرون۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا

يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ: فَأَيُّ عَبْدٍ أَضَلُّ مِنْ عَبْدٍ يَدْعُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.
يَقُولُ لَا يُجِيبُ دُعَاءَهُ أَبَدًا إِلَّا سَهًا حَجَرًا أَوْ خَشَبًا أَوْ
نَحْوَ ذَلِكَ —

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون زیادہ گمراہ ہے اس بندے سے جو اللہ کے علاوہ
اور معبودوں کو پکارے، جو قیامت تک اس کی کچھ نہیں سُن سکتے۔ یعنی اُس کی
دُعا کا جواب نہیں دے سکتے۔

اس لیے کہ وہ پتھر اور لکڑی وغیرہ کے (مجسمے) ہی تو ہیں۔

(۳) تفسیر قرطبی جلد ۸ ص ۱۲۲ الجزء السادس عشر۔

(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ لَا أَحَدًا أَضَلُّ وَأَجْمَلُ رِمَمَنْ يَدْعُو)
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) وَهِيَ الْاَوْتَانُ
(وَهُمْ عَنْ دُعَاءِهِمْ غَافِلُونَ) يَعْنِي لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يَفْهَمُونَ
اور کون زیادہ گمراہ ہے، یعنی اس سے بڑا گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ کے علاوہ بتوں
کو پکارے۔ (کیونکہ) وہ (بت) تو ان کی (ہر) پکار سے غافل ہیں نہ سنتے نہ سمجھتے
ہیں۔

(۴) تفسیر معالم التنزیل جلد ۴ ص ۱۶۳۔

(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ
لَهُ) يَعْنِي الْأَصْنَامَ لَا تُجِيبُ عَابِدِيَّهَا إِلَى شَيْءٍ وَيَسْأَلُونَهَا
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) يَعْنِي أَبَدًا مَا دَامَتِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنْ
دُعَاءِهِمْ غَافِلُونَ) لَا نَبَأَ جَمَادٍ لَا تَسْمَعُ وَلَا تَفْهَمُ
اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اللہ کے علاوہ ایسے بتوں کو پوجے جو
اپنے بکجاریوں کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے قیامت تک اور یہ بت اپنے
بکجاریوں کی دعا سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ یہ پتھر ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔
(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۶۵۔

(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا.....)

أَيُّ لَا أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ.....

أَصْنَامًا وَيَطْلُبُ مِنْهَا مَا لَا تُسْعِطِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَهِيَ غَافِلَةٌ عَمَّا يَقُولُ لَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَبْطِشُ لَا نَبَأَ
جَمَادٍ حَبَارَةٌ صَمٌ

یعنی اس سے بڑا گمراہ اور کون ہے جو بتوں کو پکارے اور اُن سے ایسی طلبِ تمنا رکھے جس کی وہ قیامت تک استطاعت نہیں رکھتے۔ اور وہ غافل ہیں اُس سے جو اُن کے پُجاری کہتے ہیں، نہ وہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ قوتِ بطش رکھتے ہیں کیونکہ یہ (بُت) از قبیل جمادات ہیں، اور ہرے پتھر ہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۲۸ ص ۵۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ

اعْلَمُوا أَنَّهُ تَعَالَىٰ بَيْنَٰمَا سَبَقَ أَنَّ الْقَوْلَ بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ - قَوْلٌ بَاطِلٌ، مِنْ حَيْثُ أَنَّهَا لَا قُدْرَةَ لَهَا الْبُتَّةَ عَلَى الْخَلْقِ وَالْفِعْلِ وَالْإِيْجَادِ وَالْإِعْدَامِ وَالنَّفْعِ وَالضَّرِّ فَارْدَفَهُ بِدَلِيلٍ آخَرَ يَدُلُّ عَلَى بُطْلَانِ ذَلِكَ الْمَذْهَبِ.

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ

جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بتوں کی عبادت کرنے والوں کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا اس حیثیت سے کہ ان کے معبودانِ باطلہ (بتوں) کو کوئی قدرت نہیں خلق پر کسی کام پر کسی چیز کے ایجاد کرنے پر اور نفع و نقصان پر پھر اس کے بعد اللہ کریم نے مذکورہ آیت دَمَنْ أَضَلُّ والی ذکر کی اُن کے فاسد مذہب کے بطلان پر دلیل آخر کے طور پر اور وہ (یہ ہے کہ بے شک یہ معبودانِ باطلہ از قبیل جمادات ہیں اپنے پکارنے والوں کی پکار نہیں سُنتے۔

(۷) تفسیر روح البیان جلد ۸ ص ۶۴۔

علامہ اسماعیل حقیر اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے دُھم عن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

أَيُّ الْأَصْنَامِ عَنْ دُعَائِ الدَّاعِينَ الْمُشْرِكِينَ وَعِبَادَتِهِمْ

کہ یہ بُت مشرکین کی پکار اور عبادت سے بے خبر ہیں۔

(۸) تفسیر خازن جلد ۴ ص ۱۲۲۔

(وَمَنْ أَضَلُّ...) يَعْنِي الْأَصْنَامَ لَا تُجِيبُ عَابِدِيهَا...
یعنی اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو بتوں کو پوجے کہ یہ بُت اپنی عبادت کرنے والوں کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے، کیونکہ یہ از قبیل جہادات ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

(۹) تفسیر جلالین ص ۴۱۶۔

(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا) يَعْبُدُ (مِنْ دُونِ اللَّهِ)
أَيَّ غَيْرِهِ (مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) وَهُوَ
الْأَصْنَامُ —

اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے علاوہ بتوں کی عبادت کرے۔

(۱۰) تفسیر موضح القرآن ص ۵۲۳۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا.....

اور کون ہے گمراہ زیادہ اس سے جو پوجے۔ سوائے خدا تعالیٰ کے اُس چیز کو جو قبول نہ کرے اُس کے پوجنے کو قیامت کے دن تک اُن کو پوجا کریں وہ ہرگز جواب نہ دیوے۔ اور بُت اُن کے پوجنے سے بے خبر ہیں۔

اصحاب قبور کی سماعت و بصیرت پر دلائل

قارئین کرام! مذکورہ آیت مبارکہ میں قیامت تک جن کے نہ سُنے کا ذکر ہے وہ بُت ہیں اور آپ اس حقیقت کو تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں ملاحظہ کر چکے ہیں، وگرنہ مرنے کے بعد سماعت مومن تو ایک طرف کافر میتوں کا یہ حال ہے۔ حدیث

پیش خدمت ہے۔ پڑھیئے :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ بدر میں قتل ہونے والے کافروں کو ایک گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا تو بعد میں آپ اس گڑھے کے کنارے اکھڑے ہوئے اور ایک ایک کا نام لے کر ان سے خطاب فرمانے لگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

(۱) يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكْتُمُ مِنَّا أَجْسَادٍ لَا أَرُدَّ أَحَ فِيهَا فَقَالَ
الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا
أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ —

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۶۶، مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۸۷)

اس حدیث شریف کا مفہوم شاعر اسلام جناب حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔

خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرت نے فرمایا
صحابہ کے دلوں میں اک تحیر سا اُمڈ آیا!
کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں
بھلا اب کس کی سنتے ہیں اُجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ !!
برائی کے بُرے انجام پر سر دھن رہے ہیں یہ
نمال کار پر ہے انتہائی اضطراب ان کو!

مگر حاصل نہیں ہے آج مقدور جواب انکو

(۲) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے
الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفَقَ بَابِ اس بابے میں کہ میت جو توں کی

النَّعَالِ - آواز کو سنتی ہے۔

پھر اس کے بعد حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ
حَتَّى أَنْتَ يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۷۸)

کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے (اور بعد از تدفین) اُس کے ساتھی
جب واپس جاتے ہیں تو وہ (قبر والا) اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔
ثابت ہوا کہ اہل قبور سنتے ہیں اور جن کے قیامت تک نہ سننے کا ذکر ہے
وہ پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بُت اور مجسمے ہیں۔

(۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرَ
أَخِيهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهُ إِلَّا
اسْتَأْنَسَ بِهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتَّى
يَقُومَ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی قبر کی زیارت
کرے اور اُس کے پاس بیٹھے تو اُس قبر
والے کو اُنس و فرحت حاصل ہوتی ہے
اور وہ اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے

(شرح الصدور طبع مدینہ المنورہ)

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ
أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي
وَاضِعُ ثَوْبِي وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ
زَوْجِي وَإِنِّي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ
مَعَهُمُ فَوَاللَّهِ مَا دَخَلْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں اپنے گھر کے اس حجرہ مبارکہ جس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے
وہاں بلا پردہ داخل ہو جاتی تھی، اور
(دل میں) کہتی کہ ایک میرے شوہر ہیں
اور ایک میرے باپ، پس جب حضرت عمر

إِلَّا وَأَنَا مُشَدُّدَةٌ عَلَى شَيْءٍ
حَيَاءٌ مِنْ عُمْرٍ -

(مشکوٰۃ ص ۱۵۲)

رضی اللہ عنہ ساتھ دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم
پھر میں کبھی بھی اس حجرے میں بغیر پردے
کے داخل نہیں ہوئی حضرت عمر سے
حیا کرتے ہوئے۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا
عقیدہ بھی یہی ہے کہ اہل قبور دیکھتے ہیں جب انکے دیکھنے کا یہ عالم ہے تو انکی سماعت کا کیا کہنا۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
اگ یا تلوار پر چلنا یا آگ کے جوتے پہننا
مجھے مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند
ہے قبروں اور بازار کے درمیان مجھے قصا
حاجت میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا

(۵) عَنْ عَقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَإِنْ أَمْشَيْ عَلَى جَمْرَةٍ
أَوْ سَيْفٍ أَوْ أَخَصَفَ نَعْلِي بِرَجُلٍ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى
قَبْرِ مُسْلِمٍ وَمَا أُبَالِي أَوْ سَطَ
الْقُبُورِ - قَضَيْتُ حَاجَتِي أَوْ
وَسَطَ السُّوقِ -

(ابن ماجہ ص ۱۱۳)

اسی لیے تو حافظ ابن قیم فرماتے ہیں :

اور مشروع فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی امت کے لیے جب کہ وہ
اہل قبور کو سلام کریں تو اسی طرح سلام
کریں جس طرح اس کو سلام کیا جاتا ہے
جو سامنے ہو۔ پس سلام کرنے والا کہے

وَقَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ إِذَا سَلَّمُوا
عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ أَنْ يَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ
سَلَامَ مَنْ يَخَاطَبُونَهُ فَيَقُولُ
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ

مُؤْمِنِينَ وَهَذَا خِطَابٌ
لِّمَن يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَلَوْ لَا
تِلْكَ لَكَانَ هَذَا الْخِطَابُ
بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُومِ
وَالْجَمَادِ -

کہ سلام ہو تم پر اے مسلمان قوم اور یہ اندازِ
خطاب اس کے لیے ہوتا ہے جو سنتا
اور سمجھتا ہو اور اگر (اہل قبور میں علم و شعور
اور فہم و ادراک) نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ
خطاب معدوم اور جمادات کے ہو جائیگا

(کتاب الروح ص ۵)

اس کے بعد حافظ ابن قیم مزید فرماتے ہیں :

وَالسَّلَفُ مُجْمَعُونَ عَلَى هَذَا
وَقَدْ تَوَاتَرَتْ الْأَثَارُ عَنْهُمْ بَانَ
الْمَيِّتَ يَعْرِفُ زِيَارَةَ الْحَيِّ وَ
وَيُسْتَبْشَرُ بِهِ -

کہ سلف کا اس پر اجماع ہے اور ان
سے تواتر کے ساتھ آثار و روایات ثابت
ہیں کہ اہل قبر کو زندہ لوگوں کی زیارت
کا علم ہوتا ہے اور زیارت کرنے والوں
کی زیارت سے خوش ہوتا ہے۔

(کتاب الروح ص ۵)

(۷) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو کہ مشہور صحابی ہیں انھوں نے اپنی وفات
سے قبل یہ وصیت فرمائی کہ :

فَإِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي
نَارِيحَةً وَلَا نَارًا فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي
فَسَنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا شَدِيدًا
أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ
مَا تُنْحَرُ جُزُورٌ وَيُقَسَّمُ
لَحْمُهَا حَتَّى اسْتَأْنَسَ
بِكُمْ وَانْظُرْ مَاذَا أَرَا جُعِ

جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوحہ
کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ چلے
اور نہ آگ میرے ہمراہ لائی جائے (جیسا
کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا) جب
مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ
مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر
کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ نفع

بِسْمِ رُسُلِ رَبِّي -
(مسلم شریف جلد ۷ ص ۷۶)
نر کے گوشت تقسیم کیا جاسکتا ہے تاکہ تم
تم سے انس حاصل کروں اور دیکھوں
کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں)،
کو کیا جواب دیتا ہوں۔

حضراتِ محترم! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ قبر والا لوگوں
کی آہٹ کو سنتا ہے۔

اور ابھی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقرب و محبوب — صحابی کا فرمان
بھی پڑھ لیا جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قبر والا نہ صرف سماعت رکھتا
ہے، بلکہ قبر کے پاس کھڑے ہونے والوں کی موجودگی، اس کے لیے فرشتوں کو
جواب دینے میں باعثِ فائدہ و فرحت ہے۔

رہیں وہ آیاتِ مبارکہ جن کی رو سے سماعِ موتی کا انکار کیا جاتا ہے تو اُن کا تعلق
اہلِ قبور سے نہیں بلکہ زمین کے اوپر چلتے پھرتے اُن کافروں کے بارے میں ہے
جو نہ حق سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ - پس تم نہیں سناتے مردوں کو۔
حضراتِ محترم! آپ غور فرمائیں مذکورہ الفاظِ قرآنیہ سے سماعِ موتی کی نفی کرنے
والے خلقِ خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں جس میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔
اس لیے کہ اسی آیت کو آپ مکمل پڑھیے سیاق و سباق کو دیکھیے ساری حقیقت
منکشف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا
تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا
وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ
بِشَاكٍ أَيْ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا
تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا
وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ

بِهْدِ الْعُصَىٰ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ
 اِنْ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِآيَاتِنَا
 فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ۝
 (الرعد ۵۲)

اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے
 ہو تم تو اُسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں
 پر ایمان لائے ہیں وہ گردن جھکانے
 والے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ مذکورہ آیت کا اصحابِ قبور سے کوئی واسطہ
 نہیں اور موتی اپنے لفظی معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر یہاں لفظی معنی پر اصرار کیا
 جائے تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ مَا اَنْتَ بِهْدِ الْعُصَىٰ کہ آپ
 اندھوں کو ہدایت نہیں دیتے۔ خدا لگتی بات کہیے کہ کیا دنیا میں کوئی نابینا آدمی
 مسلمان نہیں ہے؟ کیا اصحابِ رسول میں سے کوئی شخص نابینا نہ تھا؟ اگر کئی صحابہ
 کرام نابینے تھے تو کیا اُن کو ہدایت یافتہ ماننا اس آیت کی رو سے جائز ہے جب کہ
 اس مذکورہ آیت میں واضح ہے کہ آپ اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔

حضرات محترم! جس طرح اس آیت میں بِهْدِ الْعُصَىٰ اپنے لفظی معنی میں نہیں
 اسی طرح موتی بھی اپنے لفظی معنی میں نہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت مذکورہ آیت
 کا آخری جملہ ہے وہ یہ ہے کہ اِنْ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِآيَاتِنَا.....
 کہ تم تو اُس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے۔ اس سے پتہ چلا کہ نہ سننے
 کا تعلق بے ایمانوں سے ہے جن کے بارے میں یہی آیت فرما رہی ہے اِذَا
 دَلُّوا مَذْبِرَیْنِ۔ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔ انصاف سے کہیے کہ پیٹھ دے
 کر پھرنے کا اہل قبور سے کیا تعلق؟

یہ مفہوم مفسرینِ کرام نے لیا ہے :

(۲) وَمَا اَنْتَ بِتَسْمِعُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔

اور تم نہیں سناتے والے انہیں جو قبروں میں ہیں۔

اس کے بارے میں تفسیر مدارک میں انتہائی جامع مائع بیان ہے ۔
فرماتے ہیں :

شَبَّهَ الْكَفَّارَ بِالْمَوْتِ حَيْثُ لَا يَنْتَفِعُونَ بِمُسْمُوعِهِمْ

(مدارک جلد ۳ ص ۳۳۹)

کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے اس لیے کہ جس طرح مردے سماعت سے فائدہ نہیں اٹھاتے یعنی وہ مردے جنہوں نے دنیا میں حق سن کر فائدہ نہیں اٹھایا وہ قبروں میں جا کر بھی فائدہ حاصل کرنے سے محروم ہیں۔ اسی طرح کافروں کا حال ہے کہ حق سننے سے ہرے ہیں۔
کیونکہ جب عام اہل قبور کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے (بخاری شریف) اندازہ فرمائیں کہ عام لوگ عام حالت میں قبرستان سے گزریں تو اہل قبور جوتوں کی آواز سن لیں، تو کیا حبیب اعظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے نکلنے والی آواز اہل قبور نہیں سن سکتے۔

بمعنی دیگر اس آیت کو اگر لفظی معنی پر بھی رکھا جائے تو بھی اہل سنت کے حق میں کوئی نقصان وہ نہیں اس لیے کہ پھر مطلب یہ ہو گا کہ اے حبیب پاک آپ کی آواز مبارک جو اہل قبور سنتے ہیں وہ اللہ قدوس کے سنوانے سے سنتے ہیں، یعنی انکو قوت سماعت اللہ نے عطا کی ہے۔

یعنی آپ سماعت کو پیدا کرنے والے نہیں سماعت کا خالق صرف اللہ ہے الحمد للہ ہمارا اس بات پر بھی یقین ہے۔

(۱۲) وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ (الحج ۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

یہاں بھی دُعا بمعنی عبادت ہے جیسا کہ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں :

الدُّعَاءُ الشَّرْعِيُّ عِبَادَةٌ كَالصَّلَاةِ فَلَا يَجُوزُ مِنْ غَيْرِ اللَّهِ وَهِيَ الْمُرَادُ فِي الْآيَاتِ الَّتِي وَرَدَ فِيهَا لَفْظُ الدُّعَاءِ أَمَّا الدُّعَاءُ اللَّغَوِيُّ بِمَعْنَى السِّدَاءِ فَتَجُوزُ لِغَيْرِ اللَّهِ مُطْلَقًا سَوَاءً كَانَ حَيًّا أَوْ مَيِّتًا وَثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْأَعْمَى يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي وَفِي حَدِيثِ آخَرَ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حِينَ زَلَّ قَدَمُهُ وَامُحَمَّدَاهُ وَلَقَدْ دَعَا مَلِكُ الرُّومِ الشَّهْدَاءَ إِلَى النَّصْرَانِيَّةِ قَالُوا يَا مُحَمَّدَاهُ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ مِنْ أَصْحَابِنَا وَقَالَ أُوَيْسُ الْقُرْنِيُّ بَحْدَ وَفَاتِ عُمَرَا عُمَرَاهُ يَا عُمَرَاهُ يَا عُمَرَاهُ رَوَاهُ هَرْمُ بْنُ حَيَّانَ الخ (ہدیۃ المہدی ص ۱۴۸)

دُعا شرعی کا معنی ہے عبادت صلوٰۃ کی طرح پس یہ اللہ کے علاوہ کے لیے جائز نہیں (یعنی اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں) اور یہی معنی (عام طور پر) مراد ہے اُن آیات سے جہاں لفظ دُعا وارد ہوا ہے۔

اوپر دُعا کا لغوی معنی ہے نداء کرنا۔ پس جائز ہے اللہ کے علاوہ کو ندا کرنا چاہے وہ جس کو ندا کی جا رہی ہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ اور ثابت ہے اُس حدیث کی رو سے جس میں نابینے صحابی کی دُعا ہے جس نے یوں دُعا کی تھی کہ یا محمد میں مستوجہ ہوتا ہوں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یا عِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُت ہوا تو انھوں نے وَامُحَمَّدَاهُ کے ساتھ (بطور تغاثہ) ندا کی۔ ہمارے اصحاب میں سے ابن الجوزی نے اسے روایت کیا ہے اور حضرت ادیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یوں ندا کی تھی

يَا عُمَرَاهُ يَا عُمَرَاهُ يَا عُمَرَاهُ (مشہور تابعی) ہرم بن حیان نے روایت کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں کی تحریر کے علاوہ بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۸۵ پر الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ کے بعد آنے والی عبارت بھی اسی حقیقت کا اعلان کر رہی ہے کہ دُعا بمعنی عبادت ہے۔

اور اسی طرح الْاَكْبَاسِطِ كَفِّيْهِ والی آیت مبارکہ میں يَدْعُوْنَ کا معنی عبادت بخاری شریف سے ثابت ہے۔
ملاحظہ فرمائیے !

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَفِّيْهِ مَثْلُ الْمُشْرِكِ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا غَيْرَهُ — (بخاری جلد ۲ ص ۶۸۰)
اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس آیت میں ہاتھ پھیلانے والے کی جو مثال ہے یہ اُس مشرک کی مثال ہے جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرے۔
کیوں جناب! اب تو بخاری شریف کی روایات سے بھی ثابت ہو گیا ہے۔
کہ دُعا بمعنی عبادت ہے۔

قرآن پاک کی اور آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے !

(۱) وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (المؤمنون ۱۱۶)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے۔

(۲) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ۝ (الشعراء ۲۱۳)

پس تو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

(۳) عَالِيَهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (النمل ۶۲)

کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

(۴) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَدْ (القصاص ۸۸)

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج، کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی؛

(۵) وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ۔ (الفرقان ۶۸)

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔

حضرات محترم! ان مذکورہ آیات سے خوب وضاحت ہو گئی کہ

أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا کا یہی مطلب ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

ملاحظہ فرمائیں، تفاسیر کے حوالے :

(۱) تفسیر ابن عباس ص ۳۶۰

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ (بُنِيَتْ لِذِكْرِ اللَّهِ) فَلَا تَعْبُدُوا... یعنی مسجدیں اللہ کے ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں پس ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

(۲) تفسیر ابن جریر جلد ۱۴ ص ۱۱۶، ۱۱۷ الجزء التاسع والعشرون

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا إِلَٰهًا آخَرَ مَعَ اللَّهِ أَحَدًا وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ فِيهَا شَيْئًا وَلَكِنْ أَفِرِدُوا لَهُ التَّوْحِيدَ وَخَلِصُوا لَهُ الْعِبَادَةَ۔

اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اے لوگو! ان میں اللہ کے ساتھ کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔ اس کے لیے افراد توحید کا عقیدہ رکھو اور اسی کی عبادت کرو۔

اس کے بعد علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل فرماتے ہیں :

كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى إِذَا دَخَلُوا كَنَائِسَهُمْ يُبَيِّعُهُمْ

أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ فَأَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ أَنْ يُوحِّدَ اللّٰهَ۔
 کہ یہودی اور نصرانی جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تو اللہ کے ساتھ شرک
 کرتے (کوئی عیسے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھ کر لائق عبادت جانتا تو کوئی عزیر علیہ
 السلام کو) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معبودِ واحد کی عبادت کے
 حکم کو عام کرنے کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ تفسیر معالم التنزیل، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن،
 تفسیر روح البیان، تفسیر جلالین سب میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہودی
 نصرانی جیسے اپنے عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے، اے مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔
 قارئین محترم! مذکورہ آیات مبارکہ میں اولیاء من دون اللہ کا مفہوم کیا ہے؟
 الحمد للہ ہم نے اُقتبات الکتب سے وضاحت کر دی ہے اور جس سے روزِ روشن کی
 طرح یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ تمام مکی آیات مشرکین مکہ کی تردید و تکذیب کے لیے
 اُتری ہیں۔ اور ان کے مفروضہ، مزعومہ، و مخترعہ معبودوں کی نفی کے لیے نازل ہوئی
 ہیں۔ اسی لیے مفسرین کرام نے يَدْعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ کا معنی يَعْبُدُوْنَ و
 تَعْبُدُوْنَ کیا ہے — کیونکہ کفار و مشرکین مکہ اللہ کے علاوہ اوروں کی عبادت
 کے قائل و عامل تھے۔ جیسا کہ قرآن شاہد ہے :

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ...
 بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

(الانبیاء ۹۸)

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ...
 اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بُرا کر سکتے ہیں نہ بھلا۔

(یونس ۱۸)

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا (کہتے ہیں) ہم تو صرف اس لیے ان کی

لِيُقَرَّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ — عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (النمر ۳)

عبادت تو وہ یقیناً بتوں کی کرتے تھے لیکن کیا وہ حقیقت میں اللہ کا قرب چاہتے تھے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ ان کا محض زبانی دعویٰ تھا جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیسا کہ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ کہتے اللہ نے۔

یعنی اللہ قدوس کو کائنات کا خالق ماننے کے باوجود، اور اپنے اس دعوے کے باوجود کہ وہ ان بتوں کی عبادت اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں پھر بھی بتوں کو اللہ عزوجل پر ترجیح دیتے اور ان کا مقام زیادہ سمجھتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ

فَقَالُوا هَذَا إِلَهُ بَرَعْمِهِمْ
وَهَذَا الشُّرَكَائُنَا فَمَا كَانَ
لشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى
اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ
إِلَى شُرَكَائِهِمْ — (الانعام ۱۳۶)

تو بولے یہ اللہ کا ہے اُن کے خیال میں
اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ تو وہ جو ان
کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں
پہنچتا۔ اور جو اللہ کیلئے ہے وہ ان کے
شریکوں کو پہنچتا ہے۔

اور رہی یہ بات کہ جب وہ بتوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے ان کے بلند مقام کے قائل تھے اور ان کی عبادت کے عامل تھے تو اُن بتوں کو خالق کیوں نہیں مانتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن مجسموں کو تو انھوں نے خود بنایا تھا، لکڑی، پتھر اور لوہے کے وہ بت تو اُن کے اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے تھے گویا ان معبودوں کے تو وہ خود خالق تھے۔ جگ ہنسائی سے بچنے کے لیے اللہ قدوس کو کائنات کا خالق و مالک کہتے تھے، ورنہ ترجیح بتوں کو دیتے تھے۔

خلاصہ کلام

ان مذکورہ آیات میں جن سے ہر قسم کے تصرف و اختیار کی نفی کی گئی ہے وہ مُرت ہیں، قیامت تک جن کے نہ سننے اور نہ دیکھنے کا ذکر ہے وہ بُت ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں یہ بُتوں کا حال ہے نہ کہ محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کا۔

اور مٹری کے جالے سے کمزور جنھیں کہا جا رہا ہے اُس سے مراد وہ بُت ہیں جن کو گھڑ کر گھڑا گیا ہے کہ ذرا سا کسی کا ہاتھ چھو جائے تو گر جائے۔ مختلف دھاتوں سے بنے ہوئے بے جان مجسموں کا یہ حال ہے نہ کہ اُن کا جن کو حبیب اللہ، اسد اللہ، سیف اللہ اور ولی اللہ ہونے کا شرف حاصل ہو۔

تارِ ثمین کرام! فرحتِ ایمان کے لیے اب چند

احادیثِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

جن میں اللہ کے محبوب بندوں کی نسبت و صحبت کے فوائد اور اُن کی خُداداد ولایت و فراست کے رنگارنگ موتی چمک دمک رہے ہیں۔

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ كَحَامِلِ الْمُسْكِ وَنَافِخِ الْكَبِيرِ فَحَامِلُ الْمُسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا	حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مُشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے مُشک والا یا تو تم کو یونی (کچھ) مُشک دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، ورنہ تم کو اس سے
--	--

طِبَّةٌ وَنَافِعُ الْكَبِيرِ مَا أَنْتَ
يُحْرِقُ نِيَابَكَ وَإِنَّمَا أَنْ تَجْدَرِيحًا
اچھی خوشبو تو آئے گی اور بھٹی دھونکنے
والا یا تو تمھارے کپڑے جلادے گا،
ورنہ تم کو اس سے بدبو تو آئے گی۔
(بخاری و مسلم ص ۳۳)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو صالحین کی سنگت اس آتی ہو کیونکہ ان
کی سنگت اختیار کرنے کا خود خالق ارض و سما نے حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کی سنگت اختیار کرو۔

اور ظاہر ہے جو لوگ مجالس صالحین سے دور رہیں گے اُن کو بُری صحبت
ہی نصیب ہوگی اور جن کی صحبت بُری ہو وہ صالحین کے بدترین دشمن و مخالف
ہی ہونگے، کشف المحجوب میں یہ حقیقت یوں بیان ہوئی ہے۔

إِنَّ صُحْبَةَ الْأَشْرَارِ تُورِثُ سُوءَ الظَّنِّ بِالْأَخْيَارِ۔

شرارتی لوگوں کی صحبت سے اچھے لوگوں کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور اللہ کریم عزوجل کے پاک باز بندوں کی نسبت باعث مغفرت و رحمت ہے

ملاحظہ فرمائیے حدیث شریف :

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا
فَسَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
فَنُذِلَ عَلَى رَاحِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ
إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک
شخص نے ننانوے قتل کئے۔ پھر اُس
نے پوچھا کہ رُوئے زمین بڑا عالم کون ہے
اُسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا، وہ
شخص اُس راہب کے پاس گیا اور کہا

نَفْسًا فَهَلْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ
فَنَقَالَ لَا فَتَتَلَّهٗ فَكَمَلْ بِهَا
مِائَةً ثُمَّ سَالَ عَنْ أَعْلَمِ
أَهْلِ الْأَرْضِ فَذُلَّ عَلَى رَجُلٍ
عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةً
نَفْسٍ فَهَلْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ
فَنَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى
أَرْضٍ كَذًا وَكَذًا فَإِنَّ بِهَا
أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ تَعَالَى
فَاعْبُدِ اللَّهَ تَعَالَى مَعَهُمْ
وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا
أَرْضٌ سُوْءٌ -

فَانْطَلِقْ حَتَّى إِذَا نَصَفَ
الطَّرِيقَ أَتَاهُ الصَّوْتُ
فَنَاخَتْصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ
الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ
فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ
جَاءَ تَابِيًّا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ
إِلَى اللَّهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ
إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا

کہ اُس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا
اُس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ اُس نے کہا
نہیں، اُس نے اُس راہب کا بھی کام
تمام کر کے پورے سو کی تکمیل کر دی، پھر
اُس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر بڑا
عالم کون ہے؟ تو اُس کو ایک اہل علم
کا پتہ بتایا گیا۔ اُس نے اہل علم کے پاس
جا کر کہا کہ اُس نے سو قتل کئے ہیں،
کیا اُس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اُس نے کہا
ہاں، توبہ کی قبولیت میں کوئی چیز
حائل ہو سکتی ہے؟

فلاں فلاں زمین کی طرف چلے جاؤ، وہاں
(اللہ کے صالح بندے) اللہ کی عبادت
کرتے ہیں تو بھی اُن کے ساتھ اللہ کی
عبادت کرو اور اپنی اس زمین پر لوٹ کر نہ
آنا کہ یہ بُری زمین ہے (یعنی یہاں بُرے
لوگ ہیں۔

پس وہ چلا ابھی رستے کے درمیان میں
آیا تھا کہ اُسے موت آگئی پس اُس کے
بارے میں ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب
میں جھگڑا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے

قَطَّ فَأَتَاهُم مَلَكٌ فِي
صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ
بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيَسُوا
مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ
فَنَالِيَا يَتَرِبَهُمَا كَانَ أَدْنَىٰ
فَنُهِوهُ فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ
أَدْنَىٰ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ
فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ
(بخاری و مسلم ص ۳۵۹)

کہا کہ یہ تو یہ کر کے دل سے اللہ کی طرف متوجہ
ہو کر آیا ہے اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے
قطعاً کوئی نیکی نہیں کی پس اُن کے پاس ایک
فرشتہ انسانی شکل میں آیا، پس انھوں نے اُس
کو اپنے درمیان (حکم) ٹھہرایا، اُس نے کہا،
دونوں زمینوں کو ناپ لو جس کے زیادہ قریب ہوگا
اُسی کے حق میں فیصلہ ہوگا پس انھوں نے زمین
کو ناپا اُسے پایا اُس زمین کے زیادہ قریب جس کا
وہ ارادہ کر کے چلا تھا پس اُسے رحمت کے
فرشتوں نے دامن رحمت میں ڈھانپ لیا۔

حضرات محترم! آپ اندازہ فرمائیں، اللہ قدوس عزوجل ہر جگہ سُنا ہے وہ ہی تو یہ
قبول کرتا ہے لیکن دیکھا آپ نے صالحین کا قُرب کتنا باعثِ نجات و قبولیت ہے
مسلم شریف کے اسی صفحہ کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں :
فَاَوْحَىٰ اللَّهُ إِلَىٰ هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي وَإِلَىٰ هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي

یعنی جب فرشتے زمین کی پیمائش میں مصروف تھے تو اللہ کریم نے جو بُرے
لوگوں والی زمین تھی یعنی جدھر سے وہ آیا تھا اُس کو حکم دیا کہ تو پھیل کر بعد و وسعت
والی ہو جا۔ اور جو زمین صالحین کی طرف تھی اُسے فرمایا کہ تو سکڑ کر کم فاصلے والی
ہو جا۔

اندازہ فرمائیے! اللہ کریم قادرِ مطلق ہے وہ بغیر فرشتوں کے جھگڑے کے اور
بغیر زمین کی پیمائش کے بھی اگر اُس آدمی کو بخشش سے ہمکنار کر دیتا تو کون ہے جو

مانع ہو سکتا تھا۔ صاف ظاہر ہے یہ تمام معاملات و حالات قدرت نے اس لیے پیدا فرمائے کہ صالحین کی سنگت و نسبت کے فیضان کو ظاہر کیا جائے۔

۵ بزرگوں کی نسبت بڑی چیز ہے!

خدا نے یہ دولت بڑی چیز ہے!

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ارشادِ ربِّ ہے

نیکیوں کی سنگت بڑی چیز ہے

آئیے! اب ایک طویل عبارت حدیث شریف پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ جو اللہ کریم عز و جل کی بارگاہ کے مقبول ہوں اُن کی نسبت کتنی فیضبار ہوتی ہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اور اُس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بڑھاپے کو پہنچا تو اُس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے پاس کوئی لڑکا بھیج میں اُسے جادو سکھا دوں بادشاہ نے اُس جادوگر کے پاس ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو راستے میں ایک راہب (درویش) کا (ڈیرا) تھا اور وہ (لڑکا) اُس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا اور انہیں پسند کرتا تھا۔ اور

عَنْ صُهَيْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبُرَ قَالَ لِلْمَلِكِ إِنِّي تَذَكَّرْتُ فَأَبْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أَعْلَمَهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ فَكَانَ فِي طَرِيقِهِ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَأَعْجَبَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ

فَشَكَكَ ذَاكَ إِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ
 إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي
 أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي
 السَّاحِرُ فَبَيَّنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا آتَى
 عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ
 فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرُ أَفْضَلُ
 أَمْ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ فَتَاخَذَ
 حَجَرًا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ
 أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ
 أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ
 الدَّابَّةَ حَتَّى يَمُوتَ النَّاسُ
 فَرَمَاهَا فَتَقَلَّتْهَا وَمَضَى
 النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ
 فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيُّ بَنَتِي
 أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي
 قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى
 وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى فَإِنْ بَتَلَيْتَ
 فَلَا تَدُلْ عَلَيَّ وَكَانَ الْغَلَامُ
 يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ
 وَيُدْأِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ
 الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسُ

جب وہ جادوگر کے پاس پہنچا تو ردیرہ
 جلنے کی وجہ سے، جادوگر اُسے مارتا لڑکے
 نے درویش سے اس بات کی شکایت کی
 درویش نے اُسے کہا جب تمہیں جادوگر سے
 خوف ہو تو کہہ دینا کہ مجھے گھروالوں نے روک
 لیا تھا اور جب گھروالوں سے خوف ہو تو کہہ
 دینا کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا یہ سلسلہ
 یونہی چلتا رہا اس دوران ایک بڑے درندے
 لوگوں کا راستہ روک لیا لڑکے نے کہا کہ آج
 میں معلوم کروں گا جادوگر افضل ہے کہ درویش
 اُس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تیرے
 ہاں درویش کا معاملہ پسندیدہ ہے جادوگر کے
 معاملے سے تو اس درندے کو قتل کر دے
 تاکہ لوگوں کی گزرگاہ کھل جائے اُس نے پتھر
 مار کر درندے کو قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے
 پھر اُس نے درویش کے پاس جا کر اس بات
 کی خبر دی، درویش نے اُسے کہا اے بیٹے آج
 تم مجھ سے افضل ہو گئے تیرا مرتبہ وہاں تک پہنچ
 گیا جسے میں دیکھ رہا ہوں، عنقریب تجھے ابتلا
 سے گزرنا پڑے گا جب تم گرفتار آزمائش
 ہو تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا اور وہ لڑکا

لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ دَعَى فَاَتَاهُ
 بِهَذَا يَا كَثِيرَةً فَقَالَ
 مَا هُنَالِكَ أَجْمَعُ إِنَّ أَنْتَ
 شَفِيتَنِي قَالَ إِنْ لَا أَشْفِي
 أَحَدًا إِنْ مَا يَشْفِي اللَّهَ
 فَإِنْ أَمَنْتَ بِاللَّهِ دَعَوْتُ
 اللَّهَ فَشَفَاكَ فَأَمَّنَ بِاللَّهِ
 فَشَفَاهُ اللَّهُ فَإِنِّي الْمَلِكُ
 فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ
 يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ
 مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصْرَكَ قَالَ
 رَبِّي قَالَ أَوَلَيْكَ رَبٌّ غَيْرِي
 قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ
 فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ
 يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى
 الْغُلَامِ فَجِئْتُ بِالْغُلَامِ
 فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ أَيُّ بَنِي
 سَدَّ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ
 مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ
 الْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ
 فَقَالَ إِنْ لَا أَشْفِي أَحَدًا

مادر زاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا
 اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا مداوا کرتا تھا بادشاہ
 کا ایک مصاحب اندھا تھا اُس نے یہ خبر
 سنی تو وہ اُس کے پاس بہت سے ہدیے
 لے کر آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی
 تو یہ سب چیزیں میں تم کو دے دوں گا لڑکے
 نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ
 دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں
 اللہ سے دعا کروں گا۔ اللہ تم کو شفا دے
 گا وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اُسے
 شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا
 اور پہلے کی طرح اُس کے پاس بیٹھ گیا۔
 بادشاہ نے اُس سے پوچھا تمہاری بنیادی
 کس نے لوٹائی اُس نے کہا میرے رب بادشاہ
 نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی رب ہے؟
 اُس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے بادشاہ
 نے اُسے گرفتار کر لیا اور اُس وقت تک اُسکو
 سزا دیتا رہا جب تک اُس نے لڑکے کا پتہ
 نہ بتا دیا پھر اُس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے
 اُس سے کہا اے بیٹے تیرا جادو کہاں تک
 پہنچ گیا کہ تو مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتا

اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ فَاَخَذَهُ
 فَلَمَّ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى
 دَلَّ عَلَى التَّرَاهِبِ فَنَجِيٍّ
 بِالتَّرَاهِبِ فَقِيلَ لَهُ اِرْجِعْ
 عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَعَا
 بِالْمُنْشَارِ فَوَضَعَ الْمُنْشَارَ
 فِي مَفْرَقِ رَاسِهِ فَشَقَّهٗ
 بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَاہُ ثُمَّ
 جِيءَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ فَقِيلَ
 لَهُ اِرْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى
 فَوَضَعَ الْمُنْشَارَ فِي مَفْرَقِ
 رَاسِهِ فَشَقَّهٗ بِهٖ حَتّٰى
 وَقَعَ شِقَاہُ ثُمَّ جِيءَ
 بِالْعُلَامِ فَقِيلَ لَهُ اِرْجِعْ
 عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَفَعَهُ
 اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ
 اذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰى جَبَلٍ كَذَا
 وَكَذَا فَاَصْعَدُوْا بِهٖ الْجَبَلَ
 فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذُرُوْا۟ سَهٗۤ فَاِنْ
 رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖۤ وَالْاَفَاظِرَ
 حَوْهٗۤ فَذْهَبُوْا بِهٖ وَصَعِدُوْا بِهٖ

ہے اور برص والوں کو تندرست کرتا ہے
 اور بہت کچھ کرتا ہے اُس لڑکے نے کہا
 میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ دیتا
 ہے۔ بادشاہ نے اُسے گرفتار کر لیا اور
 اُس وقت تک سزا دیتا رہا جب تک
 اُس نے درویش کا پتہ نہ بتا دیا۔ پس
 درویش کو لایا گیا اور اُسے کہا گیا اپنے دین
 سے پھر جاؤ، درویش نے انکار کر دیا،
 اُس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے
 درمیان رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے
 کر دیا پھر اُس نے مصاحب کو بلایا اور
 اُسے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اُس نے
 انکار کیا اُس نے اُس کے سر پر بھی آرا
 رکھا اور چیر کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیے
 پھر اُس نے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ اپنے
 دین سے پھر جاؤ اُس نے انکار کیا بادشاہ
 نے اس لڑکے کو اپنے چند صحاب کے حوالے کیا
 اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر
 لے جاؤ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو
 اگر یہ اپنے دین سے ہلٹ جائے تو بہتر
 ورنہ اس کو اُس چوٹی سے پھینک دینا

الْجَبَلُ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ
بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ
الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي
إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ
مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ
كَفَانِيَهُمُ اللَّهُ فَدَفَعَهُ
إِلَى نَفِيرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ
فَقَالَ أَذْهَبُوا بِهِ فَأَحْمِلُوهُ
فِي قُرُقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ
الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنِ دِينِهِ
وَالَا فَنَا قَذِفُوهُ فَذَهَبُوا
بِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ
بِمَا شِئْتَ فَنَا نَكَفَاتُ
بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا
وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ
فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ
أَصْحَابُكَ فَقَالَ كَفَانِيَهُمُ
اللَّهُ۔

فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ
بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا
أَمْرُكَ بِهِ قَالَ وَمَا

وہ لوگ اُس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ
گئے اُس لڑکے نے دعا کی اے اللہ تو جس
طرح چاہے مجھے ان سے بچالے، اُسی
وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر
سے گر گئے، وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا
آیا، بادشاہ نے پوچھا جو تیرے ساتھ گئے
تھے اُن کا کیا ہوا؟ اُس نے کہا اللہ نے
مجھے اُن سے بچالیا۔ بادشاہ نے اُس کو
پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا
کہ اس کو ایک کشتی میں سوار کرو اور سمندر
کے درمیان میں پہنچو تو اگر سیل نے دین سے
پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو سمندر
میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اُس کو لے
گئے، اُس نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح
چاہے مجھے ان سے بچالینا وہ کشتی اُلٹ
گئی، وہ سب غرق ہو گئے وہ لڑکا بادشاہ
کے پاس چلا آیا، بادشاہ نے کہا تیرے
ساتھ جو گئے تھے اُن کا کیا ہوا؟ اُس نے
کہا مجھے اللہ نے اُن سے بچالیا ہے۔
پھر اُس نے بادشاہ سے کہا کہ تم اُس
وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتے جب

هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي
صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى
جَذْعٍ شَرٍّ خُذْ سَهْمًا مِنْ
كَانَتِي شَرِّ ضَجِ السَّهْمِ
فِي كَيْدِ الْقَوْسِ شَرِّ قُلْ
بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ شَرِّ
أَرْمِي نَائِكَ إِذَا فَعَلْتَ
ذَلِكَ قَتَلْتَنِي۔

فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ
وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جَذْعٍ
شَرٍّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كَانَتِهِ
شَرِّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي
كَيْدِ الْقَوْسِ شَرِّ قَالَ بِسْمِ
اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ شَرِّ رَمَاهُ
فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ
فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ
فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ
فَقَالَ النَّاسُ أَمَّا بِرَبِّ
الْغُلَامِ، أَمَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ
أَمَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ نَأْتِي الْمَلِكُ
فَقِيلَ لَهُ أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ

تمک میرے کئے پر عمل نہ کرو، بادشاہ نے
کہا وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تمام
لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو، اور
مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ
پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، تیر کو
کمان کے چمہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے
جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو
جب تم نے ایسا کر لیا تو مجھ کو مارنے
مجھے قتل کر لیا۔

پس اُس نے لوگوں کو ایک میدان میں
جمع کیا اور اُس کو ایک درخت کے تنے
پر لٹکایا، پھر اُس کے ترکش سے ایک تیر
نکالا پھر اُس کو کمان کے چمہ میں رکھا پھر
کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب
ہے۔ پھر تیر چلایا تب وہ تیر اُس لڑکے
کی کینٹی میں پیوست ہو گیا۔ اُس لڑکے
نے تیر کی جگہ کینٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور انتقال
کر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب
پر ایمان لائے ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے ہم
اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور
اس سے کہا گیا تم نے دیکھا جس بات سے

تَحْذَرُ فَدَّ وَاللّٰهُ نَزَلَ بِكَ حَذْرُكَ
فَدَّ اَمَّنَ النَّاسُ فَاَمْرًا بِالْاُخْدُوْدِ
بِاَفْوَاهِ السِّبْلِكِ فَخُذَّتْ وَ
اُصْرِمَ السِّيرَانَ وَقَالَ مَنْ
لَّعَوْرَجِعَ عَن دِيْنِهِ فَاُخْمُوْهُ
فِيْهَا اَوْ قِيلَ لَهُ اَقْتَحِمُوْ
فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ
وَمَعَهَا صَبِيْئٌ لَهَا فَنَقَعَتْ
اَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا
الْعُلَامُ يَا اُمَّه اَصْبِرِيْ
اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ۔

(مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۱۵)

تم ڈرتے تھے وہ ڈر (عملی مصیبت میں) تم پر
نازل ہو گیا تمام لوگ ایمان لے آئے بادشاہ
نے گلیوں کے دھانوں پر خندقیں کھودنے
کا حکم دیا، خندقیں کھودی گئیں اور ان میں
آگ بھڑکائی گئی اور کہا جو اپنے دین سے
نہ پھرے اس کو خندق میں ڈال دو یا
اس سے یہ کہا جائے کہ آگ میں داخل
ہو جاؤ پس لوگ آگ کی خندقوں میں
داخل ہو گئے۔ اخیر میں ایک عورت
آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا، وہ
اس میں گرنے سے بھجکی اس کے بچے
نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق

پہنچو۔

حضرات محترم! آپ نے طویل العیارت مذکورہ حدیث شریف کا مطالعہ کیا،
حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

هَذَا الْحَدِيثُ فِيْهِ اَشْبَاتُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ۔

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی کرامات کا ثبوت ہے (شرح مسلم للنووی جلد ۲ ص ۴۱۵)
آپ اس حدیث شریف کے ایک ایک جملے کو غور سے پڑھیں آپ پر اہل اللہ
کی عظمت و شان کے جلوے عیاں ہونگے۔

(۱) نو عمر مومن لڑکے نے اس درویش ولی کامل کی محبوبیت کے وسیلے سے
اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جو بہت ہی جلد شرف قبولیت سے بہکنار ہوئی وہ

یوں کہ آنا بڑا خطرناک درندہ جس سے سب مسافر ڈرے اور سہمے دور بیٹھے ہوئے تھے
 لڑکے کے ہاتھوں مارا گیا اس طرح ان مسافروں کی مشکل اس لڑکے کے ہاتھوں حل
 ہو گئی۔

(۲) وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُداوِي النَّاسَ
 مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ۔

ہمارے پیارے آقا مجرب صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ
 لڑکا مادرزاد اندھوں کو آنکھیں دیتا تھا اور برص کے مریضوں کو شفا دیتا تھا اور
 ہر بیماری اور تکلیف کا مداوا کرتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس نے پناہ و طب
 کی کوئی دکان یا میڈیکل سٹور نہیں کھول رکھا تھا، بلکہ نظر ولایت سے مشکلوں کو
 حل کرتا تھا۔ اور بیماروں کو تندرست کرتا تھا۔

اگرچہ اسی حدیث میں اس لڑکے کے الفاظ ہیں کہ اِنِّی لَا اَشْفِیْ اَحَدًا مِنْ
 کِسٰی کَوْشَفًا نِّیْسٍ دِنًا، شفا اللہ دیتا ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے میں بیماروں کو ٹھیک
 نہیں کرتا، اللہ کرتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
 كَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُداوِي النَّاسَ
 مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ۔

وہ لڑکا شفا دیتا تھا، مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو اور ہر بیماری کا
 مداوا کرتا تھا۔

اب دونوں باتوں کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ وہ لڑکا بھی سچ کہتا ہے
 کہ ذاتی طور پر یہ کام میرے نہیں ہیں یہ تو سب اللہ قدوس ہی کرتا ہے۔
 اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا بیماروں کو ٹھیک
 کرتا تھا تو یہ بھی حق اور سچ ہے کہ اللہ قدوس کے فضل و عطا سے وہ ایسا کرتا تھا۔

(۳) اندازہ فرمائیے کہ اللہ کریم کے پیاروں کو اپنے اللہ کریم کی عطاؤں اور مہربانیوں پر کتنا ناز ہوتا ہے۔ جب بادشاہ کا مصاحب نابینا شخص بہت سی دولت لے کر اُس لڑکے کے پاس آیا اور دولت کا لالچ دے کر کہنے لگا کہ اگر مجھے آنکھیں مل جائیں تو یہ سب ہدیے و تحائف تیرے لیے ہیں تو جس طرح سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں دو قیدیوں کی خواب سُن کر تعبیر بتانے سے پہلے دینِ حق کی تبلیغ فرمائی تھی اُسی طرح اُس نو عمر مومن لڑکے نے بادشاہ کے مصاحب کو دینِ حق کی تبلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

فَإِنْ أَمَنْتَ بِاللّٰهِ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ۔

کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو میں اللہ کریم سے دعا کروں گا وہ تمہیں آنکھیں دے دیگا۔ اندازہ فرمائیے! اس بات میں غیبی خبر ہے کہ میری دعا کے بعد آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ کسی بھی مریض کی کسی بھی مرض کے بارے میں یہ بات ہر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں دعا کروں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ بات وہ کہہ سکتا ہے جس کو اللہ کریم نے بصیرت و فراست عطا کی ہو۔ اور اُسے بارگاہِ قدس میں قرب و مقبولیت حاصل ہو۔ تبھی تو ایسے لوگوں کا مقام ناز بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

زاہد زہد کر بندے تھکتے روزے نفل نمازاں ہو

عاشق غرق وحدت و چہ ہو گئے اللہ نال محبت رازاں ہو

مکھی قید شہد و چہ ہو گئی کیہ اُدسی نال شہبازاں ہو

جنہاں مجلس نال بنی دے باہو آو ہو صاحب ناز نوازاں ہو

(۴) اور جب درویش کاہل اور بادشاہ کے مصاحب نے دینِ حق کی کیف و مستی میں زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے کہ :

تو ہو کے ترش رو مجھے سختی ہزار دے

یہ وہ نشہ نہیں ہے جسے ترشی امار دے

اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے۔ اور پھر اُس نو عمر مومن لڑکے کی باری آئی۔ بادشاہ نے اپنے تمام تر ذرائع استعمال کر دیئے۔

لڑکے کے سامنے درویش اور مصاحب بد آرا چلایا۔ اس سے بھی اُس کے ایمان پر کسی قسم کی لغزش و لرزہ نہ آیا۔

پھر اُسے سخت جان سپاہیوں کے حوالے کر کے کہا کہ فلاں بلند ترین پہاڑ پر لے جاؤ۔ اور جوتی پر سے نیچے پھینک دو۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ سارا ماحول دشمن، حکومت وقت دشمن، حکومت کی ساری مشینری دشمن مگر قربان ایمان کی عظمتوں اور استقامتوں کے کہ دنیا اور دنیا والوں کی کوئی پرواہ نہیں، پیش نظر صرف رضائے رب جلیل ہے۔

عجب اندازِ دعا ہے جب لڑکے کو پہاڑ پر سے پھینکنے لگتے ہیں تو اُس کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ جاتے ہیں کہ اے اللہ جس طرح تو چاہتا ہے مجھے ان سے بچالے اگر دعا صرف یوں کی جاتی کہ اے اللہ مجھے بچالے۔ تو شاید نتیجہ کچھ اور ہوتا مگر یہاں تو اُس کی چاہت کے سپرد معاملہ کیا جا رہا ہے۔

نتیجہ کیا نکلا، جو نہی یہ الفاظ فضا میں تحلیل ہوئے اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ۔ اے اللہ جیسے تو چاہے مجھے ان سے بچالے۔ ایک زلزلہ آیا اور بلند و بالا پہاڑ لرزے لگا، اُس لڑکے کو جو پھینکنے آئے تھے وہ سب گر گئے، مر گئے، ہڈیاں ٹوٹ گئیں، جسم قیمہ ہو گئے۔ وہ مومن کامل وہاں سے چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ گویا اُس کے لیے پہاڑ سمٹ کر اتنا چھوٹا ہو گیا کہ اُسے اترنے کی مشقتیں بھی نہ کرنا پڑیں سیدھا چلتے ہوئے بادشاہ کے پاس آ گیا۔

کیا خوب تر جانی کی علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں : ۷
 دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر ہمارا انکی ہیبت سے رانی
 دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز سے لذت آشنائی
 الہی یہ تیرے پر اسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خلا

(۵) اور جب انھوں نے کشتی و سمندر والا حربہ بھی استعمال کر دیکھا۔ جو اس نیت سے
 لڑکے کو کشتی میں سوار کر کے لے گئے تھے کہ وسط سمندر میں پہنچ کر اُسے سمندر میں پھینک
 دیں گے۔ خود جلدی سے واپس آجائیں گے، مگر لڑکے نے پھر وہی دعا کی تو نتیجتاً وہ
 سب غرق ہو گئے اور لڑکا پانی پر چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور پھر جب خود
 تجویز و تدبیر بتادی اپنے قتل کی اور پھر عملاً اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اور جب
 عاشق صادق کی جان ناری کے نتیجے میں لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے
 اور پھر جب خندقیں آگ سے بھری ہوئی حق قبول کرنے والوں کی راہ میں آتی ہیں تو وہ
 خندہ پیشانی سے دولتِ ایمان پر جان قربان کر دیتے ہیں، تو آخر میں ایک عورت
 جس کی گود میں شیر خوار بچہ ہوتا ہے وہ بچہ یوں اعلانِ حق کرتا ہوا خدا داد علم و فراست
 کا اظہار کرتا ہے۔

”اے ماں“ اِصْبِرِي اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ

صبر کر (گود آگ میں) بے شک تو حق پر ہے۔

حضراتِ محترم! آپ نے غور فرمایا کہ گودِ مادر میں بچہ حق و باطل کے فرق کو سمجھ رہا
 ہے اور اپنی ماں اُس آگ میں گود جانے کا شوق دے رہا ہے جس آگ میں جل کر شہادت
 حاصل ہونے والی ہے۔ ۷

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجئے !
 اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

تارین کرام! آئیے ایک اور حدیث پاک کا مطالعہ فرمائیں آپ پر دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بصیرت و فراست عطا کرے تو گو دُما دریں شیر خوار بچے امورِ غیبیہ کا علم رکھتے ہیں :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارْهَةً وَشَارَةً حَسَنَةً فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَ هَذَا فَتَرَكَ الشَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلَنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى شَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْضَعُ قَالَ فَكَانِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي أَرْتِضَاعَهُ بِاصْبَعِهِ السَّبَابَةِ فِي فَمِهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ پھوٹے میں کلام کرنے والے بچوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک شخص اعلیٰ سواری پر عمدہ پوشاک پہنے ہوئے گذرا، اُس کی ماں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے۔ بچہ دودھ چھوڑ کر اس کی طرف مڑا اور اسے دیکھ کر کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا۔

پھر اپنی ماں کے پستان کی طرف متوجہ ہوا اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی انگشتِ سبابہ کو منہ میں ڈال کر چوستے ہوئے اس بچے کے دودھ پینے کی حکایت بیان کر رہے ہیں۔ فرمایا :

پھر وہاں سے لوگ ایک عورت کو لے کر

زَنَيْتِ وَسَرَقْتِ وَهِيَ تَقُولُ
 حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
 فَقَالَتْ أُمُّهُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ
 ابْنِي مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرِّضَاعَ
 وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ
 اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَهَنَّاكَ
 تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ فَقَالَتْ
 حَلَقِي مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ
 السَّيِّئَةِ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ
 اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ
 فَقُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي
 مِثْلَهُ وَمَرُّوْا بِهَذِهِ الْأَمَةِ
 وَهُمْ يَصْنُرُونََهَا وَيَقُولُونَ
 زَنَيْتِ وَسَرَقْتِ فَقُلْتُ
 اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا
 فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا
 قَالَ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ كَانَ
 جَبَّارًا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ
 لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَإِنَّ
 هَذِهِ يَقُولُونَ لَهَا
 زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِي وَسَرَقْتِ

گزرے جو کہ اُسے مار رہے تھے کہ تُو نے بدکاری
 کی ہے اور چوری کی ہے وہ کہتی کہ اللہ مجھے
 کافی ہے اور اچھا کارساز۔ دودھ پلانے
 والی عورت نے کہا اے اللہ میرے بچے کو
 اس عورت جیسا نہ بنانا، پس اُس نے
 دودھ پینا چھوڑا اور اس عورت کی طرف
 دیکھا اور کہا اے اللہ مجھے اس عورت کی
 طرح بنا دے، پس وہاں ماں بیٹے کی
 بحث ہو گئی، ماں نے کہا اے سر مندر۔
 ایک اچھی حالت والا آدمی گزرا تو میں نے
 دعا کی اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا
 بنا دے۔ تُو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا
 نہ بنانا، اور لوگ اس لونڈی کو لے کر گزرے
 اس حال میں کہ اُس کو مارتے اور کہتے کہ تُو
 نے زنا کیا چوری کی پس میں نے کہا اے
 اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا تُو نے
 کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔
 اُس نے کہا بے شک وہ آدمی متبر تھا
 (یعنی ظاہر ٹھیک تھا باطن ٹھیک نہیں)
 پس میں نے کہا مجھے اس جیسا نہ بنانا۔
 اور یہ لونڈی جو ہے جس پر زنا اور چوری

وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ
اجْعَلْنِي مِثْلَهَا۔

کے ارتکاب کا جھوٹا الزام ہے۔

نہ اس نے خدا کیا ہے نہ چوری پس میں

نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔

(بخاری و مسلم جلد ۲ ص ۳۱۴)

حضرات محترم! آپ نے مطالعہ کیا حدیث شریف کا۔

کہ ایک شیر خوار بچہ اللہ کی عطا اور فضل سے کس طرح امور غیبیہ بیان فرما رہا ہے

ظاہری حالت تو بھی دیکھتے ہیں مگر اولیاء رب العالمین کس طرح باطنی حالات

کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور اللہ کریم عزوجل کس طرح اپنے محبوب بندوں کو فراست

و بصیرت کے خزانوں سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں بصیر اور علیم

کے تحت کثیر التعداد آیات و احادیث مبارکہ اس موضوع پر آپ پڑھ چکے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کہ اولیاء کاملین ہیں آئے ان کی

کرامات و تصرفات، اختیارات و برکات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور

خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقبرہ دین پر حضرت عمرو بن العاص رضی

اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا یَا أَيُّهَا الْأَمِيرُ إِنَّ لِنَسِيلِنَا هَذَا سُئِنَةً لَا

يَجْزِي الْأَبْهَامَ۔ یعنی اے حاکم مصر ہمارے اس دیائے نیل کے لیے ایک پُرانا

طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری

کھیتی کا دار و مدار ہی دریائے نیل کے پانی پر ہے حضرت عمرو بن العاص رضی

اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پُرانا

طریقہ کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی

ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے

ہیں پھر اسے بہترین قسم کے کپڑے اور زیورات پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو

دریائے نیل میں ڈال دیتے، میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 اِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا
 یہ تمام باتیں لغو اور بے سرو پا ہیں اسلام اس قسم کی خرافات کو مٹانے آیا ہے، لہذا
 لڑکی کو دریا میں ڈالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

آپ کے اس جواب کے بعد لوگ واپس چلے گئے کچھ دنوں بعد دریائے نیل واقعی
 خشک ہو گیا، یہاں تک کہ کچھ لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت
 عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے خط پڑھنے کے
 بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمد جواب
 دیا بیشک اسلام اس قسم کی تمام لغویات کا خاتمہ کرنے آیا ہے میں اس خط میں ایک
 رقعہ روانہ کر رہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو اس کو کھول کر پڑھا
 اس میں لکھا ہوا تھا کہ

”مَنْ عْبَدَ اللّٰهَ عُمَرَاۤءَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى نَيْلٍ مِّصْرَ
 اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ
 وَاِنْ كَانَ اللّٰهُ يُجْبِرُكَ فَاَسْأَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ
 الْقَهَّارَ اَنْ يُجْبِرِكَ“

یعنی اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے
 نام، اما بعد پس اگر تہذبات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور
 اگر خدا نے عزوجل تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا
 کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے اس رقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو اس طرح جاری فرما دیا کہ سولہ ہاتھ پانی اوپر چڑھا ہوا تھا پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سٹو کھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کس طرح دریائے نیل سے خطاب کے جملوں میں کلام فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کس طرح شانِ ولایت کا ظہور ہوا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۷، حجتہ اللہ جلد ۲ ص ۸۶، انالہ الخلفاء ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:-

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الہی ہے!

ابھی کچھ صفحات پہلے آپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت اور باکمال تصرف پڑھ چکے ہیں کہ ملک شام میں لڑی جانے والی جنگ کو آپ مدینۃ المنورہ میں رہتے ہوئے ملاحظہ فرما رہے ہیں اور حضرت ساریہ کو پہاڑ کی جانب سے خبردار رہنے کا حکم دے کر اُن کی بے مثال غیبی مدد فرما رہے ہیں۔

(۲) مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں زلزلہ آیا جس کی وجہ سے زمین پر لرزہ طاری تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کی اور زمین پر کوڑا مارا اور فرمایا (اے زمین) ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا ہے یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً بند ہو گیا (جامع کرامات اولیاء ص ۵۱ مصنف امام یوسف بنہانی)

(۳) علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ

ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا، اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس شخص کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت پُر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے پاس آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں، شخص مذکور نے جل بھن کر کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اُترنے لگی ہے، آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نازل نہیں ہوتی لیکن جو میں نے کہا ہے حق اور سچ ہے۔ خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست عطا فرمائی ہے، جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات معلوم کر لیتا ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۶۲)

(۴) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک پہاڑ کے غار سے اچانک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ بنا ڈالا جب لوگوں نے دربارِ خلافت میں فریاد کی تو امیر المومنین نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکایک وہ آگ بجھنے اور ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی، اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

(کرامات صحابہ ص ۵۹ بحوالہ ازالۃ الخفاء)

(۵) حضرت عتبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور انھوں نے جب افریقہ کے اکثر حصوں پر فتوحات

کے جھنڈے گاڑیئے، تو بربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے وہ کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے انھوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لیے ایک چھاؤنی بنانے اور ایک اسلامی شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن اس مقصد کے لیے ماہرین حربیات و عمرانیات نے جس جگہ کا انتخاب کیا وہاں نہایت ہی خوفناک اور گنجان جنگل تھا جو جنگلی درندوں اور متعدد اقسام کے موذی اور زہریلے حشرات الارض جانوروں کا گڑھ تھا اس موقع پر حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کی ایک عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے آپ نے اُن سب مقدس صحابہ کو جمع فرمایا اور ان بزرگوں کو اپنے ساتھ لے کر اس خوفناک اور گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا :

اے درندو! اور موذی جانورو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور ہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں لہذا تم سب یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد اس آواز میں خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تاثیر تھی کہ سب درندوں اور حشرات الارض میں ہل چل مچ گئی اور غول درغول اس جنگل کے جانور نکلنے لگے شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیے اپنے پتوں کو لیے ہوئے، سانپ اپنے سنبولیوں کو کمر سے جھٹائے ہوئے جنگل سے باہر نکلے جا رہے تھے۔ اور یہ ایک ایسا عجیب ہیبت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا جو اس سے قبل دیکھا گیا نہ کسی کے وہم و گمان میں تھا۔ غرض پورا جنگل جانوروں سے خالی ہو گیا اور صحابہ کرام اور پورے لشکر نے اس جنگل کو کاٹ کر شہر میں ایک شہر آباد کیا، جس کا نام "قیروان" ہے۔

(کرامات صحابہ ص ۲۵۴ بحوالہ معجم البلدان تذکرہ قیروان)

(۶) اسلامی لشکر اسکندریہ پر حملہ آور تھا کفار کی فوج ایک بہت ہی مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ میں محفوظ تھی اور لشکر اسلام کفار کے سامنے کھلے میدان میں خمیزن تھا بہت دنوں تک جنگ ہوتی رہی مگر کفار قلعہ کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے تھے ایک دن امیر لشکر مشہور صحابی حضرت شہر خبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لشکر کفار کے سپہ سالار و سُن لو! ہماری فوج اسلام میں اس وقت ایسے ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم فوراً ہی زمین میں دھنس جاؤ تو فوراً قلعہ زمین میں دھنس جائے گا یہ کہا اور جوش میں اگر آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب بڑھایا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، تو پورا قلعہ دم زدن میں زمین کے اندر دھنس گیا اور کفار کا لشکر جو قلعہ کے اندر تھا اُن کی آن میں کھلے میدان میں کھڑا رہ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ اسکندریہ کا دل و دماغ زیر و زبر ہو گیا، اور وہ مارے ڈر کے شہر چھوڑ کر اپنی فوجوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور پورا شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

(کرامات صحابہ ص ۲۰ بحوالہ تاریخ واقعی و سیرۃ الصالحین)

۷ کیا تاج نے سمجھا ہے؟ کیا تخت نے جانا ہے؟
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

(۷) حضرت ابو قریصہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں کہ آخری عمر میں ملک شام کے شہر فلسطین میں مقیم ہو گئے تھے اور شاہی محدثین اُن کے حلقہ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ رومی کفار نے ان کے ایک فرزند کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا تھا۔ حضرت ابو قریصہ رضی اللہ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو عسقلان کی چار دیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے کہ اے میرے پیارے بیٹے! نہانہ کا وقت آگیا ہے اور ان کی اس پکار کو ہمیشہ اُن کے صاحبزادے سُن لیا کرتے تھے، حالانکہ وہ سینکڑوں میل کی

دُوری پر رومیوں کے قید خانہ میں قید تھے۔

(کرامات صحابہ بحوالہ طبرانی)

(۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ صحابی مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ ناگہاں (اچانک) گر پڑے اور ان کی وفات ہو گئی، لوگ انھیں اٹھا کر مدینہ منورہ میں (اُن کے گھر) لائے اور ان کو ٹاکر کمبل اوڑھا دیا۔

جب مغرب و عشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی اے رونے والیو! خاموش رہو۔

یہ آواز سن کر لوگوں نے ان کے چہرے پر سے کمبل اٹھایا تو وہ بے حد دردمندی سے نہایت ہی بلند آواز سے کہنے لگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی و خاتم النبیین ہیں اور یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے۔

اتنا کہہ کر کچھ دیر تک بالکل خاموش رہے پھر بلند آواز سے یہ فرمایا سچ کہا سچ کہا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، قوی ہیں، امین ہیں، گو بدن میں کمزور تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں قوی تھے یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد پھر اُن کی زبان بند ہو گئی۔ اور بھڑکی دیر تک بالکل خاموش رہے پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور وہ زور زور سے بولنے لگے سچ کہا سچ کہا درمیان کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لاتے تھے نہ اس کی کوئی پرواہ کرتے تھے اور وہ لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی کسی کمزور کو کھا جائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

اس کے بعد پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر اُن کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور زور زور سے بولنے لگے۔

سچ کہا سچ کہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو امیر المؤمنین ہیں۔ اور مومنوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور چار باقی ہیں۔

(۱) لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان کے لیے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔

(۲) عورتیں رویا کریں گی اور ان کی پردہ دری ہو جائے گی۔

(۳) قیامت (لمحہ بہ لمحہ) قریب ہوتی جائے گی۔

(۴) آدمی آدمی کو کھا جائے گا۔

اس کے بعد اُن کی زبان بند ہو گئی۔

(کرامات صحابہ ص ۲۳۳ بحوالہ طبرانی، البدایہ والنہایہ، اُسد الغانہ)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شیر کو جو کہ راستہ میں بیٹھا تھا اور قافلہ والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا اُس کے قریب جا کر فرمایا الگ ہٹ کر کھڑا ہو جا، آپ کی یہ ڈانٹ سن کر شیر دم ہلاتا، ہوا راستہ سے دُور بھاگ نکلا۔

(۱۰) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مہمان کے ساتھ مدائن سے نکلے صحرا میں ہرن دوڑ رہے تھے اور پرندے فضاؤں میں اُڑ رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے ایک پرندہ اور ایک ہرن میرے پاس آ جائے کیونکہ میرے ہاں ایک مہمان آیا ہے اور میں اس کی خاطر داری کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر ایک ہرن اور ایک پرندہ آگیا مہمان آدمی نے یہ دیکھ کر سبحان اللہ کہا آپ نے فرمایا حیران ہو رہے ہو کیا ایسا بھی کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ بندہ اللہ کریم کی اطاعت کرے اور پھر کوئی چیز بھی اُس کی نافرمانی کر سکے؟

حضراتِ قارئین! محبوبانِ بارگاہِ رب العالمین کے تصرفات و اختیارات پر

اور کرامات و برکات پر بے شمار مہنی برحقائق واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں ہم
اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

شہید

شہید اللہ قدوس کا صفاتی نام ہے۔

ملاحظہ فرمائیے آیاتِ قرآنیہ۔

اور اللہ شہید ہے تمہارے کاموں پر
(یعنی ہر کام اُس کے سامنے ہے)
بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(۱) وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا
تَعْمَلُونَ ۝ (آل عمران ۹۸)
(۲) إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيدًا ۝ (النساء ۳۳)

اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

(۳) وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيدٌ ۝ (المائدہ ۱۱۷)
(۴) أَدْلُو بَرَّتِكَ إِنَّهُ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا
کافی نہیں۔

(حکم السجدہ ۵۳)

اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(۵) وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

(مجادلہ ۶)

(۶) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

شَهِيدٌ ۝ (البرج ۹)

مذکورہ آیات مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ شہید ہے۔
 سب کے احوال و معاملات اُس کے سامنے ہیں، وہ سب پر گواہ ہے حتیٰ کہ
 اللہ قدوس نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ:

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنْتَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ہے۔

”شہید“ اللہ قدوس کے لیے آیا ہے اور اُس کی گواہی کافی ہے۔ تو اب
 کسی اور کے لیے ”شہید“ ہونے کا اعتراف و اِذعان واضح شرک ہونا چاہیے۔ جب کہ
 ایسا نہیں دیکھتے جس قرآن عظیم نے اللہ کریم کو شہید کہا ہے وہ ہی قرآن کھلے لفظوں میں
 فرماتا ہے :-

اور یہ رسول تم پر ”شہید“ یعنی نگہبان
 و گواہ۔

اور اے محبوب تمہیں اُن سب پر گواہ و
 نگہبان بنا کر لائیں گے۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)
 بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر
 اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر
 اور خوشی اور ڈر سناتا۔

(۱) وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ

شَهِيدًا ۝ (البقرہ ۱۲۳)

(۲) وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ

شَهِيدًا ۝ (النساء ۴۱)

(۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ

شَاهِدًا وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝

(الاحزاب ۴۵)

(۴) إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ

بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝

(الفتح ۸)

قارئین محترم! اللہ قدوس نے ہمارے پیارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید اور شاہد فرمایا، جس کا معنی ہے گواہ۔
اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس بات کی گواہی دے رہا ہے اُس نے خود دیکھا ہو۔

علامہ راعب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں :

الشَّهَادَةُ وَالشَّهْوُ الْحُضُورُ مَعَ الْمَشَاهِدَةِ أَمَّا بِالْبَصَرِ أَوِ الْبَصِيرَةِ
یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ سر کی آنکھوں
سے یا دل کی آنکھوں سے یعنی بصیرت کے نور سے۔

مفسرین کرام نے یہاں بڑی نفیس و شیریں گفتگو کی ہے۔ اور بہت باریکیاں
اور نکتے بیان فرمائے ہیں۔

ایک نکتہ یہ بیان فرمایا ہے :

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر گواہ بنا کر
بھیجا ہے۔ اُس چیز کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُسی میں بند ہو کر رہ جاتی۔ شہادت کو کسی ایک چیز
میں بند کرنے کی بجائے اس کے عام اور وسیع ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

اب اگر یہ اندازہ کرنا ہو کہ آپ کی شہادت کا دائرہ کتنا وسیع ہے؟
تو اتنی بات ذہن نشین کر لیجئے کہ جو عموم آپ کی رسالت و نبوت کے لیے ہے وہ
ہی عموم آپ کی شہادت کے لیے ہے یعنی جس جس کی طرف آپ نبی و رسول بن کر تشریف
لائے ہیں اُس اُس کے شاہد یعنی گواہ بھی ہیں۔

آئیے اب قرآن عظیم سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے :

(۱) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔
تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف
اللہ کا رسول ہوں۔

(الاعراف ۱۵۸)

(۲) لِيَكُونَنَّ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝
تاکہ ہو سب جہانوں کو ڈرسانے والا۔

(الفرقان - ۱)

(۳) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً
لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔
اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رست
کے ساتھ جو تمام لوگوں کو گھیرنے والی ہے
خوشخبری دیتا اور ڈرسانا۔

(الباقہ ۲۸)

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء ۱۰۷)
اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے
جہانوں کے لیے۔

قارئین محترم! غور فرمائیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کیسی
ہمہ گیر ہے کہ جس قرآن کا یہ فرمان ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
وہ قرآن یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝
پتہ چلا کہ کائنات کے جس جس فرد کا اللہ قدوس رب یعنی پالنے والا ہے، اُس
اُس فرد کی طرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول اور رحمت بن کر تشریف لائے ہیں
جس طرح اللہ قدوس کی ربوبیت سے کائنات کا کوئی ایک ذرہ بھی باہر نہیں، اُسی
طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے احاطے سے بھی کوئی
باہر نہیں۔
(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۰۵)

”شَاہِدًا“ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں :
أَمَّا اللَّهُ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَأَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ وَعَلَى النَّاسِ

بِأَعْمَالِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور لوگوں کے اعمال کے گواہ ہیں۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سارے جانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔

شیطان لعین جو کہ زحمت ہے اُس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:
إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف ۲۷)
بے شک وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔
آپ اندازہ کریں کہ شیطان لعین جو کہ زحمت ہے وہ تو سب لوگوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس بات کو ماننے سے آدمی مشرک بھی نہ ہوتا ہو تو کیا یہ ظلم عظیم نہیں کہ جس کو قرآن نے شاہد اور شہید کہا ہو، اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے کہ وہ ہمارے اعمال کا شاہد فرماتے ہیں، قطعہ شرک دیا جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ)
جب عورت دنیا میں اپنے نیک شوہر کو ستاتی ہے تو وہ حور جو اُس نیک بندے کے لیے جنت میں اُس کی منتظر ہے وہ اُس عورت کو کہتی ہے اسے تکلیف نہ دے۔
حدیث شریف کے اصل الفاظ پڑھیے۔

حضرت بن جبل راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تکلیف دیتی کوئی عورت اپنے شوہر کو مگر کہتی ہے اُس شوہر کی زوجہ حور عین کہ اسے تکلیف نہ دے تجھے اللہ مارے۔
یہ تو تیرے پاس چند دنوں کیلئے ہے۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤْذِيْ امْرَأَةً زَوْجَهَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنْ الْخَوَرِ الْعَيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتِلُكَ اللَّهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ دَخِيلٌ أَوْ شَكٌّ

أَنْ يَفَارِقَكَ إِلَيْنَا۔ عنقریب یہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس

(ابن ماجہ ص ۱۲۶ و ترمذی شریف) آجائے گا۔

حضرات محترم! اس حدیث پر غور کریں خورجنت میں ہے، عورت دنیا میں اپنے شوہر سے جھگڑتی ہے دن کو رات کو، سفر میں حضر میں، مکان کی چھت کے نیچے غرض مختلف حالات میں، جب بھی اور جہاں بھی لڑتی جھگڑتی ہے تو اُس آدمی کی خوروں سے سب کچھ دیکھ بھی لیتی ہے اور سُن بھی لیتی ہے اور اس بات کو ماننے سے آدمی مشترک بھی نہیں ہوتا، حالانکہ وہ خور صرف اُس آدمی کے لیے ہے۔

تو جس کی نبوت و رسالت کے گھرے میں ساری کائنات ہو۔ اور جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہو اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمیں اور ہمارے حالات کو دیکھتے ہیں اس سے آدمی مشترک نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ عقیدہ قرآنی ہے۔ کہ قرآن عظیم نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید فرمایا ہے اور ساری کائنات آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کے گھرے میں ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

غزالیٰ زماں رازیٰ دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کے تحت بڑی نفیس و شیریں بحث لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد لفظ رحمت کی طرف آئے مفسرین نے اس کی دو توجہیں کی ہیں اگر مُسْتَنْتٰی مِنْهُ اَعْتَرِعِلَّ ہو تو ”رحمۃ“ اَرْسَلْنَا فعل کا مفعول لہ قرار پائیگا۔ اور تقدیر عبارت یہ ہوگی وَمَا أَرْسَلْنَاكَ لِغِلَّةٍ مِّنَ الْعِلَلِ إِلَّا لِحُجْلِ الرَّحْمَةِ لِّلْعَالَمِينَ (ترجمہ) ہم نے آپ کو کسی لیے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے رحمت کے لیے بھیجا ہے اور اگر (اَعْتَرِعِلَّ کی بجائے) اَعْتَرِعِلَّ احوال

کو مُسْتَثْنٰی مِنْہُ بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہوگا اور لفظ رحمت مفعول
مبنی للفاعل ہو کر معنی راحم قرار پائے گا۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
فِي حَالٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا حَالٌ كَوْنِكَ رَاحِمًا لِلْعَالَمِينَ (ترجمہ)
اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال
میں کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحم کرنے والے ہیں۔ لفظ رحمت مفعول لہ ہو یا حال
بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول لہ سبب فعل ہوتا ہے
اور فاعل بھی سبب فعل ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحم ہونا حال اور
مفعول لہ دونوں کے مطابق ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات
کل مخلوقات، ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ غرض اللہ کے سوا ہر شے کے لیے رحم
فرمانے والے ہیں۔

بیان سابق کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین کے لیے راحم
ہونا ثابت ہو گیا تو راحماً للعالمین ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہو گئے
کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ إِذَا ثَبَتَ الشَّيْءُ ثَبَتَ بِجَمِيعِ لَوَازِمِهِ جب
کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔
کسی پر رحم کرنے کے لیے چار باتیں لازم ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم
نہیں کر سکتا، وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ
اللہ زندہ نہ ہوں تو راحماً للعالمین نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا راحماً للعالمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ

رحم کرنے والا مرحوم (جس پر رحم ہونا ہے) کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے اس خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں یقیناً نہیں جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح واقف نہ ہو اس وقت تک اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحماً للعالمین ہیں تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین ————— جمیع کائنات و مخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ماکان و مایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحماً للعالمین نہیں ہو سکتے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راحماً للعالمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب روز سمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرنے کرتا رہتا ہے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے کہ اس کے لیے چپنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار

پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے بھی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جلنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ رحم نہیں کر سکتے، معلوم ہوا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لیے ضروری ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لیے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاصل ہے۔ (۴) چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ گذشتہ صفحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں لکھا جا چکا ہے۔

(۱) اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ فرمانے کی طاقت کسی عظیم ہے کہ آپ برملا فرماتے ہیں:

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ (مشکوٰۃ)

بے شک میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رہتے ہوئے جنگ موتہ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے آنکھوں دیکھا حال براہ راست بیان فرماتے ہیں۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۱۱)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا
هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى
كَفَى هَذِهِ - (زرقانی علی الوہاب جلد ۷ ص ۲۰۴)

”بے شک اللہ نے میرے لیے دُنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں تو میں دُنیا کو
اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں
جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔“

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین راتیں بیت المال
میں پیش آنے والی صورت حال مَافَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ کہہ کر بیان
فرمادی۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد ۱ ص ۳۱۰ پر موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم شہادت پر مشتمل کثیر احادیث مبارکہ گزشتہ صفحہ
پر ”عَلَيْهِمْ“ کے تحت گزر چکی ہیں۔

اب چند مایہ ناز محدثین و مفسرین کے نظریات پیش خدمت ہیں۔
(۱) حجة الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَحْضَرُنِي قَلْبُكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيمِ
وَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ -

(احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۱۵۱)

یعنی التحیات پڑھتے ہوئے جب تو السلام علیک ایہا النبی تک پہنچے تو اپنے دل
میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک کو حاضر سمجھ کر پھر عرض کر السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۲) عارف ربانی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شہد کے بیان میں
لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَيِّدِي عَلِيًّا الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّمَا أَمْرُ
الْشَّارِعِ الْمُصَلِّي بِالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الشَّهَادَةِ لِتَنْبِيهِ الْغَافِلِينَ فِي جُلُوسِهِمْ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ
وَجَلَّ عَلَى شَهُودِ نَبِيِّهِمْ فِي تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَإِنَّهُ لَا يُفَارِقُ
حَضْرَةَ اللَّهِ تَعَالَى أَبَدًا فَيُخَاطَبُونَهُ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً.

(کتاب المیزان جلد ۱ ص ۱۵۴)

(ترجمہ) میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ شارع
(حقیقی) نے (تشہد) میں نمازی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ والسلام پڑھنے
کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو تنبیہ کی جائے
کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں۔ اُس بارگاہ میں اُن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں اس
لیے کہ وہ دربارِ خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

اسی مذکورہ مفہوم و معنی پر مثل بیانات ان کتابوں میں بھی ہیں۔

فتح الباری شرح بخاری۔ المواہب اللدنیہ، زرقانی شرح مواہب، مدارج النبوة
سعاہ، فتح الملہم، اوجز المسالک، مسک الختام۔

(۳) مزید ہم شارح بخاری امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما کا فیصلہ پیش کرتے
ہیں فرماتے ہیں :

وَقَدْ قَالَ عُلَمَاءُنَا لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ
وَعَزَائِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَلِكَ جَلِّيٌّ عِنْدَهُ لَا خِفَاءَ بِهِ.

(مواہب لدنیہ جلد دوم ص ۳۸۶)

ہمارے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور اُن کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں اور یہ آپ پر بالکل ظاہر ہیں اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ”شہید“ ہونے کا معنی و مفہوم حضرت امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

وَمَعْنَى شَهَادَةِ الرَّسُولِ
عَلَيْهِمُ اِطْلَاعُهُ عَلَى
رُتَبَةِ كُلِّ مُتَدَرِّجٍ
بِدِينِهِ وَحَقِيقَةِ النَّبِيِّ
هُوَ عَلَيْهَا مِنْ دِينِهِ وَ
حِجَابِهِ الَّذِي هُوَ بِهِ
مَحْجُوبٌ عَنْ كَمَالِ
دِينِهِ فَهُوَ يَعْرِفُ
ذُنُوبَهُمْ وَحَقِيقَةَ
اِيْمَانِهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ
وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّئَاتِهِمْ
وَإِخْلَاصِهِمْ وَنِفَاقِهِمْ
وَعَنَى ذَلِكَ بِشُورِ
الْحَقِّ۔

یعنی وہ باشند رسول شامبر شا
گواہ زیر اگر مطلع است
نور نبوت بر رتبہ ہر متدرج
بدین خود کہ در کلام درجہ از
دین من رسیدہ و حقیقت
ایمان او حبسیت و حجاب
کہ بدان محبوب ماندہ است
کدام است پس اومی شناسد
گناہن شمارا و اعمال نیک
و بد شمارا و اخلاص و
نفاق شمارا و لذات شہادت
درجات ایمان کو اور تمہارے نیک
اور در دنیا (و آخرت) و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و
بحکم شرح در حق امت
مقبول و واجب العمل
صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دنیا
اور آخرت میں بحکم شرح امت کے
است۔

(روح البیان ص ۲۳)

(جلد اول)

(تفسیر عزیزی پارہ ۲) حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

(۵) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

النَّظَرُ فِي أَعْمَالِ أُمَّتِهِمُ وَالْأَسْتِغْفَارُ لِسُهُمُ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالِدُعَاءُ
بِكُشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالسَّرَدُ وَفِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَالْبُرُكَةُ
فِيهَا وَحَضُورُ جَنَازَةٍ مِنْ صَلَاحِي أُمَّتِهِمْ فَإِنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ مِنْ
أَشْغَالِهِ كَمَا وَرَدَتْ بِذَلِكَ الْحَدِيثُ وَالْأَثَارُ۔

(إِنْتِبَاهُ الْأَذْكِيَا ص ۷)

اپنی امت کے اعمال پر نگاہ رکھنا ان کے گناہوں کے لیے استغفار کرنا ان سے
بلا دور ہونے کی دعا کرنا، زمین میں ادھر ادھر آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت
کے صالحین کے جنازوں میں شریک ہونا یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں
جیسا کہ اس کے متعلق احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(۶) حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی ایمان افروز یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے
کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محاصرہ کے وقت حضور علیہ السلام
میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

يَا عُمَانُ حَصْرُوكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ عَطَشُوكَ قُلْتُ نَعَمْ فَأَدْلَى
لِي دَلْوًا فِيهِ مَاءٌ فَشَرِبْتُ حَتَّى رَوَيْتُ حَتَّى إِنِّي لَا جِدُّ بَرْدَةٍ بَيْنَ
شَدَى وَبَيْنَ كَتَفَيَّ فَقَالَ إِنَّ شَيْئًا نَصِرْتَ عَلَيْهِمْ وَإِنْ شَيْئًا
أَفْطَرْتَ عِنْدَنَا فَاحْذَرْتُ أَنْ أَفْطَرَ عِنْدَهُ فَقُتِلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ۔

(الحادی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۴۲۸)

اے عثمان! محصور کیا ہوا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے تجھے پیاسا رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دُول لٹکایا اس میں پانی تھا تو میں نے سیراب ہو کر

پایاں تک کہ میں اس پانی کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے دشمنوں کی خلاف تیری مدد کی جائے۔ اور اگر تو چاہے تو ہمارے ہاں افطار کرنا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں افطار کرنے کو پسند کیا، پس اسی دن حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

کہ والد ماجد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ماہ رمضان میں ایک دن میری نکیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہو گیا قریب تھا کہ میں کمزوری کی بنا پر روزہ توڑ دوں مگر رمضان شریف کے روزہ کی فضیلت کے صانع ہونے کا غم لاحق ہوا اسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے لہزد اور خوشبودار زندہ عطا فرمایا ہے پھر انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا پانی بھی مرحمت فرمایا جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں اس غنودگی کے عالم سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ اور میرے ہاتھوں میں ابھی زندہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھوں کو دھو کر پانی کو محفوظ کر لیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔

(انفاس العارفين ص ۷۱)

قارئین محترم! یہاں پر ہم شرک کی بحث ختم کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ شرک تب ہوگا جب اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز سمجھی جائے، یا کسی کو واجب الوجود مانا جائے، یا کسی کو خالق حقیقی مانا جائے، وگرنہ اس کے علاوہ اس خالق کائنات کی عطا کردہ صفات و کمالات ماننے سے ہرگز ہرگز شرک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ

”اکبر“ (سب سے بڑا) اللہ تعالیٰ ہے۔

”اعظم“ (سب سے بڑا) اللہ تعالیٰ ہے۔

”غنی“ (صاحبِ غنا) اللہ تعالیٰ ہے۔

”علی“ (بلندی والا) اللہ تعالیٰ ہے۔

باوجود اس کے کہ اکبر اللہ ہے، حضرت ابو بکر کو صدیق اکبر بھی کہتے ہیں۔ اور یہ شرک بھی نہیں ہے۔ اسی طرح بڑی عظمت والا اللہ ہے اور حضرت عمر فاروق کو فاروق اعظم بھی کہتے ہیں۔ اسے بھی کسی نے شرک قرار نہیں دیا۔

قرآن و حدیث میں اللہ کو غنی کہا گیا ہے۔

مگر حضرت عثمان کو عثمان غنی کہنے پر شرک کا فتویٰ نہیں داغا جاتا۔ اسی طرح قرآن کریم وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ کہہ کر اللہ کو ”علی“ قرار دیتا ہے۔ یعنی بلندی والا، باوجود اس کے علی خود اللہ قدوس ہے۔ جناب اسد اللہ کو علی کہنے سے شرک نہیں ہوتا۔

کیوں نہیں ہوتا اس لیے کہ اللہ قدوس عز و جل کی صفات ذاتی غیر فانی اور مستقل ہیں۔ وہ ان صفات میں کسی کا محتاج نہیں اور جو صفات اُس کے بندوں میں ہیں۔ وہ اُسی کی عطا کردہ ہیں۔

اللہ کی صفات غیر محدود، بندوں کی صفات محدود۔ اُس کی صفات غیر فانی بندوں کی صفات فانی۔ اُس کی صفات غیر متناہی بندوں کی صفات متناہی۔ اب ہم انشاء اللہ العزیز بیدعت اور اس کی تعریف و تقسیم اور اس کے تحت چند مسائل ضروریہ بیان کریں گے۔

بِدْعَت

بدعت کا لغوی معنی ہے نئی چیز یعنی کسی سابقہ نظیر کے بغیر جو امر ایجاد کیا جائے
بدعت کہلائے گا اور بدعت کا اصطلاحی معنی ہے امور دنیویہ میں جو کام ثواب کے لیے
ایجاد کیا جائے اب وہ کام اگر خلاف دین ہوگا تو حرام و ناجائز قرار پائے گا اور اگر خلاف
دین نہ ہو تو جائز و درست قرار پائے گا۔
بدعت کا لغوی معنی قرآن سے۔

بِدْعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔
(البقرہ ۱۱۷، الانعام ۱۰۰)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ
الرُّسُلِ۔ (الاحقاف ۹)

بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے
والا۔
تم فرماؤ میں کوئی انوکھا (نیا) رسول نہیں۔

شرعی اصطلاحی معنی قرآن سے

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ
اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهَابِنِيَّةً
ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ
إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا
رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا
الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ
وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝
(الحديد ۲۷)

اور ہم نے رکھی اُن کے پیروؤں کے
دل میں نرمی اور رحمت۔ اور راہب بننا
تو یہ بات اُنھوں نے دین میں اپنی طرف
سے نکالی ہم نے اُن پر مقرر نہ کی تھی۔
ہاں یہ بدعت اُنھوں نے اللہ کی رضا
چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا
اُس کے نبی نے کا حق تھا تو اُن کے
ایمان والوں کو ہم نے اُن کا ثواب عطا

فرمایا اور ان میں بہترے فاسق ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فِي الشَّرْعِ إِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (مرقات)

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (ظاہری) میں نہ ہوا ہو وہ کلام کرنا۔

مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

أَمَّا الْبِدْعَةُ اللَّغَوِيَّةُ فَهِيَ تَنْقَسِمُ إِلَى مُبَاحَةٍ وَمَكْرُوهَةٍ وَحَسَنَةٍ وَسَيِّئَةٍ قَالَ الشَّيْخُ دَلِيُّ اللَّهِ مِنْ أَصْحَابِ بَنَامِنَ الْبِدْعَةِ
بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ..... الخ

بہر حال باعتبار لغت۔ بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ بدعت مباحہ، بدعت مجتہدہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ ہمارے اصحاب میں سے حضرت شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برا نیکی نہ کیا ہے جیسے تراویح (باجماعت) بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے۔ جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے میں کہتا ہوں دو لہا، دہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں شامل ہیں۔ بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی رسم جو بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قبا اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے ہیں اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا ردی جُبہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے

ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

یہ تھا ترجمہ ہدیت المہدی کی اصل عربی عبارت کا جو صفحہ ۶ اور ۱۱ پر ہے۔ غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم قاضی شوکانی فتح الباری سے نقل کرتے ہوئے بدعت

کے بارے میں لکھتے ہیں :

الْبِدْعَةُ أَصْلُهَا مَا أَحْدَثَ عَلَى

غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ..... الخ

لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مذموم ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۳۲۵)

مذکورہ بالا دونوں حوالے اُن لوگوں کے مسلمہ اور معتمد علماء کے ہیں جو صبح و شام یہ رٹ لگاتے ہیں کہ بدعت ہوتی ہی..... بُری ہے بدعت اچھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اُن لوگوں کو دعوت ہے جو محض ہٹ دھرمی سے بدعت حسنہ کے انکاری ہیں کہ کم از کم اپنے علماء کی کتابیں ہی پڑھ لیا کریں۔

قبل اس کے کہ ہم بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کو احادیث مبارکہ سے بیان کریں۔ اور مہر نیم روز کی طرح ثابت کریں کہ جو کام اچھا ہو وہ اگرچہ خیر القرون میں نہ ہوا ہو وہ جائز ہے مناسب سمجھتے ہیں کہ اقوال محدثین کی روشنی میں بدعت کی تعریف و تقسیم پر مزید مواد پیش کر دیں۔

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جذری رقم طراز ہیں۔ طویل عربی عبارت ہے ہم صرف ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔

الْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ بِدْعَةٌ هَدَىٰ وَبِدْعَةٌ ضَلَّالٌ.....

فرماتے ہیں۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برا ٹھیکہ کیا ہو اس کام کا کرنا قابل تعریف ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ جیسے

سختی کی اقسام اور دوسرے کئی نیک کام وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھے کام کی ابتدا کی اُس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے اُن کے عمل کا اجر بھی ملے گا۔ اور جو بُرے کام کی ابتدا کرے اُس کے بارہ میں فرمایا جس شخص نے بُرے کام کی ابتدا کی اُس پر اپنی بُرائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس بُرائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اُس پر ہوگا اور یہ اُس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

(یہ تھا ترجمہ علامہ ابن اثیر کی تحریر کردہ عربی عبارت کا جو کہ النہایہ جلد ۱ ص ۱۰۶ پر ہے)

مذکورہ بالا عبارت علامہ ابن اثیر کے حوالے سے لسان العرب جلد ۱ ص ۳۴۲ پر منقول ہے اور مستزاد یہ کہ لسان العرب کے اسی صفحہ کے آخر میں کُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن منظور فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يُرِيدُ مَا خَالَفَ أُصُولَ الشَّرِيعَةِ وَلَمْ يُوَافِقِ الشُّنَّةَ۔
 ہر نیا کام بدعت ہے اس سے مراد ہے ہر وہ نیا کام جو اصولِ شریعت کی خلاف
 ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔

علامہ نووی نے بدعت کی انتہائی تفصیل اور تحقیق پیش کی ہے لمبی عبارت ہے
 ترجمہ پیش کرتے ہیں :

(بِدْعٌ) الْبِدْعَةُ بِكَسْرِ الْبَاءِ فِي الشَّرْعِ هِيَ إِحْدَاثُ مَا
 لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ
 مُنْقَسِمَةٌ إِلَى حَسَنَةٍ وَقَبِيحَةٍ الخ.....

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
 مبارک میں نہ ہوا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبد الغفر
 بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور
 امامت پر تمام کا اتفاق ہے۔ انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا ہے بدعت
 کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح انھوں نے فرمایا
 کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ
 بدعت قواعدِ ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت
 داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور
 اگر کراہت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل
 ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن
 و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب
 ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور جس چیز پر کوئی
 واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے

معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا۔

تیسری مثال یہ ہے کہ دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا۔

چوتھی مثال ہے سند حدیث میں بخرج اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضرورت سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکورہ علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔

تبدیلیہ، جبریہ، مرجئیہ، اور مجسمہ کے نظریات اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبیہ میں داخل ہے۔ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا فلاحی اور اصلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح۔ تصوف کی دقیق اباحت بدعتیہ فرقوں کے مناظرہ اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الہی ہو۔ بدعات مکروہہ کی بعض مثالیں یہ ہیں۔ مساجد کی زیب و زینت (متاخرین فقہائے اس کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کے خوبصورت محلات اور اعلیٰ رہائشی مکانات کے مقابلے میں جیسا کہ اب ہیں مساجد حقارت کی نظر سے نہ دیکھی جائیں۔) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے)

بدعات مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں صبح اور عصر (کی نماز) کے بعد مصافحہ کرنا۔ کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیضیں پہننا وغیرہ۔

و مکتا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ عبدالعزیز بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے

بدعات کی مذکور الصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں (مرقات جلد ۱ ص ۲۱۶)

و شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام نقل کی ہیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۲۵)

و علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (رد المحتار جلد ۱ ص ۵۲۳)

و علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (روح المعانی جزء ۲، ص ۱۹۲)

و علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۳)

و علامہ دشتاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں۔ (اکمال المعلم جلد ۳ ص ۱۳)

و علامہ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ مالکی نے بھی قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (دکمل اکمال المعلم جلد ۳ ص ۲۳)

و علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد ۱ ص ۱۹۲)

و شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔ (فتح المسلم جلد ۲ ص ۴۰۶)

(شرح مسلم جلد ۲ ص ۵۵۶)

گزشتہ چند صفحات پر پیش کی گئی بدعت کی تعریف و تقسیم سے پتہ چل گیا کہ جو لوگ بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں بند کرتے ہیں یہ محض اُن کی ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت سیئہ اور حسنہ کا بیان۔ بدعت سیئہ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو
ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔
(۲) عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اما بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا طریقہ ہے اور بدترین چیز وہ بدعتیں ہیں جو دین میں پیدا کی گئیں اور ہر بدعت
گمراہی ہے۔

حضرات محترم! مذکورہ دونوں حدیثوں میں بدعت سیئہ کا بیان ہے اور یہی وہ بدعت
ہے جسے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کہا گیا ہے۔ وگرنہ اچھے کام گمراہی نہیں اُن
کے بارے میں تو واضح ارشادِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے :
آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ
عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مَنْ غَيْرُ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ
وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ
عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مَنْ غَيْرُ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ
(مشکوٰۃ ص ۳۳ بحوالہ مسلم)

جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اُسے اپنے عمل اور بعد میں آنے والے
جو اس طریقہ پر عمل کریں گے اُن کے عمل کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور اُن کے ثواب میں

ذره بھر کی نہیں آئے گی اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بد عملی کا گناہ بھی ہے اور ان کی بد عملیوں کا بھی جو اس پر بعد میں عمل کریں گے بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کچھ کمی ہو۔

ان احادیث سے پتہ چلا کہ بدعت ہمیشہ بُرے عمل کا ہی نام نہیں کبھی اچھے کام بھی بدعت ہو سکتے ہیں۔

سرکارِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا تو واضح فرمان ہے جب کہ آپ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز تراویح باجماعت پڑھنے کے لیے جمع کیا تو فرمایا:

نَعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۲۶۹)

یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

پچھلے صفحات پر پیش کی گئی بدعت کی تعریف و تحقیق اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض ہٹ دھرمی و سینہ زوری سے اس جند پر قائم ہو کہ بدعت اچھی ہو ہی نہیں سکتی۔ تو اسے ہم کیسے سمجھا سکتے ہیں۔

یہ بحث دُوسری ہے کہ بنجر ہے کس لیے

رقبہ تو کشتِ جاں کا وسیع و عریض ہے

و بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۲۴ اور ۱۲۵ پر حضرت امام بخاری نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ عہد رسالت اور عہدِ ابوبکر و عہدِ رضی اللہ عنہما میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا، لیکن اسے بدعت ضلالت کسی نے بھی نہیں کہا بلکہ تمام امت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔

اُن چار حدیثوں میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں:

وَأَنَّ التَّائِذِينَ الثَّانِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْرِبُهُ عُثْمَانُ۔

(بخاری جلد ۱ ص ۱۲۵)

بے شک دوسری آذان جمعہ کے روز اس کا حکم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیا۔
 جمع قرآن کے سلسلے میں حضراتِ شہین رضی اللہ عنہما کی گفتگو بھی بدعتِ حسنہ کا بہت اعلیٰ مفہوم پیش کرتی ہے۔ جب جنگِ یمامہ میں بہت سارے حفاظِ کرام شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ڈر محسوس کرتا ہوں اگر یہی سلسلہ رہا حفاظِ کرام کی شہادت کا تو قرآنِ کریم کے بارے میں پریشانی بن سکتی ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتابی شکل میں قرآنِ کریم یکجا نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ قرآنِ پاک کو یکجا کر کے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جائے لیکن جواب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ وَاللَّهُ خَيْرٌ۔

میں وہ کام کیسے کروں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ پس حضرت عمر نے کہا اے امیر المؤمنین اگرچہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا لیکن خدا کی قسم! اچھا حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ عمر مجھ سے باصرار تقاضا کرتے رہے لیکن میں یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ میں وہ کام کیوں کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ میں ٹالتا رہا یہاں تک کہ:

حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۷۶)

”یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔“
 اور میں حضرت عمر کی رائے سے متفق ہو گیا۔

اس حدیث سے ہر نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ جو کام اچھا ہو اس کی نظیر

خیر القرون سے نہ بھی ملے تو جائز ہے۔

بدعت کی آرٹ لے کر آج ہزاروں نیک کاموں سے لوگوں کو روکنے والے کیا بدعت کے مفہوم کو حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ بخاری شریف کی مذکور حدیث سے واضح ہوا کہ پوری امت میں جو سب سے اعلیٰ و افضل ہیں جن کی علو شان و فضیلت کا زمانہ معترف ہے دونوں ہی ایمان والوں کے لیے مینارہ نور ہیں، رہتی دنیا تک اسلامی تہذیب جن کی احسان مند رہے گی۔ اُن دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو کام اچھا ہو وہ جائز ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔

اب ہم چند ایسے مسائل کی تحقیق پیش کرتے ہیں جن کو بدعت کی آرٹ لے کر حرام و ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ وہ کارہائے خیر جو صدیوں سے مسلمانوں کا معمول رہے ہیں مثلاً

جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی وجاہت و شفاعت کا ذکر، وسیلہ اور اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام اور باقی گیارہویں شریف اور دیگر تقاریب ایصالِ ثواب کے موضوع پر عنقریب ایک علیحدہ کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے، انشاء اللہ العزیز۔

مِلَادِ مُصْطَفٰی صَلٰی اللہ علیہ وسلم



جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل پیش کرنے سے پہلے چند ضروری امور پہلی بات یہ کہ جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے، کیسے منایا جاتا ہے؟ جان لیجئے کہ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو فخرِ رسل، آقائے گل، شفیع روزِ محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ میلاد پر آقا علیہ السلام کی ولادت کے واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ آپ کی عادتِ کریمہ اور شفاعتِ کبریٰ پر وعظ کیے جاتے ہیں، آپ کی صورتِ دسیوہ کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ حامی بیگم کی آمد کے دن کی خوشی مناتے ہوئے لوگ عمدہ اور نئے کپڑے پہنتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، ذکر و نعت میں مشغول رہتے ہیں تلاوتیں اور سخاوتیں ہوتی ہیں۔ بہترین کھانے پکائے جاتے ہیں اور خواصِ عام کو کھلائے جاتے ہیں، محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت والے دن اُمتی و فورِ محبت و عشق میں گلیوں اور بازاروں میں نکل آتے ہیں۔ اکٹھے ہو کر جلوس کی شکل میں درود و سلام اور ذکر و نعت کا در و کرتے ہوئے چلتے ہیں اور پھر جلوس کے اختتام پر کسی معینہ جگہ پر عظیم محفل ہوتی ہے جہاں مقررین محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرۃ کے نقوش اجاگر کرتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات و کمالات کا بیان کرتے ہیں۔ اُمت کی خاطر غاروں میں، جلوتوں اور خلوتوں میں رو کر دعائیں کرنے والے مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں خوش قسمت اُمتی درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اُس کے بعد ملک و ملت کے لیے، دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے اجتماعی دعا ہوتی ہے۔

لِلّٰهِ انْصَافٌ کیجئے؟ اس میں کون سا پہلو حرام ہے؟
اس میں کونسی بے دینی کی بات ہے؟ اس میں کونسا کام اسلام دشمنی پر مبنی
ہے؟

کیا اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن منانا حرام ہے؟
یا آقا علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کرنا حرام ہے؟
کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کے تذکرے ناجائز ہیں؟ یا ذکر و
نعت کا اہتمام کرنا بے دینی ہے؟
اعلیٰ و نفیس کھانے پکا کر خواص و عوام کو کھلانا ناجائز ہے؟
یا اکٹھے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا حرام ہے؟
اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا حرام ہے؟ یا
ملک و قوم کے لیے دعائیں کرنا حرام ہے؟
معترض کو چاہیئے کہ نشان دہی کرے کہ وہ کس وجہ سے میلاد شریف کے پروگراموں
کو حرام کہتا ہے؟

اگر بعض جہال بعض جگہ اس دن جہالت کی وجہ سے ڈھول، باجے، گانا
بجانا اور رقص وغیرہ جیسی خرافات و بدعاتِ ستیہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کے
ایسے ناپسندیدہ اعمال و افعال کی وجہ سے مطلقاً ذکر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
حرمت و بدعتِ ستیہ کا فتویٰ داغ دینا کہاں کا انصاف اور دین دوستی ہے؟
دیکھئے! آجکل نوے فیصد شادیوں میں خلاف شرع حرکات ہوتی ہیں، بعض لوگ تو
شادیوں میں عریانی و فحاشی کی آخری حد و بھی بھیلانگ جاتے ہیں۔ شرابیں پیتے
ہیں، فحش ڈانس کروائے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان خرافات کی وجہ سے
اگر کوئی کہے کہ نکاح حرام ہے۔ دلیل یہ دے کہ چونکہ نکاح کے وقت بارات

آتی ہے، بارات میں خلاف شرع حرکات ہوتی ہیں۔

لہذا نکاح ہونا ہی نہیں چاہیئے، نہ نکاح کے لیے بارات آئے۔ اور نہ خلاف شرع حرکات ہوں۔ تو اس کی بات اور دلیل غلط ہے کیونکہ نکاح تو مسنون اور اچھی چیز ہے آج بھی خالص اور اچھے مسلمان نکاح جو کہ سنت مبارکہ ہے اس سنت کو سنت کے مطابق ہی پورا کرتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ جس کام میں بعض غیر ذمہ دار لوگ کوئی خرافات داخل کر دیں اُن کی خرافات کی وجہ سے وہ کام حرام نہیں ہوگا۔ ہاں وہ خلاف شرع حرکات ناجائز و حرام کہلائیں گی۔

آئیے اب ہم اختصار کے ساتھ دلائل پیش کرتے ہیں۔

جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا بنیادی جزو دن منانا ہے۔ وہ دن کسی نعمت کے ملنے کا دن ہو یا ولادت کا۔ وہ دن کسی امرِ ذیشان کے نزول کا دن ہو یا کسی اور مہتمم بالشان امر سے متعلق ہو، اس دن کو بطور یادگار منانا، اس میں خوشیوں کا اظہار کرنا آیاتِ قرآنیہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

(۱) قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً
مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا
وَأَيَّةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ

(المائدہ ۱۱۴)

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی۔ اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

تفاسیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس "خوان" کے نزول کا دن اتوار تھا۔
لہذا عیسے علیہ السلام کی امت نے اتوار کو عید بنالیا۔

حضرت عیسے علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں کسی بھی نبی سے شرک و بے دینی
متصور و ممکن نہیں۔ تو عیسے علیہ السلام کی اس دُعا سے پتہ چلا کہ جس دن اللہ کریم
کی کوئی نعمت حاصل ہوئی ہو اُس دن کو بطور یادگار منانا بالکل جائز اور امر مستحسن
ہے۔ اس بات کو حرام کہنے والے دراصل دولتِ حق فہمی سے محروم ہیں۔

(۲) وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ - (ابراہیم - ۵)

اور انھیں اللہ کے دین یاد دلاؤ۔

اس قرآنی جملے میں اللہ کے دنوں سے کون سے دن مراد ہیں تو اگلی آیت میں
اس کی وضاحت موجود ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ ذُلِّ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ
الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ
نِسَاءَكُمْ ۖ

(ابراہیم ۶)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب
اُس نے تمھیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بُری مار دیتے تھے
اور تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمھاری بیٹیاں زندہ رکھتے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونوں کے
ظلم و ستم سے نجات بخشی وہ اللہ کا خاص دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعونوں
پر قہر نازل کیا وہ اللہ کا خاص دن ہے۔ وہ فرعون بنی اسرائیل کو انتہائی سخت
تکلیفیں دیتے تھے اُن کے لڑکوں کو قتل اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ تو جس دن

اس قسم کے اذیت ناک حالات سے موسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کو نجات ملی وہ دن اللہ کے خاص اُن دنوں میں سے ہے جنہیں یاد رکھنے کا اللہ حکم دے رہا ہے۔ اور صحیح حدیث ہے کہ اُس دن کی یاد میں بنی اسرائیل روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے۔

فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا
عَنْ ذَلِكَ فَقَالُوا هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللَّهُ
فِيهِ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ
نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ۔

تو آپ نے پایا یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پس وجہ پوچھی گئی یہودیوں سے اس روزہ کی تو انھوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ قدوس نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر قابض فرمایا تھا۔ ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَحْنُ أُولَى بِمُوسَى مِنْكُمْ
ثُمَّ أَمَرَ بِصَوْمِهِ۔ ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے قریبی ہیں پھر آپ نے (عاشورہ کا) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

(بخاری باب اتيان اليهود)
حضرات محترم! غور فرمائیں اس جمل بعض لوگ تسخرا کہہ دیتے ہیں کہ سنیوں کا نبی ہر سال پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ ہر سال جشن میلاد مناتے ہیں۔ ان کی یہ بات کتنی بے ہودہ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو مائدہ اترنے کی دعا کی اور پھر اس کو عید بنایا، کیا مائدہ ہر سال اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن دنوں کو جن امور کی وجہ سے یاد کرنے کا حکم دیا ہے کیا وہ ہر سال وجود میں آتے تھے خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو روزہ رکھنے دیکھا۔ تو منع کرنے کی بجائے خود بھی

روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا۔

کہئے کیا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ہر عاشورہ کو فرعون پر غالب آتے ہیں۔ فافہم
اللہ تعالیٰ کی رحمت یا نعمت کسی شکل میں بھی میسر آئے تو خوشی منانے کا قرآنی حکم
ہے۔ پڑھیے قرآن کریم، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۔ (یونس ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہیے کہ خوشی کریں۔
ہم مانتے ہیں کہ قرآن و اسلام بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہیں، لیکن
اُس کے رحمت ہونے کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

جسے قرآن کریم نے سب جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ تو اس سے واضح
طور پر امر کے صیغہ کے ساتھ خوشیاں منانے کا حکم ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (والضحیٰ ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چہر چاک کرو۔

اللہ کریم اپنی پاک و لاریب کتاب میں اپنی نعمتوں کا چہر چاک کرنے کا حکم دے رہا ہے
تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے جس نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ
خود ارشاد فرماتا ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا۔

تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا کہ اُن میں (اپنے عظیم) رسول
کو مبعوث فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہیں؟

بخاری شریف جلد دوم ص ۵۶۶ پر موجود ہے مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللَّهِ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں
تو آپ کی آمد مبارک کے دن کا چہرہ چاکرنا تقاضائے ایمان اور اعلانِ قرآن ہے۔

محافل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ میلاد
منعقد کی۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ
كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا
مَعَكُمْ لَبِئْسَ مَنْ يَنْفِي بِهِ وَلِتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي ط قَالُوا أَقْرَرْنَا ط
قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ط
فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ط

(آل عمران - ۸۱، ۸۲)

اصیادِ کبر و جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب
اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری
کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور
بر ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں! تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا
بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے
پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس
کے بعد پھرے تو وہ فاسق ہے۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وہ پہلی محفل ہے جو عالم ارواح میں منعقد ہوئی
 اس میں بیان فرمانے والا خود رب العالمین ہے۔
 سامعین ایک لاکھ کئی ہزار انبیائے کرام ہیں کتنا عظیم اجتماع تھا اور ذکر
 تھا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا۔
 پس اسی کو ذکرِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انبیائے
 کرام کو یہ سن کر غم اور دکھ تو نہیں ہوا ہوگا بلکہ انتہائی خوشی ہوئی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

آپ اپنی محفل میں اپنی شان بیان کرنا

عَنِ الْعَبَّاسِ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَكَانَتْهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا فَقَالُوا أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنْ
 اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ
 فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي
 فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ
 بَيْتًا فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَنِيًّا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بارگاہ میں حاضر ہوئے گویا کہ انھوں نے (اعلان یا چرچا وغیرہ) سنا تھا پس
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا (صحابہ سے)

کہ میں کون ہوں؟ صحابہ بولے (بیک زبان) آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا میں محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے اچھی مخلوق میں بنایا پھر اس بہتر مخلوق کے دو حصے کیے تو مجھ کو اچھے حصے میں بنایا۔ پھر اس اچھے حصے میں قبیلے بنائے تو مجھ کو اچھے قبیلے میں بنایا پھر اس اچھے قبیلے کے گھر بنائے تو مجھ کو اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں اور گھر کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔

پیر کے دن کا روزہ

حضور علیہ السلام ہر پیر شریف کو روزہ رکھتے، آپ سے اس روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

ذَٰلِكَ يَوْمٌ فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ۔ (المسلم) کتاب الصیام
فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اسی دن اللہ کا کلام مجھ پر نازل کیا گیا۔

شیخ محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَظَّمُ يَوْمَ مَوْلِدِهِ وَ
يُشْكُرُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِيْهِ عَلٰی نِعْمَتِهِ الْكُبْرٰی عَلَيْهِ... الخ....

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یوم میلاد کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے اوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود باوجود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر موجود کو سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا روزے کی صورت میں۔

اور محفل میلاد بھی یہی ہے اگرچہ صورت مختلف مگر معنوی طور پر ایک ہی ہے

خواہ وہ روزہ ہو، کھانا کھلانا ہو، مجلس ذکر ہو یا درود و سلام کی محفل، یا لغت خوانی کی صورت ہو۔
(مقدمہ المورد الروی ص ۹، ۱۰)

حضور علیہ السلام کی ولادت پر خوشی کرنا کا فائدہ

بخاری شریف میں ہے حضرت عروہ فرماتے ہیں:

ثَوْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ إِعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أَرِيَهُ بَعْضُ
أَهْلِهِ بِشَرِّ حَبِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ
أَلْقَ بَعْدُكُمْ غَيْرَ أَنِّي سَقِيتُ فِي هَذِهِ بِعِتَاقَتِي ثَوْبَةَ

(بخاری جلد ۲ ص ۶۴)

ثویبہ (رضی اللہ عنہا) ابولہب کی باندی تھی، جسے اُس نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اُس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے خواب میں اُسے بہت بُری حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے بعد تیرا کیا حال ہوا؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

ذَكَرَ السَّهْلِيُّ أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ

وَأَيُّتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ الخ ...
سہیلی نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا

تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۸)

اس مقام پر رد و اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے کہ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ۔ کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ اور ابولہب کا فرما تھا۔ اُس کے بارے میں تخفیف عذاب کیسے متصور ہے؟
جواب۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے اس سوال کے جواب میں محدثین کے اکثر اقوال نقل کرنے کے بعد فیصلہ کن انداز میں قابل وثوق مسلک تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے قول سے بھی تصدیق و تائید فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

وَقَالَ قُرْطُبِيُّ هَذَا التَّخْفِيفُ خَاصٌّ بِهَذَا أَوْ بِمَنْ مَدَدَ النَّصَّ فِيهِ وَقَالَ ابْنُ مَنِيرٍ فِي الْحَاشِيَةِ هِنَا قَضِيَّتَانِ أَحَدَاهُمَا مُحَالٌ وَهِيَ إِعْتِبَارُ طَاعَةِ الْكَافِرِ مَعَ كُفْرِهِ..... الخ

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے نیز اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوتی ہے، ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیے ہیں ایک تو محال ہے وہ یہ کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار کیا جائے استحالہ کی وجہ یہ ہے طاعت کا معتبر ہونا قصدِ صیغ کی شرط سے

مشرود ط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہیے کہ ابو لہب کا ثوبہ کو آزاد کرنا طاعتِ معتبرہ نہ تھی اور اس کے اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابو طالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلہ پر نفیاً اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے (یعنی عذاب کے کم ہونے کے بارے میں نفی اثبات کی بات نص کے وارد ہونے پر موقوف ہے)

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ ابو لہب پر تفضل یا اس طرح کسی دوسرے کے حق میں۔ جو احسان اللہ کی طرف سے واقع ہوتا ہے وہ اس ذات کے اکرام کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۹)

دوسرا اعتراض غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔ غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقتِ واقعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو غیر مسلم کے خواب کافی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے دوسا تھی جو کافر تھے انھوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی

لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انھوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادتِ باسعادت پر اظہارِ مسرت بطریقِ اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی اُمید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔
(مقالات کاظمی)

اور تو اور الشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بھی یہی بات امام ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے ملاحظہ ہو مختصر سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کا ترجمہ جامعہ العلوم الاثریہ اہل حدیث جہلم نے شائع کیا ہے۔ وہ ہی ترجمہ پیش کرتے ہیں۔
فَاِذَا كَانَ هَذَا ابُولَهَبٍ الْكَافِرُ الَّذِي نَزَلَ الْقُرْآنُ بِذَمِّهِ.....
جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اس کو حضور کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مسلمان اُمّی کا کیا درجہ ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی منائے۔

(مختصر سیرت الرسول ترجمہ ص ۳۲)

اور یہی بات امام قسطلانی شارح بخاری نے امام ابن جزری سے نقل کی ہے۔
(مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۲۷)

شبِ ولادت میں سب مسلمان نہ کیوں کریں جان و مال قربان
ابولہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پار ہے، ہیں
امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَلَا زَالَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ يَحْتَلِفُونَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.....
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے ہیں اور دعوتِ طعام

کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور سُرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقادِ محفلِ میلاد اس سال میں موجبِ امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہِ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا تاکہ یہ عید میلادِ سخت ترین عِلّت و مصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و غنا دہے۔ اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان چیزوں پر اذکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دیں ہیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عملِ مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو قصہٴ حسیل اور مسکنِ نواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا دلیل۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۲۷)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے والدِ گرامی اور میلاد کے چنے

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ہر سال ایامِ مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا ایک سال قحط سالی کی وجہ سے بھٹنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھٹنے ہوئے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چنوں سے بہت خوش ہیں۔

مذکورہ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدرائس میں کے صدر پر ہے۔

جو ذکر میلاد سے خوش نہ ہو؟

”الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ“ میں
نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر
فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا حصول پر اس نعمت کے نکرے وہ مسلمان نہیں۔
(الشمامۃ العنبریہ ص ۱۲)

۱۲۔ یوم الاول یوم خوشی یا یوم غم؟

بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن میلاد کو یہ کہہ کر حرام قرار دیتے ہیں
کہ یہی تاریخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی ہے تم خوشی منا رہے ہو۔
اس کے متعدد جوابات پیش خدمت ہیں :

(۱) کسی کی موت پر تعزیت و سوگ وغیرہ تو تین دن تک ہے اس سے زائد نہیں
لیکن نعمت خداوندی پر شکر کرنے اور حصول فضل و رحمت پر خوشی منانے کا حکم تو
مطلقاً ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔
قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۔
فرمادو کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی مناؤ۔

اس سے ظاہر ہوا کہ غم و سوگ کی تو شریعت نے حد بندی کی ہے لیکن اللہ
کی نعمتوں پر خوشیاں منانے کا حکم مطلقاً ہے۔

(۲) سوگ کیوں کریں کہ جن کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے وہ اب بھی ہمارے رسول ہیں۔

جو شخص میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خوشی کی بجائے غم منانے پر اصرار کرے تو اس کی خدمت میں باتیں عرض کیئے دیتے ہیں۔

پہلی بات۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جو کلمہ طیبہ مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے اس کے الفاظ ہی اس عظیم حقیقت پر نکتہ شہادت ہیں۔ کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اب بھی قائم ہے اور تاقیامت اسی طرح رہے گی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اب جو شخص یہ کہے کہ محمد اللہ کے رسول تھے، اب نہیں وہ بالاتفاق کافرو بے دین ہے۔

مثلاً ۱۲ ربیع الاول کا دن ہوسلمان انتہائی فرحت و سرور کے ساتھ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے و تہہ چے کر رہے ہوں ایک شخص آکر کہے کہ آج اُن کا یوم وفات بھی تو ہے ہم اُسے کہیں گے کہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ بنا۔ یقیناً وہ یہی کہے گا کہ ”اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں تو ہم اُسے کہیں گے کہ میاں بحث و جھگڑا ختم کرو۔

تم نے خود کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ جو اللہ کے رسول ہیں۔ آج اُنہی کی آمد کا دن ہے جو ہم منا رہے ہیں۔

اور نبی آئے آکر چلے گئے، کیونکہ وہ جاتے رہے اس لیے نئے نبی تشریف لاتے رہے۔ اگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے گئے ہوتے تو یقیناً کوئی نیا نبی آتا۔ نیا نبی کوئی نہیں آیا اور نہ قیامت تک آئے گا اس کا صاف نتیجہ و مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اب بھی قائم ہے اور تاقیامت قیامت رہے گی۔ اسی لیے یہ عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وقت اللہ کے رسول ہیں، بالکل اُسی طرح اب بھی اللہ کے رسول ہیں اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام ترکالات سمیت اب اللہ کے رسول ہیں، بالکل اُسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والی نسلوں کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ تو پھر ہم سوگ اور غم کیوں منائیں جب کہ غم منانا یوں بھی شرعاً درست نہیں۔ دوسری بات۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (الشفاء جلد ۱ ص ۱۹)

میری (ظاہری) حیات اور میرا وصال دونوں ہی تمہارے لیے بہتر ہیں۔

ایک اور حدیث پڑھیے :

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ رَحْمَةً أُمَّةٍ مِّنْ عِبَادِهِ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلْفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةً أُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيَّهَا حَيًّا فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَأَقْرَعَ عَيْنَهُ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ۔

(مسلم جلد ۲ ص ۲۴۹)

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی اُمت پر اپنا خاص کرم کر نیکا ارادہ فرماتا ہے، تو اُس اُمت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس اُمت کے لیے شفاعت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی اُمت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس نبی کی ظاہری حیات میں ہی اُس اُمت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے اس نبی کی آنکھوں کو مٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں لفظ فرط کی تشریح حضرت مولا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں کرتے ہیں :

أَصْلُ الْفَرْطِ هُوَ الَّذِي يَتَقَدَّمُ الْوَارِدِينَ..... (الشفاء)
فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے۔

حضرات محترم! اس اُمت پر کتنا بڑا فضل و احسان ہے کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیق بنا دیا گیا ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ولادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے مگر وفات پر صبر کا حکم دیا۔ اور جزع و فرع سے روکا ہے۔ اصل الفاظ پڑھیے :

وَقَدْ أَمَرَ الشَّرْعُ بِالْعَقِيقَةِ عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَهِيَ إِظْهَارُ شُكْرِ وَفَرَجٍ بِالْمَوْلُودِ وَلَمْ يَأْمُرْ عِنْدَ الْمَوْتِ بِذُبْحٍ وَلَا بِغَيْرِهِ بَلْ نَهَى عَنِ النِّيَاحَةِ وَإِظْهَارِ الْجَزَعِ فَذَلِكَ تَوَاعِدُ الشَّرِيعَةِ عَلَى أَنَّهُ يُحْسِنُ فِي هَذَا الشَّهْرِ إِظْهَارُ الْفَرَجِ بِوِلَادَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ إِظْهَارِ الْجُزْنِ فِيهِ بِوَفَاتِهِ۔
(الحادی للفتاویٰ جلد ۱ ص ۱۹۳)

تحقیق شرع نے عقیقہ کا حکم دیا ہے ولادت کے موقع پر اظہارِ شکر اور نیکی کی خوشی کے طور پر۔ اور شریعت نے موت کے موقع پر ذبح کا حکم نہیں دیا بلکہ منع کیا نوحہ اور اظہارِ جزع سے شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کر رہا ہے کہ

ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔
 (ف) آپ کی حیات مبارکہ آپ کے وصال مبارک پر غالب ہے کیونکہ وصال تو
 قانون الہی کی تصدیق تھی اور حیات قدرت خداوندی کا بہت بڑا..... ظہور ہے
 جو آپ کی ذات سے خصوصی طور پر وابستہ ہے اور دیگر انبیاء بھی اس عموم میں شامل ہیں کیونکہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کی بعد از وصال زندگی کی خبر دی جب دیگر
 انبیاء کرام زندہ ہیں تو بشرط اولی سید المرسلین کی زندگی جملہ انبیاء سے بڑھ کر ہے لہذا ولادت
 کی خوشی کے ساتھ ساتھ آپ کی اعلیٰ حیات مبارکہ پر بھی ہمیشہ خوشی و مسرت کا اظہار کرنا
 چاہیے۔

یوم میلاد کو کیا عید کہنا جائز ہے؟

(۱) حصول نعمت پر اور اللہ قدوس کی عطاؤں پر عید کا اطلاق کرنا جائز ہے،
 قرآن شاہد ہے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ
 السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا۔

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار
 کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں :

أَيُّ نَتَّخِذُ الْيَوْمَ الَّذِي تُنْزِلُ فِيهِ الْمَائِدَةَ عِيدًا
 نُعَظِّمُهُ نَحْنُ وَمَنْ يَأْتِي بَعْدَنَا وَنَزَلَتْ يَوْمَ الْآخِرِ فَاتَّخَذَ
 النَّصَارَى عِيدًا۔

اے اللہ جس دن تو خوان نازل فرمائے گا اُس دن کو ہم عید کا دن بنائیں گے

ہم تعظیم کریں گے اس دن کی اور ہمارے بعد والے بھی اور نازل ہوا مائدہ التوار کے روز، پس نصاریٰ نے اتوار کو عید بنالیا۔

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ جبکہ اللہ کی طرف سے خوان اتر رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لیے اُس دن کو عید قرار دے رہے ہیں تو جس دن آقائے کائنات، فخر موجودات، حبیب کردگار، احمد مختار حضور پر نور شافع یوم النشور دافع کل کروب طالب و مطلوب دولہائے بزم حشر سیدنا و مولانا و ملجانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کیا وہ دن اُس دن سے کم ہے جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لیے خوان اُترا؟ جب خوان اترنے کے دن کو عید بنایا جاسکتا ہے۔ تو جس کے دم قدم کی بہار سے سب عیدیں نصیب ہوئی ہیں اُس کی آمد کے دن کو عید کہنے سے وہ ہی جلے گا جس کو امام الانبیاء کی آمد سے دکھ اور ہمدرد ہو۔

۵۔ شاری تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں لے زبج الاول
سولے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں
اگر کوئی شخص عید عیسوی والی دلیل کو یہ کہہ کر مسترد کر دے کہ یہ پہلی امتوں کی بات ہے ہم لے نہیں مانتے تو اس کا یہ کہنا حقیقت سے نا آشنائی کا ثبوت ہے۔
لیونکہ پہلی شریعتوں کی وہ بات ہے جو قرآن کریم بغیر تردید کے ذکر کرے وہ ہمارے لیے حجتِ معتبرہ ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن بات ہے کہ پہلی امتوں کا کوئی غیر پسندیدہ عمل قرآن پاک میں مذکور ہو اور اس کی تردید و مذمت نہ ہو، نیز قرآن پاک کی ایک آیت میں آیات پر شمل اس سورۃ کا نام ہی مائدہ ہے وہ ہی مائدہ جس کے اترنے کا دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی ساری امت کے لیے عید قرار پایا۔
(۲) ایک دفعہ جمعہ کے دن عید ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيدَانُ - (المستدرک کتاب الجمع)
 آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں ہو گئی ہیں۔

(۳) جمعہ صرف عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں سے افضل بھی ہے :

عَنْ أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ
 اللَّهِ وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ فِيهِ
 خَمْسٌ خِلَالِ خَلْقِ اللَّهِ فِيهِ آدَمُ وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى
 الْأَرْضِ وَفِيهِ تَوَلَّى اللَّهُ آدَمَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ الْعَبْدُ
 فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا وَفِيهِ تَقُومُ
 السَّاعَةُ - (مشکوٰۃ ص ۱۲۰)

حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں سے
 عظیم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی افضل ہے اس
 میں پانچ خصال (خوبیاں) ہیں پہلی (سعادت) یہ کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے
 آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دنیا میں
 اتارا ہے اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وفات دی ہے اور اس میں
 ایک ایسی گھڑی ہے اس میں آدمی جو ملے اللہ کریم اُسے عطا کرتا ہے جب تک حرام
 چیز کا سوال نہ کرے۔ اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

حضرات محترم! جمعۃ المبارک خود عید ہے بلکہ دونوں مشہور عیدوں سے زیادہ
 فضیلت والا دن ہے یہ دن آدم علیہ السلام کا یوم میلاد بھی ہے اور یوم وفات
 بھی۔ دعوتِ فخریہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو ۱۲ ربیع الاول کو عید قرار دینے کی مخالفت

اس آڑ میں کرتے ہیں کہ اس دن اگر ولادت ہے تو وفات بھی ہے۔
 انھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے حق سمجھنے اور قبول کرنے کی دعا کر کے مشکوٰۃ شریف
 کی اس حدیث شریف کے الفاظ کو بار بار پڑھیں۔ کہ جمعۃ المبارک آدم علیہ السلام
 کا یوم میلاد بھی ہے اور یوم وفات بھی، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اسے عید قرار دیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ عید خوشیاں منانے کا نام ہے
 نہ کہ سوگ کرنے کا۔

اندازہ فرمائیں جو آدم علیہ السلام کے میلاد اور وفات کا دن ہو اُسے عید کہنا
 جائز ہے بلکہ دونوں عیدوں سے افضل قرار پائے تو جس دن روح کائنات،
 مقصود کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُس دن کو عید قرار
 دینے کو شرک و بدعت کا نام دینے والوں کو صرف اتنا سوچ لینا چاہیے کہ کس نبی
 کے ذکر میلاد سے اور عید میلاد سے ہم نے مخالفت و عداوت کی قسم اٹھا رکھی ہے
 جس نے حشر کی سختیوں اور گرمیوں میں اپنے غلاموں کی بگڑی بنانی ہے اور جو سب
 جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ہو نہ یہ پھول تو کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
 چمن دہر میں بکبل کا ترنم بھی نہ ہو
 یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
 بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
 نیمہ افلاک کا ایسا وہ اسی نام سے ہے
 نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَرَأَ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ

لَكُمْ دِينَكُمْ وَعِنْدَ يَهُودِيٍّ فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ عَلَيْنَا
لَا تَخَذْنَاهَا عِيدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ
فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَفِي يَوْمِ عَرَفَةِ۔
(مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ
لَكُمْ دِينَكُمْ والی آیت پڑھی اُس وقت اُن کے پاس ایک یہودی تھا، وہ
بولا اگر یہ آیت ہم پر اُترتی تو ہم اس دن کے یومِ نزول کو ”عید“ بناتے تو ابن عباس نے
فرمایا بے شک یہ تو دو عیدوں کے دن اُتری ہے جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔
اس مذکور حدیث سے جمعہ کے ساتھ ساتھ یومِ عرفہ پر بھی عید کا لفظ استعمال
ہوا ہے۔ پتہ نہیں کس دس میں بیٹھ کر وہ لوگ قرآن و حدیث پڑھتے ہیں جو کہتے
کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں عید الاضحیٰ اور عید الفطر اور بس!

ہم اپنے خالق کائنات سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔
غور فرمائیں کہ جب ہر جمعۃ المبارک عید ہے تو ایک ماہ میں چار یا پانچ عیدیں
ہوئیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص انتہائی شد و مد سے تیسری عید کا منکر ہو تو ہم
اُسے کیا سمجھا سکتے ہیں مگر دردِ دل سے یہ سوال تو کر سکتے کہ جب قرآن کریم کی ایک
آیت نازل ہو تو وہاں دو عیدیں جمع ہو جائیں تو وہ شرک و بدعت نہ ہوں اور جو
پورے قرآنِ عظیم کا صاحب و حامل اور امین ہو وہ تشریف لائیں اور انکی تشریف
آوری کو عید قرار دیا جائے تو شرک و بدعت کے فتوؤں کی بوجھاڑ کیوں دیا للعجب۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

(دکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

وجاہت، شفاعت

حضور علیہ السلام کی بارگاہِ رب العالمین میں وجاہت قرآن سے

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف

منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس

قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اور اللہ کا کام نہیں کہ اُن پر عذاب کرے

جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف

فرما ہو۔

قرب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ

کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(اس کی) پاکی بولو اور دن کے کناروں پر

امید پر کہ تم راضی ہو۔

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے

جہان کے لیے۔

اور جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے

ہوتے ہو۔ اور نمازوں میں تمہارے دعا کو۔

مجھے اہل شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس

شہر میں تشریف فرما ہو۔

(۱) قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي

السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔

(البقرہ ۱۴۴)

(۲) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

وَأَنْتَ فِيهِمْ۔

(الغالب ۳۳)

(۳) عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ

مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ (بنی اسرائیل ۷۹)

(۴) فَسَبِّحْ وَاطْرَافَ الشَّهَارِ

لَعَلَّكَ تَرْضَى ۝ (طہ ۱۳۰)

(۵) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً

لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء ۱۰۷)

(۶) الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝

وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ ۝

(الشعراء ۲۱۹)

(۷) لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝

وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝

(البلدہ ۲-۴)

(۸) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَتَرْضَىٰ ۝ (الضحیٰ ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب
تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

امام الانبیاء کی وجاہت احادیث سے

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مَا أَرَىٰ رَبَّكَ إِلَّا يَسَارِعُ
فِي هَوَاكَ - (بخاری جلد ۲ ص ۷۶)

میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی
رضا جوئی میں جلدی کرتا ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(مسلم جلد ۲ ص ۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا
سردار ہوں گا۔

(۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا
أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا
وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَفِدُوا وَأَنَا
خَطِيبُهُمْ إِذَا انْصَبَتُوا وَأَنَا
مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا
وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أُتِيَ سُوا
الْكِرَامَةِ وَالْمَقَاتِلِ يَوْمَئِذٍ
بِيَدِي وَلِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ
بِيَدِي وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى

حضرت انس راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا میں سب لوگوں سے پہلے اپنی
قبر انور سے اٹھوں گا جب کہ انھیں قبروں
سے اٹھایا جائیگا میں ان کا قائد اور پیشوا ہوں گا
جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔
میں ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والا
ہوں گا جبکہ وہ خاموش ہونگے میں ان کے لیے
طلبِ گارِ شفاعت ہوں گا جبکہ انھیں میدانِ حشر
میں روک دیا جائیگا میں ہی ان کو مژدہِ مغفرت
و بخشش سناں ہوں گا جبکہ انھیں خلاصی و

رَبِّي يَطُوفُ عَلَى أَلْفِ خَادِمٍ
كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُونٌ
أُولَئِكَ مَنُشُورٌ

(مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

چھکارا کی امید نہیں ہوگی عزت و کرامت اور
خزائنِ آخرت کی چابیاں اُس دن میرے ہاتھ
میں ہوں گی، لہذا الحمد بھی اُس دن میرے ہاتھ میں
ہوگا میں تمام اولادِ آدم سے اللہ تعالیٰ کے
ہاں زیادہ معظّم و مکرم ہوں گا میری خدمت
کے لیے ہزار خادوم کمر بستہ ہوں گے گویا کہ وہ
سفید موتی ہوں گے جو پردوں میں مستور ہوں
یا پھیلے ہوئے موتیوں کی مانند ہوں گے۔

اُس دن کوئی نبی آدم علیہ السلام
سمیت ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے
نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں
سے کچھ لوگ بیٹھے تھے پھر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ ان حضرات
سے قریب ہو گئے تو انھیں کچھ تذکرہ کرتے
سنا ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ نے
حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا دوسرے
صاحبِ بولے! اللہ نے حضرت موسیٰ
سے کلام فرمایا: ایک اور صاحبِ بولے

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ
فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَاكِيٍّ
(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ
أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا
دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ قَالَ بَعْضُهُمْ
إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ
خَلِيلًا وَقَالَ أَخَرُ مُوسَى
كَلِمَةً تَكَلِيمًا وَقَالَ

اٰخِرُ فَعِيْسَى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَ
رُوْحُهُ وَقَالَ اٰخِرُ اٰدَمُ
اَصْطَفَاہُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
وَقَالَ سَمِعْتُ كَلَامَ مَكْرُوْدٍ
عَجَبَکُمْ اِنَّ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلُ
اللّٰهِ وَهُوَ کَذٰلِکَ وَمُوْسٰی
نَبِیُّ اللّٰهِ وَهُوَ کَذٰلِکَ وَ
عِیْسٰی رُوْحُهُ وَکَلِمَتُهُ وَ
هُوَ کَذٰلِکَ وَاٰدَمُ اَصْطَفَاہُ
اللّٰهُ وَهُوَ کَذٰلِکَ اَلَا اَنَا
جَبِيْبُ اللّٰهِ۔

کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں
ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت
آدم کو اللہ نے چن لیا۔ تب اُن کے پاس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
اور فرمایا کہ ہم نے تمہاری گفتگو اور تمہارا
تعجب کرنا سنا، یقیناً ابراہیم علیہ السلام
اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں
اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی
بات کرنے والے ہیں۔ اور واقعہ وہ ایسے
ہی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح لائے ہیں
اور وہ ایسے ہی ہیں اور آدم کو اللہ نے چن لیا
اور وہ ایسے ہی ہیں مگر سن لو کہ میں اللہ کا
محبوب ہوں۔

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

تیرا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں تیرا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

جن کے ماتھے شفاعت کا سہارا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں فرمایا پھر مجھے جنتی جوڑا پہنایا جائے
گا پھر میں عرش کی داہنی جانب کھڑا

(۱) عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمْ قَالَ فَاَکْسٰی حُلَّةً مِّنْ
حُلَلِ الْجَنَّةِ تَشْرَاقُومُ مَعْنٰ

یَمِینَ الْعَرْشِ لَیْسَ أَحَدٌ
مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُومُ ذَٰلِکَ
الْمَقَامَ غَیْرِیْ۔
ہوں گا۔
مخلوق میں میرے سوا کوئی نہیں جو اس
جگہ کھڑا ہو۔
(مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

حضرات محترم! ان احادیث مبارکہ کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھیے اور
سوچتے جائیے کہ اب بھی اگر کوئی شخص قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ
مَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بَیْ وَ لَا یَکُفِّرُ۔ والی آیت پڑھ کر اسی موقف پر زور
دے کہ اللہ کے نبی کو نہ اپنے انجام کی خبر ہے نہ اُمّتیوں کے انجام کی تو ایسے بد نصیب
کو اپنی جہالت و شقاوت پر رونا چاہیے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَ بَکِیْ
فَقَالَ اللّٰهُ یَا جِبْرِیْلُ اِذْ هَبْ اِلَیْ
مُحَمَّدٍ وَ رَبُّکَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ
مَا یُبَکِّیْکَ فَاَتَاَهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ
السَّلَامُ فَسَّئَلَهُ فَاَخْبَرَهُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
بِمَا قَالَ وَ هُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ
اللّٰهُ تَعَالٰی یَا جِبْرِیْلُ اِذْ هَبْ
اِلَیْ مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا
سَنَرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ
اے اللہ میری اُمت، میری اُمت،
پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ نے
فرمایا اے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ تیرا
رب خوب جانتا ہے) کہ آپ کو کس چیز
نے رُلا یا ہے؟ پس جبریل آپ کے پاس
آئے اور آپ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے انھیں خبر دی پھر جبریل
نے جا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ
وہ خوب جانتا ہے

تو اللہ کریم نے فرمایا اے جبریل محمد

وَلَا نَسُوكَ -

(مسلم جلد ۱۱ ص ۱۱۳)

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو
کہ بیشک ہم آپ کو آپ کی امت کے
بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کے
دل کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔

۵ فَتَرْضَىٰ نِی ڈالی ہیں باہیں گلے میں

کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے
منبر ہوں گے جن پر وہ رونق افروز ہوں گے
اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا۔ اپنے
رب کے سامنے اس خوف سے کھڑا ہوں
گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے۔
اور میری امت رہ جائے۔ میں اپنے رب
سے عرض کروں گا اُمّتی اُمّتی۔ اللہ تعالیٰ
فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
تباؤ میں تمہاری امت کے لیے کیا کروں؟
میں عرض کروں گا اے رب ان کو جلد حساب
سے فارغ کر، پس میں شفاعت کروں
حتیٰ کہ جن کو جہنم روانہ کیا جائے میں ان کو
جنت کا پروانہ دے دوں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِلْأَنْبِيَاءِ مَنْابِرُ مِنْ ذَهَبٍ
فَيَجْلِسُونَ عَلَيْهَا وَيَبْقَىٰ مِنْبَرِي
لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ
يَدَي رَبِّي مُنْتَصِبًا مَخَافَةً
أَنْ يُبْعَثَنِي إِلَى الْجَنَّةِ وَتَبْقَى
أُمَّتِي بَعْدِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي
أُمَّتِي فَيَقُولُ اللَّهُ يَا مُحَمَّدُ وَمَا
تُرِيدُ أَنْ أَضْعَبَ بِأُمَّتِكَ فَأَقُولُ
يَا رَبِّ عَجِّلْ حَسَابَهُمْ فَمَا
زَالَ أَشْفَعُ حَتَّى أُعْطِيَ صَبْكََا
قَدْ بُعِثَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ
(خصائص کبریٰ)

امام عاشق امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ نے
کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

سنئے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے موجب تو بن آئی ہے
سب نے صفِ محشر میں لکار دیا ہم کو
اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے!

(۴) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

وَأَخَّرْتُ الثَّلَاثَةَ لِيَوْمٍ
يَرْغَبُ إِلَى الْخَلْقِ كُلُّهُمْ
حَتَّىٰ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۲)
اور تیسری (دُعا) میں نے اُس دن کے
لیے مؤخر کر رکھی ہے جس دن کل مخلوق
میری طرف رجوع کرے گی، حتیٰ کہ
ابراہیم علیہ السلام بھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی!

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرَفَعَ إِلَيْهِ
الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تَعْجِبُهُ
فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً شَمًّا
قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَذَرُونِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گوشت (بھنا ہوا) لایا گیا چنانچہ ایک
دستی اٹھا کر آپ کے لیے پیش کی گئی کیونکہ
دستی کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔
پس آپ نے اس میں سے تناول فرمایا
اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قیامت

مَسْذَاكَ يَجْمَعُ النَّاسُ الْأَوَّلِينَ
وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ
يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفَذُهُمُ
الْبَصَرَ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَيُبْلَغُ
النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ
وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ النَّاسُ أَلَا
تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا
تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ
إِلَىٰ رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ
النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِأَدَمَ
فَيَأْتُونَ أَدَمَ فَيَقُولُونَ
لَهُ أَنْتَ أَبَوُ الْبَشَرِ خَلَقَكَ
اللَّهُ بِيَدَيْهِ وَنَفَخَ فِيكَ
مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
فَسَجَدُوا لَكَ إِشْفَعْ لَنَا
إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا
نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا قَدْ
بَلَغْنَا فَيَقُولُ أَدَمُ إِنَّ رَبِّي
مَسَدُ غَضَبٍ الْيَوْمَ غَضَبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ
وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ

کے روز سب لوگوں کا سردار میں ہوں۔
کیا تم جانتے ہو کیسے؟ سنو اگلے پچھلے سب
انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے اس
حالت میں کہ پکارنے والا سب کو اپنی
آواز سنا سکے گا اور سب کو دیکھ سکے گا۔
اور سورج لوگوں کے اتنا قریب آجائے
گا کہ گرمی کی شدت سے تڑپنے لگیں گے
اور غم و کرب لوگوں کو ایسی حالت تک
پہنچائیں گے جو کہ برداشت سے باہر
ہوگی۔ پھر لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے
کہ کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھتے؟ کیا تمہیں
ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو تمہاری سفارش کرے
تمہارے رب کی طرف۔ تو بعض لوگ
بعض لوگوں سے کہیں گے کہ تمہیں حضرت
آدم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔
پس وہ حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہو
کر عرض کریں گے کہ آپ تمام انسانوں کے
باپ ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست
قدرت سے بنایا ہے آپ کے اندر اللہ
نے اپنی روح پھونکی اور مجھ کو ملائکہ بنایا۔
لہذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت

وَاِنَّهُ فَتَدُّنَهَا فِي عَيْنِ
الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي
نَفْسِي نَفْسِي اِذْ هَبُّوْا
اِلَىٰ غَيْرِي اِذْ هَبُّوْا
اِلَىٰ نُوْحٍ فَيَا تُوْنُ
نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يٰنُوْحُ
اِنَّكَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَىٰ
اَهْلِ الْاَرْضِ وَتَدُّنُ سَمَاكَ
اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اِشْفَعُ
لَنَا اِلَىٰ رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا
نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ
رَبِّيْ فَتَدُّ غَضِبَ الْيَوْمِ
غَضِبًا لِّمَنْ يَغْضِبُ قَبْلَهُ
مِثْلَهُ وَلٰكِنْ يَغْضِبُ بَعْدَهُ
مِثْلَهُ وَاِنَّهُ فَتَدُّكَ اَنَّ
لِيْ دَعْوَةٌ دَعُوْتُهُمَا عَلٰى
قَوْمِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ
اِذْ هَبُّوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْ هَبُّوْا
اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ فَيَا تُوْنُ
اِبْرٰهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ
يٰ اِبْرٰهِيْمُ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ

فرمائیں۔ کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے
پس حضرت آدم فرمائیں گے کہ بیشک آج
میرے رب نے غضب کا ایسا اظہار فرمایا ہے
کہ ایسا نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر فرمایا اور نہ اس کے
بعد بھی ایسا فرمائے گا بیشک اُس نے مجھے
درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے لغزش ہو گئی
میری جان، میری جان، میری جان تم کسی اور کے
پاس چلے جاؤ تم حضرت نوح کے پاس چلے جاؤ
پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے
جائیں گے اور عرض کریں گے اے حضرت نوح آپ
زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول
بن کر تشریف لائے تحقیق آپ کو اللہ نے عبد شکو
کا نام دیا تھا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت
فرمائیے آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ
گئے ہیں وہ اللہ سے فرمائیں گے کہ آج میرے رب نے
غضب کا وہ اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے
کبھی ایسا اظہار فرمایا اور نہ کبھی ایسے غضب کا
اظہار فرمائے گا بیشک میرے پاس ایک خصوصی
مختی سودہ میں اپنی قوم کے خلاف استعمال کر چکا ہوں
میری جان میری میری جان تم کسی اور کے پاس
چلے جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ پس لوگ

وَحَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
 اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ إِلَّا تَرَى
 إِلَيَّ مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ
 لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ
 الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ
 قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ
 بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ
 كُنْتُ كَذَّابٌ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ
 نَذَرَ هَذَا أَبُو حَتَّانٍ فِي
 الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي
 نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى عَنِّي
 إِذْ هَبُّوا إِلَيَّ مُوسَى
 فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ
 يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ
 فَصَلِّكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ
 وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اِشْفَعْ
 لَنَا إِلَيَّ رَبِّكَ إِلَّا تَرَى إِلَيَّ
 مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ
 إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ
 الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ
 قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ

حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
 کریں گے اے ابراہیم آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور
 زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں آپ
 اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں
 کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا
 ہیں؟ وہ ان لوگوں سے فرمائیں گے بیشک
 میرے رب نے غضب کا آج ایسا اظہار
 فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا کیا نہ کریگا
 اور بیشک مجھ سے تین باتیں ایسی واقع ہوئیں
 جو بظاہر خلاف واقع تھیں۔ ابو حنیان نے اپنی
 روایت میں ان تینوں کا ذکر بھی کیا ہے۔
 میری جان میری جان میری جان تم کسی
 اور کے پاس جاؤ تم حضرت موسیٰ کے پاس
 جاؤ پس وہ لوگ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے
 اور کہیں گے اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول
 ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور مہکامی
 کے ساتھ فضیلت بخشی۔ آپ اپنے رب کے
 حضور ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ
 دیکھتے نہیں اس حالت کو جس میں ہم ہیں
 وہ فرمائیں گے بیشک میرے رب نے غضب
 کا آج ایسا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے

بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ
 قَتَلْتُ نَفْسًا لَمَّا وَمَرِّقَتْلَهَا
 نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُوا
 إِلَى غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَى
 عِيسَى فَيَا تُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ
 يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ
 وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى
 مَرِيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَ
 كَلَّمَتِ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا
 ائْتِنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى
 إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ
 عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ
 الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ
 قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ
 بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ
 ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُوا
 إِلَى غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَى
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَيَا تُونَ مُحَمَّدًا
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ
 يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ

پہلے ایسا کیا اور نہ کبھی کرے گا۔ اور بیشک
 میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ کہ نہیں
 حکم تھا مجھے اس کے قتل کا۔ میری جان میری
 جان، میری جان تم کسی اور کے پاس چلے
 جاؤ تم حضرت عیسیٰ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ
 وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس حاضر ہو کر
 عرض کر بیٹھے اے حضرت عیسیٰ آپ اللہ کے رسول
 اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے (آپ کی والدہ) حضرت
 مریم کی طرف القا فرمایا نیز آپ اس کی روح
 ہیں آپ نے پگھوڑے کے اندر بچپن میں
 لوگوں سے باتیں کی تھیں لہذا ہماری شفقت
 فرمائیں اپنے رب کی طرف کیا آپ ہماری حالت
 کو نہیں دیکھتے؟ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے آج میرے
 رب نے غضب کا وہ اظہار کیا ہے کہ نہ اس
 سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا نہ کبھی ایسا ہو
 گا (حضرت عیسیٰ) اپنی کسی لغزش کا ذکر نہیں
 فرمائیں گے (بلکہ یہ کہیں گے) میری جان میری
 جان میری جان تم کسی اور کے پاس جاؤ تم
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس
 وہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
 میں حاضر ہو کر عرض کر بیٹھے اے محمد

وَحَاسَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ
عَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
إِشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى
إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ
فَأَنْطَلِقُ فَإِنِّي تَحْتَ الْعَرْشِ
فَأَقْعُ سَاجِدًا لِرَبِّي
ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ
مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ
عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ
عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ
يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
سَلْ تَعْطُهُ وَاشْفَعْ
تُشَفَّعُ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۸۳، ۶۸۵)

کی جائے گی۔

تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ یوں ترجمانی کرتے ہیں:

خلیل و نجی، مسیح و صافی سبھی سے کہی کہیں مجھ بنی! ۵
یہ بے خبری کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمھارے
عطائے ارب جلائے کرب، فیوضِ عجب بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سبب برتہاں تمھارے
جناں میں چمن، چمن میں من، من میں چمن، چمن میں دہن

منزلے محن پہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمھارے لیے
 صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
 ہوا کے تلے ثناء میں کھلے، رضا کی زباں تمھارے لیے
 قارئین محترم! حدیث شفاعت کو بار بار پڑھیے ایمانوں کو تازہ کیجئے اور غور فرمائیے
 کہ جب لوگ انبیائے کرام کے حضور طلب شفاعت کیلئے حاضر ہوں گے۔ اور اپنی پریشانیوں
 اور بے چینیوں کا ذکر کریں گے۔ اپنی مشکلوں اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے
 انبیاء کرام کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر انبیائے کرام کی تعریفیں کر کے اُن سے تضرع
 کی درخواست کریں گے۔

تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اُس کے محبوب بندوں
 سے اپنی پریشانیوں اور مشکلات کا حل اگر شرک ہوتا تو ممکن ہی نہیں کہ میدانِ حشر میں
 شفاعت کا سلسلہ جاری ہو۔

کیونکہ جب موت کو دیکھ کر بڑے بڑے کافر و شرک اپنے کفر و شرک سے تائب
 ہو جاتے ہیں تو مرنے کے بعد کوئی شرک کیسے کر سکتا ہے؟
 دیکھیے قرآنِ کریم فرماتا ہے جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا:
 اَمْنْتُ

میں ایمان لایا

— تو اُسے کہا گیا اَلَا ن اُجھاب؟

یعنی اب تیرا ایمان قابل قبول نہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے کے بعد کافر و شرک، کفر و شرک نہیں کر سکتے، بلکہ مرنے
 کے بعد تو کیسے ہوئے کفر و شرک پر ندامت ہوگی چہ جائیکہ اور شرک و کفر ہو سکے۔
 جب مرنے کے بعد ایسا نہیں ہو سکتا تو بہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ انبیائے کرام
 کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اپنی مشکلوں اور مصیبتوں کو ان کے وسیلے

سے رفع کرنا شرک و بدعت نہیں۔

ایک اور بات حدیث شفاعت کثرت سے سُنیے اور اس حقیقت کو جاننے کے باوجود لوگ حشر کے دن اور دروازوں پر پہلے جائیں گے اس سے ظاہر ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہیں آئے گا حکمت یہ ہے کہ اگر ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے، لوگ آقا علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہو جائیں تو کام بن جائے تو ہو سکتا ہے کہ..... کوئی شخص کہہ دے کہ یہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے کوئی اور بھی تو کر سکتا تھا اللہ کریم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ پہلے اور دروازوں پر دستک دے کر دیکھ لو۔

شفاعت کبریٰ کا سہرا صرف آمنہ کے چاند کی جبین مقدس کے لیے ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم اہل سنت آج ہی اُس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں جو حشر کے روز پیش آئے گی۔ ہم بڑی نیاز مندی سے عرض کریں گے کہ اے بیٹھوں کے غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آج حشر کی سختیاں دیکھ کر آپ کے سہارے کی اہمیت کا اقرار نہیں کیا بلکہ ہم تو دنیا میں بھی ہزاروں محفلوں میں خلوتوں، جلو توں میں حشر کے دن والی آپ کی دستگیر یوں اور مشکل کشائیوں کو نہ صرف دل و جان سے مانتے تھے بلکہ اس حقیقت کا خوب چہرہ چاکرتے آئے ہیں شرک و بدعت کے فتوؤں کی پروا کئے بغیر۔

اسی لیے ہم اپنے آقا علیہ السلام کی حشر کے دن والی دستگیر یوں سے یوں فیض طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اے دولہائے بزم حشر ہم پر بھی کرم کی نظر
ہم نے بھی تو اے سرور تیری بزم سجائی ہے

اے ابرہہ کرم اُمت فریادی ہے اب تو برس
 اب تیرے برس نے پر ہی آس لگائی ہے!
 فریاد کو پہنچے ہیں میں نے جب بھی پکارا ہے
 آواز نے غلاموں کی یوں لاج نبھائی ہے

وَسِيلَهُ

(۱) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا

جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ۔ (البقرہ ۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا، اُن کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔

مذکورہ آیت کی وضاحت تفسیر ابن عباس سے۔

(وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ) مِنْ قَبْلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْقُرْآنِ (يَسْتَفْتِحُونَ) يَسْتَنْصِرُونَ بِمُحَمَّدٍ وَالْقُرْآنِ۔

اس سے پہلے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے پہلے۔

فتح طلب کرتے یعنی مدد مانگتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور قرآن کے وسیلے سے۔

تفسیر معالم التنزیل : (جلد ۱ ص ۹۳)

(وَكَانُوا) يَعْنِي الْيَهُودَ (مِنْ قَبْلُ) مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَسْتَفْتِحُونَ) يَسْتَنْصِرُونَ (عَلَى الَّذِينَ
كَفَرُوا) عَلَى مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ
إِذَا أَحْزَنَهُمْ أَمْرٌ وَذَهَمَهُمْ عَدُوٌّ أَلَّهِمَّ انصُرْنَا عَلَيْهِمْ
بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ فِي
التَّوْرَةِ فَكَانُوا يَنْصِرُونَ۔

یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرکین کے خلاف (ٹرائیوں میں) مدد طلب کرتے۔ وہ اس طرح کہ جب انہیں کوئی امر سنگین کرتا اور دشمن اُن پر حملہ کرتا تو وہ کہتے یا اللہ ہماری مدد کر ان (مشرکوں) کے خلاف آخری زلزلے میں معوث ہونے والے اُس نبی کے وسیلے سے جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں۔ پس اُن کی مدد کی جاتی۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ۔

وسیلے کے بارے میں امام الا نبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ مبارک۔
(۱) عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ ایک نابینا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے وہ تیرے لیے (زیادہ) بہتر ہے عرض کیا کہ دعا فرمادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرنا ہوں۔ جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس

إِنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا بَصَرٍ
أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ إِنَّهُ يَعْافِيَنِي
فَقَالَ إِنَّ شَيْئًا دَعَوْتُ وَ
إِنَّ شَيْئًا صَبَرْتُ فَهُوَ
خَيْرُكَ قَالَ فَا دَعُهُ
فَقَالَ فَا مَرَّةً أَنْ يَتَوَضَّأَ
فِيُحْسِنُ وَصُوءَهُ وَيُصَلِّيَ
رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُو بِهَذَا
الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا رَحْمَةً يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ

بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذَا
فَيَقْضِيهَا اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ
فِي فَعَلَ الرَّجُلُ فِقَامًا وَ
قَدْ أَبْصَرَ.

(ابن ماجہ ترمذی شریف، خصائص کبریٰ)

حاجت میں توجہ کرتا ہوں تو اُسے پوری
فرمائے۔ اے اللہ میرے بارے میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول
فرما تو وہ شخص جب آپ کے فرمان کے
مطابق عمل کر کے کھڑا ہوا تو بصارت والا ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وسیلے کا کوئی تصور نہ ہوتا، یا وسیلہ اختیار
کرنا شرک و بدعت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعلیم نہ دیتے۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
اعْزِزْ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَيْنِ الْخَطَّابِ
خَاصَّةً -

اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ
عنها فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ
خاص عمر بن خطاب کے ذریعے (وسیلے
سے) اسلام کو عزت بخش۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۵۶۲)

حضرات محترم! تمام انبیائے کرام توحید کے سب سے بڑے داعی ہیں عظمت
توحید کی علمبرداری انبیائے کرام سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا تو اگر کسی کے ذریعے سے
دعا کرنا بے دینی ہے، تو بتایا جائے کہ اس فتوے کی زد میں کون کون آتا ہے؟
کیا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ کائنات میں توحید کے سب سے بڑے مبلغ ہیں
انھوں نے اسلام کے لیے عزت حضرت عمر کے وسیلے سے طلب نہیں کی؟

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بے خبر تھے کہ جس خدا نے بزرگ و برتر
کا دین ہے، اسی سے براہ راست بغیر کسی وسیلے سے اسلام کے لیے عزت طلب کرنا
زیادہ بہتر ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مدد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین کامل

نہیں تھا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بغیر کسی وسیلے کے بھی مدد کر سکتا ہے، عزت دے سکتا ہے، اسلام کے دشمنوں کو تباہ کر سکتا ہے؟
یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی قدرت و مدد پر یقین کامل ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی عزت حضرت عمر کے وسیلے سے طلب کر کے ساری امت کی راہنمائی فرمادی کہ وسیلہ بڑی چیز ہے۔

اور پھر لوگوں نے وہ منظر دیکھا بھی جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا۔ فرش تو فرش عرش سے بھی مبارک باد آرہی ہے اور پھر وہی مسلمان جو چھپ چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ کھلے عام حرم کعبہ میں نماز پڑھنے حضرت عمر کی زیر شجاعت جا رہے ہیں۔ یوں حضرت عمر کے وسیلے سے اسلام کو جو عزت ملی ایک زمانہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔
(۳) جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہ کرام کے ساتھ مل کر قبر تیار کی اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹی باہر نکالی اور جب قبر تیار ہو گئی۔

پس جب قبر بنانے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قبر میں لیٹ گئے اور کہا سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئیگی (اے اللہ) میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور قبر میں نکیرین کو جواب دینے کی توفیق عطا فرما۔ اور قبر کشادہ کر دے اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو ہم سے

فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ
فِيهِ ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا
يَمُوتُ، اِغْفِرْ لِمَنْ مَعِيَ
فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَلَقِنَهَا
حُجَّتَهَا، وَأَوْسِعْ عَلَيْهَا
مَدْخَلَهَا بِحَقِّ بَيْتِكَ وَالْأَنْبِيَاءِ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ

أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۲۱)

پہلے انبیاء کرام میں اُن کے وسیلے
سے بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرماتے
والا ہے۔

(۴) عِنْدَ رَبِّ سَعِيدٌ الْخُدَيْرِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى
الصَّلَاةِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ
عَلَيْكَ وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ
هَذَا فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ إِشْرًا
وَلَا بَطْرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً
وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ
وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَأَسْأَلُكَ
أَنْ تُعِيدَنِي مِنَ السَّارِ وَ
أَنْ تُغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّهُ لَا
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ
أَقْبَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ
وَأَسْتَغْفِرُكَ سَبْعُونَ أَلْفَ
مَلَّةٍ

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلا نماز کی طرف
پھر اُس نے کہا۔
اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ
سے سوال کرنے والوں کے وسیلے
سے اور نماز کی طرف اپنے چلنے کے وسیلے
سے۔ بیشک میں تجھ کو خدا اور دیا کاری
اور نمائش کے لیے نہیں بلکہ تیری ناراضگی
سے بچنے اور تیری رضا چاہتے ہوئے نکلا
ہوں پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو
مجھ کو آگ سے بچا اور میرے گناہ معاف
فرما، بیشک تو ہی گناہ معاف فرماتا
ہے (جو یہ دعا کرے) تو اللہ تعالیٰ کی رحمت
خاص اُس پر متوجہ ہوتی ہے اور اس کے
لیے ستر ہزار فرشتے مغفرت طلب کرتے
ہیں۔

(ابن ماجہ ص ۵۷)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور وسیلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قُحِطُوا

إِسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ

الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ

اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ

بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ

بِعَمْرِ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ

فَيُسْقَوْنَ -

(بخاری جلد ۷ ص ۱۳۷)

کیے جاتے۔

کہ جب لوگ قحط سالی کا شکار ہوتے تو حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن
عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے
دعا کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری
بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ
بنایا کرتے تھے تو ہمیں سیر بفرمایا کرتا تھا۔
اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں ہمیں
سیر اب کر۔ حضرت انس کہتے ہیں پس وہ سیر
کیے جاتے۔

اس حدیث پاک میں انتہائی صراحت سے وسیلے کا بیان ہے۔ لیکن ہو سکتا
ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ اس سے زندہ لوگوں کا وسیلہ تو ثابت ہے اہل قبور کا نہیں،
کیونکہ اگر اہل قبور کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت عباس کی بجائے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے۔

تو جواباً عرض ہے کہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسا کوئی ماڈرن مفتی یہ فتویٰ دے کہ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ بندوں کا وسیلہ جائز ہے اعمال کا نہیں۔
اگر اعمال کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت عباس کی بجائے اعمال کو وسیلہ بناتے؛
یا کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت عمر کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ صرف حضرت عباس کا وسیلہ

جائز ہے کسی اور کا نہیں اگر کسی اور کا جائز ہوتا تو حضرت عباس کی بجائے اُس کا وسیلہ بناتے۔ جیسے یہ دونوں فتورے غلط ہیں کیونکہ اعمال کا وسیلہ بھی صراحت سے ثابت ہے، بلکہ امام مسلم نے تو باقاعدہ باب باندھا ہے :

التَّوَسُّلُ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ۔ (مسلم جلد ۲ ص ۳۵۳)

نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کرنا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی بے شمار وسیلے ہیں۔

توسل بعد از وصال

(۱) حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُمَانَ بْنِ عَفَّانٍ فِي حَاجَةٍ وَكَانَ عُمَانُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ..... الخ

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لیے جاتا تھا مگر حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اُس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کر کے اس بات کی شکایت کی انھوں نے اُس سے فرمایا کہ وضو گاہ میں جا کر وضو کرو اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو پھر دُعا کرو (بایں الفاظ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوں جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔ (اور یہ دُعا کرتے ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر کرو۔ پھر شام کو میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ (حضرت عثمان کی خدمت میں) چلوں تو وہ شخص چلا گیا اور اُن کے فرمانے کے مطابق کیا پھر

حضرت عثمان کے دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے پاس لے گیا تو انھوں نے اُسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں تمھاری حاجت پوری کروں گا۔ پھر وہ شخص امیر المومنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین میری ضروریات کے بارے میں توجہ نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں اُن سے گفتگو کی عثمان بن حنیف نے کہا میں نے اُن سے گفتگو نہیں کی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص نے آکر اندھے بن کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے اور یہ میرے لیے تکلیف دہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو گاہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میرے اندھے بن کو دور کر دے۔ اے اللہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ابھی ہم وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا ہی نہیں تھا۔ خصائص کبریٰ جلد ۲، ص ۲۰۲۔
مذکورہ حدیث میں ایک ضرورت مند اور نادار شخص کا ذکر ہے جو روزانہ دربار عثمانی میں جاتا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصروفیات کے باعث توجہ نہ دیتے اور بے مائیگی کی وجہ سے اسے فوری امداد کی ضرورت تھی تو حضرت عثمان بن حنیف نے اسے وہی وظیفہ بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بارگاہ میں حصول فیض کی نیت سے آنیوالے نابینا شخص کو

بتایا تھا۔ مذکورہ واقعہ ملخصاً علامہ وحید الزمان کی کتاب ہدیۃ المہدی کے صفحہ ۴۸ پر بھی موجود ہے۔

امام عاشقان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

بے اُن کے واسطے خدا کچھ عطا کرے
 حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
 اُن پر درود جن کو کس بیکساں کہیں
 اُن پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے
 پہلے ہو اُن کی یاد کہ پائے جلا نماز
 یہ کہتی ہے اذان جو پچھلے پہر کی ہے
 گھیرا اندھیروں نے دہائی ہے چاند کی
 تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات کے الفاظ بھی پیچھے گزر چکے ہیں۔

جن سے یہ بات مبرا من ہے کہ محبوبانِ رب العالمین کو بعد از وصال بھی وسیلہ بنانا نہ صرف جائز بلکہ سنت سرکارِ دو عالم علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

”کتاب اسلام میں وسیع کاغذ میں فتوح الشام کے حوالے سے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ عنہم کا عمل ذکر کیا گیا ہے جو کہ انتہائی ذوق افروز ہے۔“ عہد صحابہ میں توسل کے جواز و ترویج کا ثبوت پیش کرنے کے لیے حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ عنہم کا عمل ایک مستحکم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے عیاں ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ اور صاف سحرے دور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنے کا عام رواج تھا اور وہ پاک نہاد لوگ اسے قبولیت دعا

کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ چونکہ ان دونوں مقتدر حضرات کے اس عمل کی کیفیت اور اہمیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا پس منظر معلوم ہو اس لیے پہلے اس کی جزئیات و تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں مجاہدین نے کافروں کے چھتے چھڑا دیئے جب ملک شام کے اکثر اور قابل ذکر علاقے نصاریٰ کے ہاتھ سے نکل گئے اور مسلمانوں نے وہاں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے تو بادشاہ روم ”ہرقل“ کو بڑی تشویش و پریشانی لاحق ہوئی اُس نے آخری بار ایک کاری ضرب لگانے کے لیے اپنی پوری قوت مجتمع کرنے کا ارادہ کر لیا اور کم و بیش پانچ لاکھ فوج جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا ان میں ساٹھ ہزار وہ عرب باشندے بھی تھے جنہوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے نصرانیت اختیار کر لی تھی اب نصاریٰ ہی کی طرح مشرک تھے انہوں نے میدان یرموک میں پڑاؤ ڈال دیا۔ لاکھوں کی تعداد کے مقابلے میں مسلمان صرف تیس ہزار تھے بظاہر کوئی مقابلہ ہی نہ تھا اس لیے نصاریٰ اور ان کے ہم عقیدہ عربوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے مگر مجاہدین اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر پورا بھروسہ تھا جس کا اظہار انہوں نے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ کے سامنے کیا، تاریخ انسانی اُن کی اس بے مثال جرأت کو ہمیشہ حیرت کی نگاہ سے دیکھتی رہے گی اور ایک نادر روزگار واقعہ کی حیثیت سے اپنے سینے میں محفوظ رکھے گی۔ ہمایوں کہ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ کے پاس گئے اور کہا کہ مشرک اپنی کثرت پر نازاں ہیں اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہیں۔ میں ان کا یہ گھمنڈ مٹی میں ملانا اور بے جا غرور توڑنا چاہتا ہوں اور علی طور پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ تعداد کی کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہم تعداد میں اگرچہ کم ہیں، مگر ان کی کثرت پر بھاری ہیں، صورت یہ سوچی بہ کہ صرف

تیس جاں باز مجاہد لے کر ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کے مقابلے میں نیکوں اور اُن سے
 پنجہ آزمائی کروں اس طرح ایک غازی کے حصّہ میں دو، دو ہزار کافر آئیں گے مگر مجھے
 تائیدِ الہی پر بھروسہ ہے کہ ہم تیس آدمی ساٹھ ہزار عیسائی عربوں کو بھگانے اور تہ تیغ
 کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے انشاء اللہ، اگر ہم نے یہ معرکہ سر کر لیا تو جو مقامی نصاریٰ
 ہیں اُن کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے
 حضرت خالد کو دیکھا مگر حیرت دیکھا کہ وہ سنجیدہ ہیں تو اس عجب روزگار، کارروائی پر باقاعدہ
 عمل کی اجازت دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر تیس کی بجائے ساٹھ مجاہدین میدان میں
 لے جانے کا حکم دیا۔

پھر دُنیا نے دیکھا کہ صرف ساٹھ مجاہدین نے ساٹھ ہزار کافروں کا بڑی پامردی
 جرات اور بے جگری کے ساتھ شام تک مقابلہ کیا اور دشمن کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ
 دیا آخر کار وہ تاب نہ لا کر پسپا ہوا اور پانچ ہزار آدمی کٹوا کر پیچھے ہٹ گیا۔

صرف دس مسلمان شہید ہوئے، پچیس دشمن کے تعاقب میں نکل گئے اور
 پانچ قیدی ہوئے جو بعد میں چھڑا لیے۔ یہ واقعہ مسلمانوں کی قوتِ ایمانی، تائیدِ ربانی
 پر بھروسہ، اسلام کے لیے جانفروشی اور دین کے لیے جان دینے کی زبردست خواہش
 کی زندہ دلائل مثالی ہے، جس کی نظیر دُنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہی قوم
 ایسے جوشِ جنوں، اور اعجازی انداز کا مظاہرہ کر سکتی ہے جس کے پیشِ نظر دُنیاوی
 منفعت، یا طلبِ جاہ و شوکت اور اپنی ذات نہ ہو بلکہ کوئی اعلیٰ اور آفاقی مقصد ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تفصیلات ایک خط میں لکھیں اور عبداللہ
 بن قرط کو حکم دیا کہ یہ خط لے کر بارگاہِ فاروقی میں مدینہ طیبہ جائیں۔ اور آئندہ کے لیے
 ہدایات اور جواب لے کر آئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آٹھ روز بعد مدینہ منورہ پہنچے
 خود فرماتے ہیں:

میں نے اپنی اونٹنی باب جبریل پر بٹھائی۔ اَتَيْتُ الرُّوضَةَ وَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں سلام پیش کیا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا، وَقَبَّلْتُ يَدَيْهِ وَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔ اور ان کے ہاتھ چومے اور سلام کہا اور پھر امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ کا خط دیا۔

جنگ کی تفصیلات زبانی بھی سنائیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انھوں نے تفصیلات سن کر کہا دشمن کی عددی برتری اور کثرت سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی معرکہ ہے جس کی تفصیلات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے ہی بتائی ہوئی ہیں۔ اس کا انجام مسلمانوں کے حق میں ہو گا۔ اس لیے میدان جنگ میں جا کر مجاہدین کو تسلی دو اور خوشخبری سنا دو کہ فتح و نصرت ان کے قدم چومے گی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب لکھ دیا اور جنگی ہدایات جاری فرمادیں۔ عبداللہ جو خط لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہونے کے لیے باہر نکلے اور الوداعی سلام پیش کرنے کے لیے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔

اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں اہل بیت نبوت کے دیگر گھمائے سرسید حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پہلے دربار رسالت میں سلام پیش کیا چونکہ اس وقت وہاں مطلع انوار پر چاند، سورج اور ستارے بیک وقت طلوع تھے اس لیے ان کے فیوض سے محروم رہنا گوارا نہ کیا اور عرض کیا آپ میرے لیے اور میدان جنگ میں موجود مجاہدین کے لیے دعا کریں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ تمہیں چاہیے تھا کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے دُعا کراتے کیا تمہیں علم نہیں کہ اُن کی دُعا فوراً قبول ہو جاتی ہے ان کی شان یہ ہے کہ بقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو عمر نبی ہوتے اس کے علاوہ کتنی ہی آیات اُن کی رائے اور تائید و موافقت میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اُن سے دُعا کروالی ہے اور اب آپ سے بھی دُعا کروانا چاہتا ہوں خصوصاً جبکہ آپ حضرات روضہ اطہر کے قریب تشریف فرما ہیں۔ اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو معنی خیز نورانی دُعا کی وہ تو تسل کا بہترین ثبوت ہے اور اہل بیت نبوت کے عقیدے کی نمائندہ مثال ہے۔

آپ نے فرمایا :

اللَّهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهَذَا النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى وَالرَّسُولِ
الْمُجْتَبَى الَّذِي تَوَسَّلَ بِهِ آدَمُ فَأَجَبَتْ دَعْوَتَهُ
وَعَفَرَتْ خَطِيئَتَهُ إِلَّا سَهَمْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ طَرِيقَهُ
وَطَوَيْتَ لَهُ الْبُعِيدَ وَأَيَّدْتَ أَصْحَابَ بَيْتِكَ
يَا نَصْرَ اِرْتِكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔

(فتوح الشام)

”اے اللہ ہم تیرے دربار میں تیرے برگزیدہ نبی اور منتخب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، آدم علیہ السلام نے جن کا وسیلہ پیش کیا تو تو نے ان کی دُعا قبول کی اور بغرض معاف فرمادی یا خدا عبد اللہ کا سفر آسان اور طویل راہ مختصر کر دے اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مدد فرما، بیشک تو دُعائیں سننے والا ہے حضراتِ قارئین! آپ نے غور فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وسیلہ کے بارے میں کتنا واضح اور نفیس عقیدہ رکھنے والے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت

آپ فرماتے ہیں :

قَدِمَ عَلَيْنَا اَعْرَابِيٌّ بَعْدَ ذَنَابِنَا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَرَمَى بِنَفْسِهِ
عَلَى تَدْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَتَا
عَلَى رَأْسِهِ مِنْ تُرَابِهِ الم

ترجمہ : ہم پر ایک اعرابی آیا اُس وقت جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی تدفین کو تین دن ہو چکے تھے، پس وہ قبر انور سے چمٹ گیا اور
بے قراری میں تربت اقدس کی خاک پاک کو اپنے سر میں ڈالا اور عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہم تک رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جو ہم نے سنا اور آپ کی
وساطت سے ہم دُحیٰ آسمانی کے معارف سے آگاہ ہوئے اور جو اللہ نے کلام آپ پر
اتارا اُس میں یہ آیت بھی ہے (وَلَوْ اَنَّكُمْ عَلِمْتُمْ اَنَّكُمْ اَنْفُسُكُمْ)
اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو انھیں چاہیئے کہ آپ کے پاس آجائیں پھر اللہ سے
بخشش طلب کریں اور رسول کریم بھی ان کے لیے دُعا و استغفار کریں تو وہ پائیں
گے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

پھر اُس اعرابی نے کہا، بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور گناہوں کے
اعتراف کے ساتھ میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں آپ میرے لیے استغفار کریں۔
فَنُوْدِي مِنَ الْقَبْرِ اِنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ۔

تو قبر انور سے آواز آئی کہ (اے آنے والے) تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔

(تفسیر قرطبی جلد الثالث الجزء الخامس ص ۱۴۲، تفسیر ابن کثیر الاستیعاب علی اصا بہ)

فیضانِ نسبیت

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ
جَاءَ خَدَمُ الْمَدِينَةِ
بِأَنْبِئَتِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ فَمَا
يُؤْتِي بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ
فِيهِ وَرُبَّمَا جَاءَهُ فِي
الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمَسُ
يَدَهُ فِيهَا -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو خدام مدینہ
پانی کے برتن لے کر حاضر ہو جاتے اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا
ہاتھ مبارک ڈال دیتے بعض اوقات
شدید سردی ہوتی تھی پھر بھی آپ
(انہی دل شکنی گوارا نہ فرماتے) اور برتن
میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے (پانی کو تبرک
بنانے کے لیے)

(مسلم جلد ۲ ص ۲۵۶)

اندازہ فرمائیے! صحابہ کرام پانی والے برتن کس نیت سے لاتے ہوں گے اور
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے لگنے والے پانی کو کتنا بابرکت سمجھتے ہونگے
خشک توحید والے لوگ نسبت و محبت کے ان رشتوں کو کیا جانیں۔ جن کا صبح و
شام مشغلہ ہی نکتہ چینی اور شرک و بدعت کے فتوے صادر کرنا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں میں عظمت تو انہیں نظر
آئے جن کے دل روشن ہیں، اور دماغ خوشبوئے محبت حبیب پاک سے معطر ہیں۔

آئمہ اربعہ کا عقیدہ وسیلے کے بارے میں

(۱) امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ -

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:
 يَا مَالِكِي كُنْ شَافِعِي فِي فَا قَتِي رَايَ فَقِيرٌ فِي الْوَرَى لِعَنَّا كَا!
 اَنْتَ الَّذِي لَقَاتُوْشَلْ بِكَ اَدَمُ مِنْ زَكَاةٍ فَارَدَهُ وَابَاكَ
 اے میرے مالک میرا شافع بن میری بے مائیگی میں۔ بیشک میں زمانے بھر
 میں آپ کے در دولت کا محتاج ہوں۔

آپ وہ ہیں کہ جب وسیلہ اختیار کیا آپ کا آدم علیہ السلام نے اپنی مغزش میں
 تودہ کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔
 (۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ :

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور فرارِ قدس
 پر حاضر ہوا تو اس وقت مسجد نبوی میں حضرت امام مالک موجود تھے خلیفہ منصور نے کہا۔
 يَا اَبَا عَبْدِ اللَّهِ اسْتَقْبِلْ اے ابو عبد اللہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے
 الْقِبْلَةَ وَاَدْعُوا اَمَّ اسْتَقْبِلْ دُعا کروں یا رسول اللہ کی طرف منہ کروں
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت امام مالک نے فرمایا کس طرح تم
 قَالَ لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 وَهُوَ سَبِيلُكَ وَوَسِيلَةُ اَبِيكَ سے پھیر سکتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ
 اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللَّهِ بَلِ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ
 اسْتَقْبِلْهُ وَاَسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعُهُ السلام کا وسیلہ ہیں لہذا تم حضور صلی اللہ
 اللَّهُ علیہ وسلم کی طرف منہ کرو اور ان سے شفاعت
 طلب کرو۔ اللہ ان کی شفاعت مقبول
 کرتا ہے۔

(شفا شریف جلد ۲ ص ۳۳)

(۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ :

علامہ خطیب بغدادی تحریر فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي أَيَّامٍ هُوَ بِبَغْدَادَ
كَانَ يَتَوَسَّلُ بِالْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَجِيئُ إِلَى
ضَخْرِيحِهِ يَزُورُ فَيَسَلُّ عَلَيْهِ
شُكْرًا يَتَوَسَّلُ إِلَى اللَّهِ فِي قَضَائِهِ
حَاجَتِهِ۔

(تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱ ص ۱۲۳)

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

امام یوسف نہمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

تَوَسَّلَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ
حَنْبَلٍ بِالْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ حَتَّى تَعَجَّبَ ابْنُهُ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ
بْنِ حَنْبَلٍ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ الْإِمَامُ
أَحْمَدُ إِنَّ الشَّافِعِيَّ كَالشَّمْسِ
لِلنَّاسِ وَكَالْعَاقِيَةِ لِلْبَدَنِ۔

(شواہد الحق ص ۱۶۶)

۵ بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقرر!
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

صلوٰۃ و سلام عند الاذان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہِم اٰہِلُ السُّنَّۃِ وَاٰہِلُ الْجَمَاعَۃِ اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو ایک بہترین عمل سمجھتے ہیں اور اس کے پڑھنے والے کو موجب اجر و ثواب قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ کسی صورت بھی صلوٰۃ و سلام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اُن کو قائل کرنے سے ہم قاصر ہیں اور اُن سے اُکھٹنے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں، ہاں منصف مزاج قارئین اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کے ذوق ایمانی کی تازگی کے لیے بالاختصار چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الم نشرح)

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی قدرتِ خداوندی کا منشا ہے۔ اللہ قدوس جو کہ خود تعالیٰ ہے، بلند شان والا ہے اُس نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا ہے اور جن کے ذکر کو بلند کیا ہے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم اُن کے اُمتی ہیں یہی دلیل کافی ہے۔ مثلاً ایک آدمی ایک جگہ کھڑا ہو کر خلوت یا جلوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھ رہا ہے ایک شخص آکر کہتا ہے کہ جو تم کر رہے ہو اس کی دلیل و ثبوت پیش کرو تو وہ یہ کہتا ہے کہ بھئی یہ دلیل کیا کم ہے کہ وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں اُن کا اُمتی ہوں۔ اُمتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہا ہے اور جو اُمتی ہو کر آقا علیہ السلام کے ذکر و نعت کی دلیلیں مانگے، اُس کو اپنے اُمتی ہونے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک پر مشتمل معمولات اہل سنت پر کثیر التعداد دلائل ہیں جو اپنے اپنے مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(۲) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی ذکر کی تالیف ہر بہت مخصوصہ کی یا خیر لقرون یا اس کے بعد والے زمانے میں بھی ملتی ہو تو یہی دلیل کافی ہے وَاَلَا خَيْرٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ الْاُولٰٓئِی - اور کچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ آپ کی برزخی زندگی آپ کے لیے دنیاوی زندگی سے بہتر ہے۔ اور ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کی ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑی سے بہتر ہے یعنی آپ کے ذکر مبارک اور عظمت و شان میں ہر لمحہ اضافہ ہر آن زیادتی ہے۔ (۳) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ۝ (احزاب ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبی پر، اے ایمان والو! پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ اس آیت مبارکہ میں درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے جو کسی قسم کی قید و شرط سے مقید و مشروط نہیں ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا عَلَیْ فَاِنَّ صَلٰوَتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ كُنْتُ (مشکوٰۃ) مجھ پر درود و سلام بھیجو تم جہاں کہیں ہو تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ درود و سلام پڑھنے کا بغیر کسی قید کے حکم دے رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی درود و سلام کا حکم دے رہے ہیں۔

اب اگر کوئی پابند کرے کہ یوں پڑھو اور یوں نہ پڑھو، فلاں وقت پڑھو اور فلاں وقت نہ پڑھو۔ آہستہ پڑھو اور بچانہ پڑھو، تو یہ پابندیاں تب درست ہوں جب

خدا اور رسول جَلَّ جَلالہٗ وعلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو کہ صَلُّوْا سِرًّا وَلَا تَصَلُّوْا جَهْرًا
 آہستہ پڑھو بلند آواز سے نہ پڑھو صَلُّوْا فَرْدًا وَلَا تَصَلُّوْا جَمَاعَةً۔ اکیلے
 پڑھو، اکٹھے نہ پڑھو۔ صَلُّوْا بَعْدَ الْاِذَاْنِ وَلَا تَصَلُّوْا قَبْلَ الْاِذَاْنِ۔ اذان
 کے بعد پڑھو، اذان سے پہلے نہ پڑھو۔ صَلُّوْا فِي الصَّلٰوَةِ وَلَا تَصَلُّوْا بَعْدَہَا
 نماز میں پڑھو اور بعد میں نہ پڑھو۔

جب پابندیاں اور شرائط شریعت نے نہیں لگائیں تو ایسی پابندیاں لگانا سراسر
 زیادتی اور نا انصافی ہے۔ **احادیث مبارکہ**

(۴) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے پہلے ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ ارِنِيْ اَحْمَدُكَ
 وَاسْتَعِيْنِكَ عَلَى قُرَيْشٍ
 اَنْ يَقْسِمُوْا دِيْنَكَ فَتَالَتْ
 شَعْرِيْ وَدِيْنُ وَاللّٰهُ مَا عَلِمْتُہٗ
 كَانَ تَرْكُهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً۔
 (ابوداؤد جلد ۱ ص ۷۷)

اے اللہ میں تیری تعریف کرتا ہوں اور
 قریش کے بارے میں تجھ سے دعا کرتا
 ہوں کہ انھیں ہدایت اور توفیق عطا فرما
 کہ وہ تیرا دین قائم کریں (اس حدیث
 کی راویہ، صحابہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم
 میرے علم میں یہ بات نہیں کہ حضرت بلال
 نے ان دعائیہ کلمات کو کسی ایک رات
 (بھی) ترک کیا ہو۔

حضرات محترم! اس حدیث پر غور فرمائیے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حضرت بلال کو جو اذن سکھائی تھی کیا اُس میں یہ دعا شامل تھی اگر یہ دعا تعلیم اذان میں
 شامل نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو حضرت بلال نے یہ دعا اپنی مرضی سے، اپنی طرف
 سے ہر روز اذان سے پہلے التزم کیا کیوں مانگی؟

کیا یہ دعا حضرت بلال کی خود ایجاد کردہ نہیں ہے جب کہ دعا کا محل اذان کے بعد ہے،

ناکہ پہلے کیا یہ اعتراض حضرت بلال پر نہیں ہوتا کہ انھوں نے بھی دُعا کا محل بدل ڈالا۔ کیا قرآن پاک کی کسی آیت میں ہے کہ اذان سے پہلے دُعا مانگو۔ کیا کسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اذان سے پہلے دُعا مانگو، تو جس بات کا حکم قرآن و حدیث میں نہیں تھا حضرت بلال نے وہ کام کیوں کیا؟

صلوٰۃ و سلام کو بدعت و حرام کہنے والوں سے سوال ہے کہ حضرت بلال کے اس عمل کو اچھا سمجھتے ہیں یا بُرا؟ اگر اچھا سمجھتے ہیں تو خود ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر بُرا سمجھتے ہیں تو حضرت بلال پر فتویٰ صادر کیوں نہیں کرتے کہ حضرت بلال کے اس عمل پر نہ قرآن میں حکم ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ دُرد بھیننے والا ایک اللہ قدوس ہے اور اُس کے فرشتے اور تیسرے نمبر پر مومن بندے، کیا اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور مومن بندوں کے دُرد کا ایک ہی معنی ہے؟ تو اس سلسلے میں غنیۃ الطالبین کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَالْآلِیَّۃَ تَحْتَ فَرْشِهِ :
اللہ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں، ملائکہ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی مدد نصرت، اور استغفار کے ہیں اور مومنوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی ہیں دُعا اور شفاء کے۔
(غنیۃ الطالبین ص ۳۴ مترجم)

حضرات محترم! دعوتِ فکر ہے، سوچئے کہ جب ہمارے دُرد کا معنی ہی دُعا ہے اور اذان سے پہلے دُعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے تو اذان سے پہلے دُرد شریف پڑھنا حدیث سے ثابت ہو گیا کیونکہ جب دُعا ثابت ہو گئی تو کسی کو جو دُعا پسند ہو وہ پڑھے اگر کوئی دُعا کہ یہ چھوڑ کر اور دُعا کر دے تو روکنے والے کا روکنا بلا شرعی دلیل ہے جو کہ ظلم و زیادتی ہے جب دُرد کا معنی ہی دُعا ہے اور اذان سے پہلے دُعا کرنا مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے تو درود شریف جو کہ سب دعاؤں سے زیادہ باعث
اجر و ثواب ہے وہ اذان سے پہلے کیسے ناجائز ہے؟ درود شریف قبل اذان پر یہ بڑی
روشن دلیل ہے مگر اُس کے لیے جو ضد اور ہٹ دھرمی نہ رکھتا ہو حق پسند ہو اور حق کو
سو جان سے قبول کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ وگرنہ

آنکھیں اگر ہیں بند تو دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا!

(۵) یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ جب درود شریف پڑھنے کا شریعت نے مطلقاً حکم
دیا ہے تو جس چیز کو شریعت نے عام رکھا ہے اُس کا تعین ممنوع ہے، جب
تعین ممنوع ہے تو تم نے درود شریف کہ جس کا حکم مطلقاً ہے اذان کے ساتھ
معین کیوں کیا؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ تعین وہ ممنوع ہے جس میں یہ نظریہ ہو کہ جس کو
جس چیز کے ساتھ میں نے معین کیا ہے یہ اسی وقت جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور
وقت میں نا جائز و حرام ہے۔

وگرنہ تعین بالکل جائز ہے۔

ملاحظہ ہوں احادیث مبارکہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے
صبح کی نماز کے وقت فرمایا اے بلال
بتلاؤ تم نے اسلام میں ایسا کون سا عمل کیا
ہے جس کے اجر کی تمہیں زیادہ توقع ہے کیونکہ
میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے چلنے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لِبَلَالٍ عِنْدَ الصَّلَاةِ
الْفَجْرِ يَا بَلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى
عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْأَسْلَامِ
فَبَانِي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ

بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ
مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجُو عِنْدِي
أَنْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهْرًا
فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ
إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطَّهْوَرِ
مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ۔

آہٹ سنی ہے حضرت بلال نے جواب دیا
اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی عمل
لاائق اُمید نہیں کہ میں دن یا رات
میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو
سے نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقرر
ہو چکی ہے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۱۵۷)

غور فرمائیں کہ نوافل اور دیگر امور مستحبات کے لیے کوئی تعین نہیں ہے لیکن حضرت
بلال نے اپنی رائے سے وضو کے بعد نفل پڑھنے کو معین کر لیا تھا انھوں نے اس بارے میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواز یا عدم جواز کا کوئی سوال بھی نہیں پوچھا اور جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم خود پوچھتے ہیں کہ بتاؤ وہ کونسا عمل ہے؟ تو حضرت بلال کے عرض کرنے کے بعد اپنے
یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اپنی طرف سے نوافل کے لیے یہ وقت کیوں مقرر کر رکھا ہے؟
۱۔ مگر نفلی عبادت کے لیے اپنی طرف سے وقت مقرر کر لینا اور اس پر ہمیشگی
کرنا حرام و ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین اس کو رد فرمادیتے۔
(۶) بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں؛

عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ الْأَنْصَارِ يُؤْمِتُهُمْ فِي مَسْجِدِ قِبَاءٍ
وَكَانَ كَلِمًا.....

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ مسجد قباء میں انصار کا ایک شخص (کثوم بن ہرم)
امام تھا وہ جب بھی نماز پڑھتا نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پہلے سورۃ
اخلاص پڑھتا پھر کوئی اور سورۃ ملاتا اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یا تم صرف سورت
اخلاص پڑھو یا اس کی جگہ کوئی اور سورت پڑھو۔ اس نے جواب دیا میں سورۃ اخلاص

پڑھنے کو نہیں چھوڑ سکتا، ہاں تمہاری امامت چھوڑ سکتا ہوں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے یہ واقعہ عرض کیا آپ نے اُس شخص سے فرمایا تمہیں اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کیا چیز روکتی ہے اور سورۃ اخلاص کو نماز میں لازم کر لینے پر کوئی چیز اُبھارتی ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حُبُّكَ اَيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۰۷)

اس سورت کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔

قارئین محترم! اس حدیث میں صحابی کے جس عمل پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی خوشخبری سنارہے ہیں اس عمل پر کوئی دلیل شرعی اُس صحابی کے پاس موجود نہ تھی اُس صحابی نے یہ عمل اپنی رائے سے اختیار کیا تھا۔ اور نماز کے اندر اُس چیز کو لازم کر لیا تھا۔ جس کو اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) نے لازم نہیں کیا تھا۔ درود و سلام قبل از اذان کے مخالفین جو طرح طرح کے آوازے کستے ہیں اور طعن دیتے ہیں اُن مطاعن میں سے یہ طعنہ بھی دیا جاتا ہے۔

تم اذان سے پہلے درود پڑھتے ہو اور کہتے ہو ہم محبت سے پڑھتے ہیں کیا تمہیں حضرت بلال سے زیادہ محبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کرتے تھے جنہیں زیادہ محبت تھی تو تم ایسا کیوں کرتے ہو؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ جو کہ بقاء کے امام تھے جب اُن کے نماز میں سورۃ اخلاص لازم کر لینے والے اُس عمل پر جو کہ صرف اور صرف اُنہی کا طریقہ تھا۔ اس کے مقتدیوں کے اعتراض و شکایت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، تو جواباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت کی خوشخبری سنانے کی بجائے

یہ بھی فرما سکتے تھے کہ قرآن میرے سینے پر اتر رہا ہے۔ میں حامل قرآن ہو کیا مجھ سے بڑھ کر تجھے محبت ہے سورہ اخلاص سے۔ جب میں ایسا نہیں کرتا تو لوگوں کو کہتا ہے۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سے جدا تھا، جنت کی خوشخبری سنائی۔

اندازہ فرمائیے کہ جب کوئی شخص ایک سورت سے محبت کی وجہ اس کے پڑھنے کو نماز میں لازم کرے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا، توجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھتے ہیں وہ اس بشارت سے کیسے محروم رہیں گے؟

صد اور ہٹ دھرمی

صد اور ہٹ دھرمی رکھنے والے کو دلائل ... نظر نہیں آیا کرتے جس نے لَانَسْلَمُ کا ورد پکایا ہو۔ روز روشن کی طرح اتنے دلائل کے باوجود یہ اعتراض پھر بھی کیا جاتا ہے اور شائد ہوتا رہے گا کہ قرآن و حدیث سے وہ حوالہ دکھاؤ جہاں لکھا ہو کہ اذان سے پہلے درود پڑھنا جائز ہے۔

یہ اعتراض محض جہالت پر مبنی ہے، ورنہ بہت سے امور ایسے ہیں جو یہ لوگ بھی کرتے ہیں اور ان کی صراحت قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

سہر دست ہم اس مذکورہ اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ تم ہی قرآن پاک کی ایک سوچوہ سورتوں میں کوئی ایک آیت دکھاؤ جس میں آیا ہو کہ اذان سے پہلے درود نہ پڑھو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم آیت دکھاؤ ہم پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

حدیث کی کتابوں خصوصاً بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں

کسی کتاب کی کوئی ایک حدیث دکھا جہاں آیا ہو کہ اذان سے پہلے درود پڑھنا جائز ہے۔ ہم پڑھنا بند کر دیں گے۔ چلو صحاح ستہ سے نہیں تو حدیث کی اور بھی تو کثیر کتب ہیں کسی ایک کتاب سے کوئی حدیث خواہ ضعیف ہی ہو دکھا دو جہاں لکھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ چھوڑ دیں گے۔

تو عزیزانِ من! جب اذان سے پہلے درود پڑھنے کی مخالفت و ممانعت میں ایک بھی آیت یا حدیث نہیں تو مسلمانوں کو اس عظیم عملِ خیر سے کیوں روکتے ہو، جس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور غم بھی مٹتے ہیں، درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور اللہ رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں حدیثِ پاک :

عَنْ أَبِي بَنْدٍ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثَرُ الصَّلَاةِ
عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ
صَلَوَتِي فَقَالَ مَا شِئْتُ
قُلْتُ الرَّابِعَ قَالَ مَا شِئْتُ
فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ
قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتُ
فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ
قُلْتُ ثَلَاثِينَ قَالَ
مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتَ
فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں پس اپنی دعا کے لیے مخصوص کئے گئے وقت میں سے کتنا وقت درود شریف پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے تیری مرضی میں نے عرض کیا چوتھا حصہ۔ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے، اور اگر اس سے زیادہ کر دو تو تیرے لیے اچھا ہے۔ عرض کیا نصف۔ فرمایا جیسے تیری مرضی، اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دو تو اچھا ہے میں نے عرض

أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي عَلَيْهَا
قَالَ إِذَا يُكْفَى هَمَّكَ وَ
يُكَفِّرُ لَكَ ذَنْبُكَ -
(مشکوٰۃ ص ۸۶)

کیا تین جھٹے وقت آپ پر درود پڑھوں گا
جیسے تو چاہے اور اگر اس سے بھی زیادہ کرو
تو بہتر ہے تیرے لیے عرض کیا میں اپنی
(مناجات) اور دعاؤں کا سارا وقت صرف
آپ پر درود پڑھنے میں لگا دوں گا فرمایا
پھر تو تیرے غم بھی دور ہو جائیں گے اور گناہ
بھی مٹا دیئے جائیں گے۔

صیغہ نماز خطاب اور صلوة وسلام

(۱) السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.....
سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔
یہ وہ سلام ہے جسے ہر نمازی اپنی نمازوں کے ہر شہد میں پڑھتا ہے اور یہ سلام
حاضر صیغوں کے ساتھ ہے۔

اور بطور انشا پڑھنا چاہیئے، تاکہ بطور حکایت۔

جیسا کہ محدثین و ائمہ کرام نے اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت امام غزالی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَأَحْضَرُنِي قَلْبُكَ..... یعنی التحيات پڑھتے وقت جب تُو السَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ تک پہنچے تو اپنے دل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کی ذات مقدسہ کو حاضر سمجھ اور پھر عرض کر السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اس سے بطور حکایت پڑھنے کا احتمال ختم ہو گیا۔

یہ مذکورہ حوالہ احیاء العلوم اور ان کتب محدثین و علماء میں بھی اسی مضمون مفہوم کا بیان ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ اشعۃ اللمعات۔ مسک الختام۔ شرح بلوغ المرام۔
مدارج النبوة۔ فتح الباری۔ المواہب اللدینہ۔ زرقانی شرح مواہب،
زرقانی شرح موطا۔ فتح الملہم۔ اور جز المسالک۔ کتاب المیزان۔ سعایہ۔
اور جو معنی السَّلَامُ عَلَیْكَ اَتَیْہَا النَّبِیُّ کا ہے حاضر و خطاب کے اعتبار
سے وہ ہی معنی الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ کا ہے۔
تو جب نماز میں خطاب کے صیغوں کے ساتھ سلام کرنا جائز ہے۔ تو نماز
کے باہر کیسے ناجائز ہوگا۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پھر نماز میں تو جائز ہو۔ اور نماز سے فارغ ہوتے
ہی حرام و ناجائز ہو جائے (رفاقہم)
(۲) شریعت مطہرہ میں اہل قبور کو جو سلام کہنے کا حکم آیا ہے وہ سلام بھی حاضر کے
صیغوں کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ کتب حدیث شاہد ہیں۔ آج بعض لوگ کہتے ہیں
کہ حاضر کے صیغوں کے ساتھ صرف اُسے سلام ہوتا ہے جو سنتا ہو۔ تو کیا منوں مٹی
کے نیچے جو صاحب قبر ہے کیا وہ سلام کو سنتا ہے۔ تو آئیے حدیث سے پوچھتے ہیں
بخاری شریف میں ہے کہ جب مُردے کو قبر میں دفن کر کے لوگ واپس آتے ہیں۔
لَیْسَمَعَ قَرَعٍ نِّعَالِہِمُ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۷۸)

تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔
حضرات محترم! غور فرمائیے کہ جوتوں کی آواز جو کہ بغیر ارادہ ہماع ہے جب
قبر والا اُسے سُن لیتا ہے تو جب ارادۂ قبر والے کو سلام کیا جائے تو کیا وہ نہیں
سُنے گا۔

ویسے یہ امر عجیب ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت عظمیٰ ہے کہ مٹی کی
اتنی موٹی تہہ کے نیچے ہوتے ہوئے قبر والا جوتوں کی آہٹ تک سُن لیتا ہے

اور اگر زندہ انسان کو جس کی موت ابھی آنی ہے اُسے مٹی کی اتنی موٹی تہہ میں بند کر دیا جائے تو اُسے قدموں کی آہٹ تو درکنار گھوڑے دوڑنے کی آواز بھی سنائی نہ دے تو اس سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد قوتِ سماعت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک مثال۔ ایک قبرستان بہت بڑا ہو چکی میلوں پر پھیلا ہوا ہو، اب اُس قبرستان کے ساتھ کوئی گزرگاہ ہو، ایک آدمی نے وہاں سے گزر رہا ہے اور اہل قبور کو سلام بھی کہتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آدمی ایک ہی دفعہ سب اہل قبور کو سلام کے گا یا۔ ہر ایک قبر کے سر پرانے کھڑا ہو کر سلام کے گا یا ظاہر ہے ایک دفعہ ہی کے گا، گلا بھاڑ کر زور آواز سے کہے گا یا معمولی مدہم آواز سے۔ ظاہر ہے معمولی مدہم آواز سے۔ اب شریعت کے فیصلے کے مطابق اہل قبور جو کہ قدموں کی آہٹ بھی سنتے ہیں یقیناً اُس کے سلام کو بھی سنیں گے۔ جہاں کھڑے ہو کر یا جہاں چلتے ہوئے اُس نے سلام کیا ہے وہاں قریب جو ہیں وہ بھی سنیں گے اور جو قبرستان کے دوسرے کنارے پر اہل قبور ہیں وہ بھی سنیں گے۔

دعوتِ فیکر ہے کہ جب عام آدمی کا سلام عام حالات میں عام اہل قبور سنتے ہیں تو وہ حبیبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری خلق کے نبی ہیں اور خاصوں سے بھی خاص ہیں وہ یہاں سے ہمارا سلام کیا نہیں سنیں گے۔

حالانکہ آپ کی سماعت کی یہ شان ہے آپ خود فرماتے ہیں :

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵)

بیشک میں دیکھتا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں وہ جو تم نہیں سنتے۔

محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم درود شریف پڑھنے والے غلاموں کی آواز سنتے ہیں۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَى إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ كَبَدَ وَفَاتِي! إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ -

(جلال الاقلام ص ۶۳)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، فرمایا بیشک یہ یوم مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی ایسا بندہ (مومن) نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر یہ کہ اُس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو راوی کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی (درود پڑھنے والوں کی آواز آپ کو پہنچے گی) فرمایا (ہاں) وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

اس مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہے اُس کے درود پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باخبر ہیں۔
ابو بکر محمد بن عمر کہتے ہیں :

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُجَاهِدٍ فَجَاءَ الشَّيْخُ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُجَاهِدٍ فَعَانَقَهُ. وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ. يَا سَيِّدِي تَفْعَلُ هَذَا بِالشَّيْخِ؟ وَأَنْتَ وَجَمِيعُ مَنْ يَبْغِدُ أَنْ يَتَصَوَّرَ

أَنَّهُ مَجْنُونٌ ! فَقَالَ لِي : فَعَلْتُ بِهِ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَقْبَلَ
 السَّبِيلَ فَقَامَ إِلَيْهِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ : يَا
 رَسُولَ اللَّهِ أَتَفْعَلُ هَذَا بِالسَّبِيلِ ؟ فَقَالَ هَذَا
 يَفْتَرَاءُ بَعْدَ صَلَوَتِهِ (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ
 أَنْفُسِكُمْ) إِلَى آخِرِهَا وَيَتَّبِعُهَا بِالصَّلَاةِ عَلَى
 وَفِي رِوَايَةٍ ! إِنَّهُ لَمُيْصِلٌ صَلَاةً فَرِيضَةً
 إِلَّا وَيَقْرَأُ خَلْفَهَا (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ
 أَنْفُسِكُمْ) إِلَى آخِرِ السُّورَةِ وَيَقُولُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ :
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدٌ قَالَ : فَلَمَّا دَخَلَ السَّبِيلُ
 سَأَلْتُهُ عَمَّا يَذْكُرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ .

(جلاء الألفهام ص ۲۵۸)

میں ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا کہ حضرت شبلی آئے پس ابو بکر بن مجاہد رحمۃ اللہ
 علیہ شبلی کے لیے اٹھے اور ان سے معانقہ فرمایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پس میں
 نے انھیں کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اور تمام
 اہل بغداد شبلی کو محض خیال کرتے ہیں تو انھوں نے مجھے کہا کہ میں نے شبلی کے ساتھ وہی
 کچھ کیا ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبلی کے ساتھ (شفقت و عنایت) کرتے
 ہوئے دیکھا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
 دیکھا کہ شبلی آئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر شبلی کی دونوں آنکھوں
 کے درمیان بوسہ دیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کیا آپ ایسا شبلی کے ساتھ کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ (شبلی) نماز کے بعد

(لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ) پڑھتے ہیں پھر مجھ پر درود پڑھتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ شبلی جب بھی فریضہ نماز ادا کرتے ہیں اس کے بعد (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ) پڑھتے ہیں آخر سورۃ تک اور تین مرتبہ پڑھتے ہیں (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ) کہتے ہیں جب شبلی داخل ہوئے تو میں نے اُن سے پوچھا اُس ذکر کے بارے میں جو وہ نماز کے بعد کرتے تھے، اُنھوں نے یہی کچھ بیان کیا۔

اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں کہ میرا کونسا امتی کس جگہ پر کن الفاظ کے ساتھ میرا ذکر کرتا ہے۔

اب! اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا انکار اس حدیث سے کرے کہ جو حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ :

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِى إِذَا مِتُّ فَلَيْسَ أَحَدٌ يُصَلِّى عَلَى صَلَاةٍ إِلَّا قَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى عَلَيْكَ فَلَانُ بْنُ فُلَانٍ -

(جلاء الافہام ص ۵۱، ۵۲)

مذکورہ حوالہ جلاء الافہام کے ملاوہ ان کتب میں بھی ہے۔

القول البدیع، جامع صغیر، الفتح الجبیر، السراج المنیر سعادت دارین، الترغیب و

الترہیب للمنذری۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے ساری مخلوق کی آوازیں سننے کا ملکہ عطا فرمایا گیا ہے۔ وہ قائم ہوگا میری قبر پر میری وفات شریف کے بعد۔ پس کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر وہ فرشتہ

کتاب ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں بن فلاں نے آپ پر دُور پڑھا ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سُنتے بلکہ وہ فرشتہ جو قبر انور پر مقرر ہے وہ لوگوں کے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتا ہے۔ تو ایسے شخص کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ تمہارا عقیدہ تو یہ تھا کہ بیک وقت ساری مخلوق کی باتیں اور آوازیں سُننا بہت الشرف ہے کے لیے خاص ہے۔

تو کیا جب آپ اُس فرشتے کے یہ ساری مخلوق کی آوازیں بیک وقت سُن کر اور ہزاروں میلوں سے سُن لینے پر بیان بھوگے تو اس سے شرک لازم نہیں آئے گا۔ اگر نہیں آئے گا تو کیوں؟ کیا ظالم عظیم نہیں کہ فرشتہ جو کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کا غلام ہے اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے تو حید کوئی اثر نہ پڑے اور بن کو اللہ کریم نے ساری کائنات کے لیے نبی و رسول بنایا ہو اور جن کی رحمت کے پھیرے میں سارے جہان آتے ہوں۔ اُن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے سے کہ وہ اُمت کا سلام و فریاد سُنتے ہیں آدمی مُشرک و بے دین ہو جاتا ہو۔

(فیاللعجب)

خوب فرمایا ایسے لوگوں کے بارے میں تاجدارِ ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

منکرو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان کیا!

یہی بات کہ اگر آپ سُنتے ہیں تو پھر فرشتے کے سلام پہنچانے کا مطلب؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے کی تقرری اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔

وگرنہ اگر فرشتوں کی اس قسم کی ڈیوٹی سے عدلیتِ سماعت دے علی لازم

آتی ہو تو کیا کہا جائے گا اس بارے میں کہ اللہ کریم کی بارگاہ میں روزانہ صبح و شام

فرشتے بندوں کے اعمال کے کمرہ حاضر ہوتے ہیں۔

پڑھیے حدیث شریف بخاری شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ۔

(بخاری جلد ۱ ص ۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے تمہارے تعاقب میں رہتے ہیں۔ (یعنی تمہارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں) اور اکٹھے ہوتے ہیں نماز فجر اور عصر میں۔ پھر اوپر جاتے ہیں وہ فرشتے جو تمہارے پاس رہے تھے تو ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے کہ (اے فرشتو) تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو دیکھتے ہیں ہم نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور (جب ان کے پاس گئے تو وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے

قارئین کرام! آپ نے بخاری شریف کی حدیث کا مطالعہ کیا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال و احوال اور ہر قسم کے معاملات کو خوب دیکھتا اور جانتا ہے اس کے باوجود بندوں کے اعمال اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے فرشتوں کی ڈیوٹی رکھا رکھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کی علمی و تبلیغی خدمات معترضین کے نزدیک بھی مستند و معتبرہ ہیں۔

وہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اور ادنیٰ فتحیہ کو لائے ہیں اور جس میں واضح طور پر الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ لکھا ہوا ہے۔

کلیات امدادیہ ص ۵۰ مصنفہ حاجی امداد اللہ ماہر کی رحمۃ اللہ علیہ مراتب ذکر کے بیان کے تحت الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ درود شریف لکھا ہوا ہے اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر تین بار مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

”الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“

”الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ“

”الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ“

اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (امداد المشتاق)

اب بھی اگر کوئی شخص مذکورہ درود شریف کو فیصل آبادی درود کے تو اسے یہ بھی بنانا چاہیے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی امداد اللہ ماہر کی پہلے ہوئے ہیں یا محدث اعظم مولانا سر دار محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہوئے ہیں۔

کلیات امدادیہ ص ۵۰، ۵۱ پر بھی الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے مذکورہ درود شریف تین بار لکھا ہے اور فرمایا ہے الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کی داہنے اور الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ کی بائیں اور الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ کی دل پر ضرب لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے۔ علامہ وحید الزماں نے تو واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، یَا عَلِیُّ وَغِیْرَہُ کہنا

بشرک نہیں۔۔۔۔۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۲)

اور اس کی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔

وَتَبَّتْ فِي حَدِيثِ الْأَعْمَى يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَلُوَحُّهُ بِدَكِّ
إِلَى رَجَبٍ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۳)

اور ثابت ہے اُس نابینا صحابی کی دعا سے جس نے یا مُحَمَّد کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توجہ کی تھی۔

اسی صفحہ پر یا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْنُونِي والی روایت بھی نقل کی ہے۔ اور حضرت ابن عمر کا پاؤں سن ہونے والی روایت اور روم کی سرزمین میں شہید ہونے والوں کا یا محمدہ والا نعرہ بھی نقل کیا ہے۔

حضرت اولیٰ قرنی رضی اللہ عنہ نے جو بعد وفات عمر رضی اللہ عنہ یا عُمَرَاہ یا عُمَرَاہ پکارا تھا وہ بھی نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور کافی مثالیں مختلف کتابوں میں موجود ہیں مثلاً:
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا شعار یہ تھا۔ یا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُورُ اُمِّكَ اُمَّتُكَ۔

اے وہ (مبارک رسول) بار بار جن کی تعریف کی جاتی ہے جن کے لیے مدد اترتی ہے اپنی اُمت کی خبر لو۔ (فتوح الشام للواقدی جلد ۱ ص ۱۶۰)

اس طرح ایک اور جنگ میں ایک رات صحابہ کرام سخت مشکل میں مبتلا ہوئے۔
كَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِينَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ يُنَادُونَ يَا مُحَمَّدُ
یا مُحَمَّدُ، یا نَصْرَ اللَّهِ اَنْزِلْ اس رات ان حضرات کا شعار یہ تھا۔
یا محمد، یا محمد کہتے اور آپ کو نصر اللہ کہہ کر اللہ کی مدد اترنے کی دعائیں کرتے۔
جنگ یمامہ میں بھی مسلمانوں نے یا محمدہ بطور شعار پکارا تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

تَقَاتُ

از منظر اسلام
محقق اہل سنت علامہ محمد عباس رضوی

محمدک و نصلی و سلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
قارئین محترم! آپ نے سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت فاضل مولف کتاب خدا نے ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور ہر مسئلہ میں اپنے موقف پر قرآن و سنت کے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور ایسے دلکش پیرائے میں اپنا موقف پیش فرمایا کہ ہر قاری کی زبان سے بے ساختہ دُعا نکلتی ہے کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" (آمین بجاہ تید المرسلین)

کتاب کے آخر میں صلاۃ و سلام کا موضوع بیان فرما کر قبولیت کی ایک اہم شرط کو پورا فرما دیا ہے۔ ویسے تو ہر عاشق صادق اور مومن اکثر اوقات بحسب معمول اکرم پڑھتا رہتا ہے۔ لیکن بالخصوص ایسے مواقع کہ جن کے بارے میں حدیث شریف میں صراحتاً یا بغیر صراحت کے حکم آیا ہے ان مواقع پر کثرت کے ساتھ درود شریف عرض کرتا ہے۔
انہی مواقع میں سے ایک موقع آذان کے ساتھ صلاۃ و سلام پڑھنا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصی انہ سمعوا بنی
سائلاً یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما
یقول ثم صلوا علی صلوۃ فانہ من صلی علی صلوۃ
صلی اللہ علیہ ہما عشرًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم
مؤذن سے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی اس کی مثل کہو پھر
مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جس کسی نے مجھ پر ایک مرتبہ
درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

سلم ۱۶۱ کتاب الصلوۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن ولفظہ - ابو داؤد ۲۱۶۱، ترمذی ۲۱۶۱، نسائی ۲۱۶۱
بقی السنن البکری ۲۱۶۱، الدعوات البکری ۲۱۶۱، السنن البکری ۲۱۶۱، شرح السنن ۲۸۴، ابن ابی شیبہ ۲۱۶۱، ابو عوانہ ۲۱۶۱
مسند احمد ۲۱۶۱، شرح معانی الآثار ۲۱۶۱، المعجم الاوسط ۲۱۶۱، ابن ابی عامر کتاب الصلوۃ ۲۱۶۱، صحیح ابن خزیمہ ۲۱۶۱
الترغیب والترہیب ۲۱۶۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ۲۱۶۱۔

اس صحیح حدیث شریف میں حکم ہے کہ آذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا چاہیے اور الحمد للہ اہل سنت و جماعت کا اس پر عمل ہے لیکن بعض جہال خود تو اس عمل خیر سے محروم ہیں اور دوسروں کو بھی روک کر مناع الخیر کی وعید کے مستحق و مصداق بنتے ہیں۔

شبہ ۱۶۱ حدیث شریف میں تو آذان کے بعد کا حکم ہے اور آپ سنی حضرات آذان سے قبل

پڑھتے ہیں۔ حل : ہم اکھڑتہ آذان کے بعد بھی پڑھتے ہیں اور چونکہ آذان سے پہلے پڑھنے کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے ہم پہلے بھی پڑھتے ہیں اور پھر ہر کار خیر کے شروع میں درود و سلام پڑھنے کے بارے میں بھی حدیث شریف مروی ہے۔ اس لیے ہم دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ کام جس کے پہلے اللہ کی حمد اور مجھ پر درود نہ پڑھا جائے وہ کل امر ذی بال لا یدفعہ بحمد اللہ والصلوة | مقطعہ (دم گٹا) اور ہر قسم کی برکت سے خالی ہوتا ہے۔ طبقاً الشافعیہ الکبریٰ ص ۱۵، کنز العمال عن ابی ہریرۃؓ فرمایا: ۵۳۹/۲

لہذا معلوم ہوا کہ ہر کار خیر سے پہلے درود شریف بطور برکت پڑھنا چاہیے۔ اور پھر اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کیلئے درود شریف سند کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام حسن بن عرفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جاتا ہے تو حجاب اٹھ جاتا ہے اور عمل قبول ہو جاتا ہے۔

(الصلوات والبشر — لفیروز آبادی ص ۸۷)

تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ و سلام قبل الآذان، آذان کی قبولیت کا سبب اور مسلمان تو ہر حالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا پسند کرتا ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ہر حال میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب کثرة الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم | پر صلوٰۃ و سلام کی کثرت پسند کرتا ہوں اور جمعہ اور اس کی رات کو تو زیادہ مستحب سمجھتا ہوں۔

استحباباً۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲، والصلوات والبشر ۱۶۸۔

اور پھر ہمیشہ سے اہل سنت کی اہل بدعت اور گمراہ فرقوں سے پہچان اور امتیاز ہی کثرت صلوٰۃ و سلام رہی ہے جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کی نشانی علامۃ اہل السنۃ کثرة الصلوٰۃ علی رسول، | یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کثرت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اللفیروز آبادی ص ۲۳، القول البدیع ص ۱۵۵

تو آج آپ دیکھ لیں کہ کن کی مخلوں میں صلوٰۃ و سلام، آذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام، نماز کے بعد صلوٰۃ و سلام بلکہ ہر جگہ ہی صلوٰۃ و سلام ہوتا ہے، یقیناً وہی لوگ اہل سنت ہیں۔ ہمارے مخالفین کی معتبر اور معتد شخصیت علامہ ابن القیم نے لکھا ہے !

والخامسة ان یدعو اللہ بعد اجابة

اور پانچویں سنت یہ ہے کہ اجابت آذان کے بعد آدمی دعا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

المؤذن وصلاته علی رسولہ

اور پھر آگے مزید لکھا کہ

ای یقول مثلاً، اللهم صلی علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم او یقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او یقول الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ او غیر ذلک شرح شرع الاسلام ص ۱۵۷

یعنی یوں کہے، اللهم صلی علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم، یا یوں کہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا یوں کہے، الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ یا اس کے علاوہ۔

یعنی چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ کی قید بھی نہیں لگائی، لہذا جو الفاظ آدی چاہے اچھے اچھے استعمال کرے۔

مشبہ : چونکہ الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لہذا یہ پڑھنا بدعت ہے، اس لیے اگر پڑھنا ہی ہو تو درود ابراہیمی پڑھا جائے۔
حل : اگر بالفرض محال آپ کی بات تسلیم کر لی جائے کہ صرف درود ابراہیمی ہی پڑھنا چاہیے ورنہ اس کا ترک اور انکار لازم آئے گا۔ تو عرض یہ ہے کہ درود ابراہیمی کا کون سا صیغہ پڑھا جائے کیونکہ درود ابراہیمی کے ہی تو کم از کم چالیس مختلف صیغے مروی ہیں، اگر ایک اختیار کر لیا جائے تو کیا دیگر الفاظ کا ترک اور انکار لازم نہیں آئے گا؟

اور پھر اگر الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ محض آپ کے زعم باطل کے نزدیک صرف اس لیے ناجائز ہو گا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو پھر درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جائز ہو گا کیونکہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا تو نام ہی درود محدثین ہے۔ یا پھر آپ صحیح سند سے ثابت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا نام آئے تو (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھا کر دو اور درود ابراہیمی نہ پڑھا کر دو۔

حالانکہ یہ تو علمائے نجد کو بھی اقرار ہے کہ یہ درود شریف محدثین نے بنایا ہے !
عبدالحسن بن محمد العباد مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی نے لکھا۔

وقد درج السلف الصالح ومنہم المحدثون بذكر الصلوة والسلام علیہ وعلی اللہ علیہ وسلم عند ذکرہ بصیغتين مختصرتين احدهما اللهم صل علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم والثانیہ علیہ الصلوة والسلام. وهاتان الصیغتان قد امتلأت بہما، ولله الحمد، کتب الحدیث : (فصل الصلوة علی النبی مطبوعہ مکتبۃ النور)
تو ثابت ہوا کہ اگر الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ صرف اس لحاظ سے ناجائز ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو پھر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح ناجائز ہونا چاہیے۔

محمد عباس رضوی

خلیفہ اکتین حضرت علامہ

ابن مسنور حسین عثمانی منہوی

کی تصانیف

معراج



نشر: جامعہ اسلامیہ دہلی

نشر: جامعہ اسلامیہ دہلی

کتبہ
سیدہ امیہ علیہ السلام

انجھوں کی ٹھٹھ

نماز کے فضائل و مسائل
قرآن و حدیث کی روشنی میں
ایک ایسی الجواب بے مثال
تحقیقی کتاب جس کی نظر
مناظر کل ہے:

از قلم
حضرت علامہ مسنور حسین عثمانی صاحب

قیمت: ۱۵۰ روپے

حقوق اللہ و حقوق العباد کے موضوع پر
ایمان افروز انتہائی پر مغز اور موثر کتاب
تصنیف
حضرت علامہ مسنور حسین عثمانی صاحب

قیمت: ۱۰۰ روپے

ایمان کی بہکائیں

